صحیفۂ ٹیپو سلطان

محمود بنگلوری

136100

سنہ ۱۹۴۷ء

بار اوّل

قیمت چار روپے

Marfat.com

نذر

اے شمعِ آزادی اور اے شہیدِ ملک و ملت :-

"تاریخ سلطنتِ خداداد" کے بعد اسی موضوع پر میری اس دوسری کتاب کو میں تیری بارگاہِ عالی میں عقیدت کے ہاتھوں پیش کر رہا ہوں - اسی خیال سے میں نے اس کتاب کے ابتدائی اوراق تیرے گنبدِ اعلیٰ کے سایہ میں بیٹھ کر لکھے ہیں۔

خدا کرے کہ یہ کتاب ان فرزندانِ وطن کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو - جو ملک کی آزادی اور سربلندی کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں "

محمود

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

حصہ اوّل

	صفحہ
مقدمہ	۹
ماخذ	۲۶
ٹیپو سلطان مختصر سوانح حیات	۳۷
سلطان اور ریاست میسور	۵۱
سلطنت خداداد کی تقسیم	۷۴
اپنی ہندو رعایا سے سلطان کا سلوک	۷۶

Marfat.com

منتخب مکاتیب سلطانی کا مقدمہ از کرک پیٹرک	۹۲
مکاتیب سلطانی کا تجزیہ کرنل بٹسن کی کتاب سے	۱۰۵
بیاضِ سلطانی	۱۰۹
تقویم سلطانی	۱۱۲
مکاتیبِ سلطانی	۱۱۴

Marfat.com

مصنف کتاب

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

"تاریخِ سلطنت خداداد" کی اشاعت کے بعد خاص اس موضوع پر میری یہ دوسری کتاب ہے۔

اس سلطنت کی تاریخ سے دُنیا یا کم از کم ہندوستان تو بالکل اندھیرے میں تھا۔ خاص کر میسور کے مسلمان گو اس سلطنت کے دونوں حکمرانوں کے نام سے واقف تو تھے، مگر ان کی عظمت و اہمیّت کو بھول چکے تھے۔ سرنگاپٹم میں ایک سالانہ عرس ہوتا ہے۔ کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ان میں بعض تو سمجھتے ہیں۔ کہ گنبدِ اعلیٰ میں جو مزارین ہیں۔ ان میں ایک نوابؒ[1] کی قبر

[1] میسور میں حیدر علیؒ کو نواب ہی کہا جاتا ہے یا بہادر صاحب۔

ہے۔ اور دوسری ایک بادشاہ کی ہے، جس نے یہاں حکومت کی تھی اور بس۔ اور بعض مسلمان وہ ہیں، جو ایک ولی[1] اور شہید کی بارگاہ میں حاضر ہونا باعثِ ثواب سمجھتے ہیں۔ اور باقی لوگ صرف تفریح اور کھیل تماشوں کے لئے آتے ہیں۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ صرف سوا سو سال کے اندر اندر ہندوستان نے ان جلیل القدر ہستیوں اور خصوصاً ٹیپو سلطان اور اس کے کارناموں کو کیوں بھلا دیا؟۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی تھی۔ جس نے ملک کی ذہنیت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کئے۔ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ٹیپو سلطان کی شہادت کے فوراً بعد ہی جب سرنگا پٹم میں سلطانی محل اور دفاتر پر قبضہ ہو گیا۔ تو فاتحین نے ایک ایک کاغذ چن کر بلکہ سلطان کے وہ خطوط اور فرامین بھی جو اُس نے عمالانِ حکومت کو لکھے تھے، حاصل کر لئے اور انہیں انگلستان بھیج دیا۔

۲۔ سلطان کے نظامِ سلطنت کو یکسر اور فوراً بدل دیا گیا۔

۳۔ ملک[2] میں قوانین کے ذریعہ ایک ایسی پالیسی اختیار کی گئی۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف، میسور تو ایک طرف، کل ہندوستان میں خود کوئی انگریز بھی کچھ نہ لکھ سکتا تھا۔

---

[1] حیدر علی کو بعض لوگ ولی بھی سمجھتے ہیں۔

[2] ملک سے مراد خاص میسور ہی نہیں، بلکہ پورا ہندوستان ہے۔

۴۔ مدرسوں میں پڑھانے کے لئے ایسی تاریخیں لکھائی گئیں۔ کہ ان سے سوائے چند جنگوں کے اور حالات معلوم نہ ہو سکیں۔

۵۔ ان مروجہ تاریخوں کے ذریعہ پڑھنے والوں کے یہ ذہن نشین کرایا گیا۔ کہ جس طرح اور دیسی حکمرانوں کی حکومت ملک کے لئے عذاب تھی ایسی ہی سلطان کی حکومت بھی تھی جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے نجات دلائی۔

۶۔ ان تاریخوں کا یہ بھی مقصد تھا کہ ملک میں اختلاف اور تعصّب کو بڑھایا جائے۔

۷۔ ملک میں جس طریقۂ تعلیم کو رائج کیا گیا۔ اس کا اصلی مقصد نہ صرف حکومت کا کام چلانے کے لئے ملازموں کا حاصل کرنا تھا۔ بلکہ انہیں ایسے گورکھ دھندوں میں مبتلا کرنا تھا۔ کہ وہ کسی دوسری طرف توجہ ہی نہ کر سکیں۔

ان حالات اور اس پالیسی کے تحت یہ ناممکن تھا۔ کہ ہندوستان اس بطلِ جلیل کے کارناموں سے صحیح طور پر واقف ہو سکتا۔ اس طرح اس پر ایک صدی سے زیادہ زمانہ گزر گیا۔ لیکن آخر ہندوستان کو ساحرِ انگلستان نے جو پیالہ حشیش کا دیا تھا۔ اس کا نشہ بتدریج اترنا شروع ہوا۔ یا

---

[1] علاوہ اور تدبیروں کے میری مراد یہاں فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے بھی ہے۔ جو مارکوئیز آف ولزلی نے اٹھارھویں صدی کے آغاز میں قائم کیا تھا (بقیہ صفحہ ۱۲ پر دیکھو)

Marfat.com

دوسرے الفاظ میں اگر میں یہ کہوں۔ تو زیادہ صحیح ہوگا۔ کہ ساحل کاویری پر وطنِ عزیز کے لئے جو خون بہایا گیا تھا، وہ اپنا رنگ لانے لگا۔

ہندیانِ منکرِ قانونِ فرنگ　　　　در نگیرد سحر و افسونِ فرنگ
روح را بارِ گراں آئینِ غیر　　　　گرچہ آید ز آسمان آئینِ غیر (اقبالؔ)

ملک کی بیداری کا نتیجہ ایک یہ بھی نکلا۔ کہ تاریخوں کی چھان بین شروع ہوئی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حکومت نے مدرسوں میں جو تاریخی کتابیں رائج کی ہیں، ان میں کوئی سچائی بھی ہے یا نہیں؟۔ یا یہ تصویر کا ایک ہی رخ دکھلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) اور یہاں سے اردو زبان میں نظم و نثر میں قصے کہانیوں کی بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں ایک خطبات جمعہ بھی ہے۔ گو زبان کی خدمت کے لحاظ سے یہ کتابیں چاہے جو قدر و قیمت رکھیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ہندوستان کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً ناکارہ اور مفلوج بنانے میں ان کتابوں نے بہت کام کیا ہے۔ ان کے ذریعہ توکل۔ صبر۔ قناعت۔ مال و دولت سے نفرت اور دنیا کی بے ثباتی کا نہایت موثر سبق دیا گیا۔ (فورٹ سنٹ جارج، مدراس میں بھی دکھنی زبان میں چند کتابیں نکلیں جن میں انوارِ سہیلی بہت مقبول ہوئی) جسے علامہ اقبالؒ نے لکھا ہے ؎

تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے　　　　تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام　　　　چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر　　　　جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات

(ارمغانِ حجاز)

ہی ہیں؟ نیز یہ کہ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ دیسی حکمران واقعی ایسے ہی تھے۔ جیسے یہ تاریخیں دکھلا رہی ہیں۔

یہ بالکل ناانصافی ہوگی۔ کہ اگر میں سارے کا سارا الزام انگریزی مؤرخوں کے سر منسوب دوں، اس قسم کی تاریخیں لکھنے میں خود ہندوستانی بھی کچھ کم سرگرم نہیں رہے ہیں۔ اگر انگریزی مؤرخوں نے تاریخ لکھتے وقت اپنی مصلحتوں کو مدِ نظر رکھا تھا۔ تو ہندوستانی مؤرخوں نے صرف جلب منفعت کی خاطر ہی نہیں بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے بھی ایسی تاریخیں لکھ کر مدرسوں کے بچوں کے ہاتھ میں دیں۔ ان کا فرض تھا۔ کہ کچھ صحیح حالات تلاش کر کے نکالیں لیکن اس کی بجائے انہوں نے یہ غضب کیا۔ کہ نہ صرف انگریزی مورخوں کی نقل اپنے الفاظ میں کی۔ بلکہ بہت سے ایسے روشن پہلوؤں کو بھی نظر انداز کر دیا جن کا کچھ نہ کچھ اشارہ انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ یہی بے انصافیاں میسور کی تاریخ کے ساتھ بھی ہوئی ہیں۔ بلکہ میں یہ بھی کہوں گا۔ کہ تاریخ میں تغلق اور عالمگیر کو جس طرح بدنام کیا گیا، اس سے بدرجہا بڑھ کر سلطان کی ذات کو ہدف بنایا گیا۔ اور تذلیل و تحقیر کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا گیا ہے۔ یہاں تک کہ کتوں کے نام تک اس سلطان کے نام پر رکھے گئے۔ ان حالات میں اگر ملک ٹیپو سلطان کی حقیقی عظمت کو بھول جائے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اب یہاں دریافت کیا جائے گا۔ کہ سلطان جب مسلمان تھا، تو مسلمان ہی اس کے کارناموں کو کیوں بھول گئے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ میسور کے مسلمان تو خیر ایک طرف، ہندوستان بھر میں مسلمانوں نے

اس ڈیڑھ صدی میں تاریخ نویسی پر بہت کم توجہ دی ہے۔ حالانکہ اس فن کی ایجاد خود ان کے اسلاف نے کی تھی۔ ایک قوم کی ترقی کے لئے تاریخ ہی وہ بنیادی اینٹ ہے جس پہ ترقی کی عمارت اٹھائی جا سکتی ہے لیکن اس کو چھوڑ کر ان کا رجحانِ زبان و ادب کی ترقی کے پردے میں بے سروپا اور عریاں افسانوں پر جو مذہب، اخلاق اور انسانیت کے لئے زہرِ قاتل ہیں۔ اور موسیقی و مصوری جنہیں علامہ اقبال نے غلاموں کا آرٹ لکھا ہے، پر مبذول ہو چکا ہے اور ہماری نئی نسل اسی زہریلی فضا میں پروان چڑھ رہی ہے۔

ملک کے ان مایوس کن حالات میں "تاریخ سلطنتِ خدا داد" کی اشاعت ہوئی اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس کتاب کو میری امیدوں سے بڑھ کر مقبولیت عطا کی۔ نہ صرف میسور بلکہ پورے ہندوستان میں ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان چونک اٹھا کہ آج سے ڈیڑھ صدی پیشتر خاکِ میسور نے کن جلیل القدر شخصیتوں کو پیدا کیا تھا۔ اور خصوصاً وہ عظیم المرتبت ہستی جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے

"ہندوستان ہندوستانیوں کے لئے ہے"

کی آواز بلند کی۔ اور ہر ممکن طریقے سے اپنے وطن عزیز کو غیروں کے جوئے سے بچانے کی کوشش کی۔ اور یہی وہ بطلِ جلیل ہے جس نے

سودیشی تحریک

اور

تحریک ترک موالات

Marfat.com

کی بنیاد بھی ہندوستان میں سب سے پہلے ڈالی (مکاتیب نمبر ۳ ۱۰۳ و نمبر ۳ ۴۳ ۳) اور یہی وہ مجسمۂ انسانیت ہے۔ جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے اپنی سلطنت میں "زمینداری سسٹم" کو ختم کر کے زمینداروں کے ظلم وستم سے کسانوں کو رہائی دلائی ہے۔

اور یہاں میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ٹیپو سلطان کی عظمت کو نمایاں کرنے میں علامہ سر اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ آپ کی سرنگاپٹم میں تشریف آوری اور اخبار "انقلاب" لاہور میں آپ کے مضامین اور اس کے بعد "جاوید نامہ" کی اشاعت نے ملک میں، سلطان کی شہرت کو اور وسیع کر دیا مجھے حیرت ہے۔ کہ اس حکیم ملت نے ایک ہی دن میں اپنی روحانی بصیرت سے وہ سب کچھ دیکھ لیا۔ جس کو ہندوستان ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں نہ دیکھ سکا تھا۔ ان آنکھوں نے یہاں دیکھا۔ ع

مشرق اندر خواب او بیدار بود (اقبالؒ)

راقم الحروف، مدۃ العمر کبھی ان زریں گھڑیوں کو بھول نہ سکے گا۔ جو اس حکیم ملت کی معیت میں بسر ہوئیں اور شاید ہی یہ فخر کسی کو حاصل ہو گا۔ کہ گنبد میں کھانے کے وقت، جب میں اپنا برتن (جنوبی ہند کے رواج کے مطابق) الگ لے بیٹھا تو آپ نے اس کو کھینچ کر علیحدہ کر دیا۔ اور آپ کے روبرو جو برتن تھا، اس میں نہ صرف کھانے کو کہا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے نوالے تک بنا کر میرے

لہ ماڈرن میسور۔

منہ ہیں دئے!۔

بہر طور ہندوستان کی اس جلیل القدر ہستی یعنی ٹیپو سلطان کی شہرت کو، باوجود موانعات اور قوم کی غفلت کے، ہندوستان میں آزادی کے دیوانوں کے لئے ایک نہ ایک دن مشعلِ راہ بننا تھی اور وہ بن کر رہی۔ اور جو کوششیں بھی اس کی یاد کو مٹانے کے لئے کی گئیں۔ بیکار ثابت ہوئیں۔

نورِ خدا ہے[1] کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (مولانا ظفر علیخاں)

اور اس کا اندازہ ان جلسوں سے ہو سکتا ہے۔ جو ملک کے طول و عرض میں "یوم ٹیپو سلطان" کے نام سے ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں مجھے کئی مقاموں سے جلسوں میں شرکت کی دعوتیں آئیں۔ چونکہ میں فنِ تقریر سے عاری ہوں۔ اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ بعض بعض مقاموں سے مقالے بھی طلب کئے گئے۔ میں نے عمداً ان کی بھی تعمیل نہیں کی۔ کیونکہ سلطان اور اس کی سلطنت کے متعلق مجھے جو کچھ لکھنا تھا، میں نے تفصیلاً یا اجمالاً "تاریخ سلطنت خداداد" میں لکھ دیا تھا۔ اور اس صورت میں اگر کوئی مقالہ لکھا بھی جاتا۔ تو کوئی نئی بات پیش نہ کی جا سکتی۔

لیکن میں اس امر سے غافل بھی نہیں تھا۔ کہ سلطان کے حالات جو میں نے لکھے تھے۔ ابھی بہت کچھ تشنہ تھے۔ مجھے عرصہ سے تلاش تھی۔ کہ سلطان کے

---

[1] اصل شعر میں "ہے" لکھا ہوا ہے۔ میں نے یہاں عمداً "تھا" استعمال کیا ہے۔

Marfat.com

متعلق مؤرخوں کی کتابوں کو چھوڑ کر کچھ داخلی شہادتیں بھی حاصل ہو جائیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ عرصہ تک مجھے اس میں ناکامی سے سابقہ رہا۔ اور جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں، فاتحین (انگریزوں) نے سلطانی محل پر قبضہ کر کے ایک ایک کاغذ چن کر انگلستان بھیج دیا تھا۔ اس کے افسروں سے احکام و فرامین تک واپس لے لیئے گئے تھے۔ بلکہ یہاں تک کیا گیا کہ سلطان کے خاص مذہبی احکام تک قاضیوں وغیرہ سے واپس لے کر یا تو واپس نہیں کیئے گئے یا ان میں تحریف کر دی گئی۔ بہرا میں مجھے معلوم ہوا کہ درگاہوں کے انعامات کی سندات بھی واپس لے کر پورنیا کے دستخط سے نئی سندیں دی گئیں عجب نہیں کہ مندروں میں بھی یہی کارروائی کی گئی ہو۔

اس صورت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ سلطان کے متعلق کوئی نئی چیز پیش کی جاتی۔ لیکن میں مایوس نہیں ہوا تلاش جاری رکھی۔ اور مختلف لوگوں سے جہاں مجھے گمان تھا کہ کچھ موجود ہوگا، دریافت کرتا رہا۔ اس سلسلہ میں انگلستان کی ایک فرم نے مجھے چند مطبوعہ کتابوں کی اطلاع دی۔ اور ان میں کرنل ولیم کرک پیٹرک کی کتاب "منتخب مکاتیب سلطانی" کا نام بھی تھا۔ میں نے اس کتاب کے لیئے لکھا تو اس فرم نے اس قدر گراں قیمت طلب کی کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ابھی میں خط و کتابت ہی کر رہا تھا۔ کہ دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) کا یورپ میں آغاز ہو گیا۔ اور میں نے سمجھا کہ شاید اب یہ کتاب نہ مل سکے گی۔ لیکن مشیت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اتفاق حسنہ سے یہ کتاب ایک اور ذریعہ سے حاصل ہو گئی! الحمد للہ!!۔

Marfat.com

یہ کتاب سنہ ۱۸۱۱ء میں طبع ہوئی تھی۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ٹیپو سلطان پر جس قدر بھی کتابیں شائع ہوئیں وہ سرنگاپٹم کے زوال کے دس بارہ سال کے اندر اندر ہی شائع ہوئیں۔ اور اس وقت جیسا کہ دوسری جگہ لکھا گیا ہے، انگلستان کو یا ان کتابوں کے مصنفوں کو ان کتابوں کے لکھنے کی ضرورت تھی۔ بہر طور اس کتاب کے حاصل ہونے پر میں نے نہایت غور و فکر سے اس کا مطالعہ کیا، اس لئے کہ مجھے جس چیز کی ضرورت تھی، اس کا کچھ حصہ اس میں موجود تھا۔ اس کے بعد ایک مشکل یہ پیش آئی۔ کہ کرک پیٹرک نے جن کاغذات، کتابوں فرامین و احکام کا حوالہ دیا ہے، وہ بھی یہاں نہیں مل سکتے تھے۔ لیکن مجھے یقین تھا۔ کہ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی کے پاس کچھ بچی کھچی چیزیں ضرور موجود ہونگی میں نے جستجو شروع کی۔ اور اس کے لئے ایک عرصہ لگ گیا۔ اور جو کچھ بھی حاصل ہوا۔ ان تمام کو یکجا جمع کر کے ان پر غور کیا۔ تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ نہ صرف آزادیٔ ہند بلکہ

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ

کا پہلا علمبردار بھی یہی سلطان ذی شان ہے۔ جو خاک سرنگاپٹم میں سو رہا ہے اس کا ثبوت ان احکام و فرامین سے ملتا ہے۔ جو اس نے اس بارۂ خاص میں جاری کئے۔ اور جس کی جھلک اس کے اعلان جہاد، فتح المجاہدین اور قاضیوں کے نام حکمناموں وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ میں نے یہاں جھلک کا لفظ عمداً استعمال کیا ہے کیونکہ جو لٹریچر مجھے ملا ہے۔ وہ یقیناً صفر کے برابر ہے[1] خدا جانے ایسے کتنے احکام و

---

[1] اس کتاب سے سلطان کی جس جد و جہد کا پتہ چلتا ہے۔ وہ صرف (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹ پر دیکھو)

Marfat.com

فرامین، انگلستان میں ابھی تک صیغۂ راز میں رکھے ہوئے ہونگے، جس کا اعتراف خود کرک پیٹرک اپنی کتاب میں کر رہا ہے۔

جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں جب خاص میسور اور جنوبی ہند کے مسلمان اس سلطان کی بلند شخصیت اور عظمت سے ناواقف تھے۔ تو شمالی ہند کے مسلمان کیسے واقف ہو سکتے تھے۔ اس لئے مذہب کی نشاۃ ثانیہ میں جن بزرگوں نے حصہ لیا ان کے تذکروں میں جو کتابیں شمالی ہند میں لکھی گئیں، ان میں سلطان کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے میں یہاں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے جب بھی تحریک ہندوستان میں شروع کی تو گویا یہ اس تحریک کا دوسرا دور تھا۔ کیونکہ ان بزرگوں کی اس تحریک کا زمانہ ۱۸۲۴ء کا ہے۔ اور سلطان کی شہادت ۱۷۹۹ء میں ہوئی تھی۔ اپنے آپ کو آزاد، اپنی قوم کو آزاد اور اپنے وطن کو آزاد و فارغ البال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) اس کے دور کے ابتدائی چار پانچ سال پر حاوی ہے۔ اس کے بعد کے گیارہ بارہ سال کے احکام وغیرہ ابھی تک پردۂ اخفا میں ہیں۔ بلکہ سب سے بڑھ کر افسوس یہ ہے۔ کہ سلطان نے فتاوائے محمدی کے نام سے جو کتاب لکھی تھی اس کا پتہ ابھی تک نہیں ملا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کا کھوج لگائیں۔ یہ ایک بہت بڑی علمی و ملکی خدمت ہے سلطان کا روزنامچہ بھی ابھی تک لاپتہ ہے۔

Marfat.com

اور سر بلند دیکھنے کی اس کے دل میں کس قدر تڑپ تھی، اس کا ثبوت اس کی فوجی، تجارتی، صنعتی اور زراعتی جد و جہد سے ملتا ہے۔ اس کی حب الوطنی کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ کپڑا اور عیش و راحت کی چیزیں تو درکنار کبھی اپنے دسترخوان پر غیروں کے ملک کا نمک تک گوارا نہ کرتا تھا[1] بلکہ اپنی رعایا تک کو تاکید تھی کہ کرناٹک (انگریزی علاقہ) سے آنے والی چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگائے[2]۔ اس کی دور بین آنکھوں نے دیکھ لیا تھا کہ کس طرح ملک کے اندرونی نفاق سے فائدہ اٹھا کر، ایسٹ انڈیا کمپنی ملک پر تسلط جماتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے ہندوستان کے تمام حکمرانوں کو کیا حیدر آباد، کیا مرہٹے اور کیا راجپوت اور کیا سکھ بلکہ گورکھوں[3] تک کو توجہ دلائی کہ اپنے تمام اختلافات کو مٹا کر ایک عام دشمن کے مقابل میں متحد ہو جائیں (اس کے یہ خطوط ابھی تک ان ریاستوں میں پائے جاتے ہیں) لیکن اس کی زیادہ تر توجہ حیدر آباد اور مرہٹوں پر تھی۔ کیونکہ ہندوستان کے دوسرے حکمرانوں کی نسبت یہ بہت زیادہ طاقتور تھے۔ اور پڑوسی تھے۔ مرہٹوں سے اگر وہ ملک کی آزادی کے لئے اتحاد کرنا چاہتا تھا۔ تو حیدر آباد سے ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ ملتِ اسلامیہ کی سربلندی کی توقعات قائم تھیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ مرہٹوں اور حیدر آباد سے لڑنے سے گریز کرتا رہا جس کا ثبوت اسی کتاب کے مکاتیب میں مل رہا ہے

---

[1] ماڈرن میسور صفحہ ۳۱۰۔ [2] ماڈرن میسور صفحہ ۱۷۶۔

[3] کرنل ولکس و ماڈرن میسور۔

جو اس نے حیدرآباد کے مشیر الملک کو لکھے اور شاہ عالم اور ہمدانی کو لکھے کہ نظام الملک کو توجہ دلائے۔

گرک پیرملک اور دوسرے انگریزی مورخین نے اس پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ وہ اپنے مذہب کا دیوانہ اور ہندوؤں سے سخت تعصب کا برتاؤ کرتا تھا۔ یہ الزام کوئی نیا الزام نہیں ہے۔ انگریزی مورخوں نے سوائے اکبر کے قریب قریب ہر مسلمان بادشاہ پر یہ الزام رکھا ہے۔ یہ دراصل ایک پالیسی کے ماتحت کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ علامہ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنے خطبۂ صدارت شعبۂ تاریخ ہند از منہ وسطیٰ میں آل انڈیا ہسٹری کانگریس منعقدۂ مدراس دسمبر ۱۹۴۴ء میں کہا تھا:۔

"پالیٹکس کے کھیل سے اس ملک کا علم تاریخ بھی بچا ہوا نہیں۔ بلکہ صاف کہنا چاہئے کہ یہی وہ بیج ہے جس سے ہندوستان کا مشہور پھل پھوٹ پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی بُرائی اور اچھائی کی بہت سی باتیں کہی جا سکتی تھیں۔ مگر ان کے بعد ملک میں جو حکومت آئی اُس کے زمانہ میں تعلیم کا سررشتہ پورا کا پورا غیر ملکیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ان لوگوں کے ہر حیثے کی ہر طرف سے یہ کوشش تھی کہ اپنے راج کی بڑائی کو ہر ہندوستانی کے دل میں بٹھا دے اور ساتھ ہی ایک ایسا کرتب کرے جس سے ان کے دل کے شیشے ٹوٹ کر پھر جڑنے نہ پائیں۔ تعلیم کے سارے مضمونوں میں اس کام کے لئے تاریخ کے سوا اور کوئی چیز مناسب نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس ملک کے لئے تاریخ کی جو کتابیں شروع سے آخر تک لکھیں اور پڑھائیں۔ ان میں یہی بات سو سو طرح سے الٹ پلٹ کر

Marfat.com

سمجھائیں اور پڑھائیں کہ جو دل ان سے ٹوٹے تھے وہ پھر اب تک جُڑ نہ سکے"

(معارف صفحہ ۷۵ - اپریل ۱۹۴۵ء)

لیکن افسوس تو یہ ہے۔ کہ میسوری مورخین نے بھی جو انگریزی یا کنڑی تاریخیں لکھی ہیں اسی کی ریس کر رہے ہیں۔ سلطان کی بے تعصبی اور ہندو نوازی کے متعلق یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آج بھی اس کے پایۂ تخت (سرنگا پٹم) میں اور میسور کے علاقہ میں جو قدیم مندر ہیں، اسی سلطان کے فیض سے سیراب ہو رہے ہیں[1]۔ اور سرینگری کے گرو کے پاس جو تیس سلطانی خطوط ہیں (جو میسور آرکولاجیکل رپورٹ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئے تھے) ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا سلوک اپنی ہندو رعایا سے کیسا تھا۔ اور اب اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی مسجدوں اور درگاہوں سے بڑھ کر ہندوؤں کے مندروں اور معبدوں پر روپیہ خرچ کرتا تھا۔

اخبار ینگ انڈیا میں گاندھی جی نے اس سلسلہ میں گروایور (علاقہ کوچین) کے مندر پر سلطانی نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم ایک ہندو تھا۔ جس نے نہایت شرم سے کہنا پڑتا ہے کہ اس فدائے آزادی کو دغا دے کر دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیا۔" ایک پورنیا پر منحصر نہیں۔ جو اس سلطان کا وزیر تھا۔ بلکہ تاریخ سلطنت خداداد اور اس

---

[1] متھک سوسائٹی جرنل اکتوبر ۱۹۱۹ء میں میجر کیمبل نے لکھا ہے کہ "گو ٹیپو کی زندگی کا مقصد اسلام کی حفاظت۔ اس کی ترقی اور سنی عقاید کی اشاعت رہا ہے مگر اس نے کبھی ہندوؤں کے مندروں سے تعارض نہیں کیا۔ اس معاملے میں وہ اپنے باپ کی پالیسی پر پورے طور پر کاربند رہا۔" صفحہ ۱۹۔

13 6100

Marfat.com

کتاب کے مطالعہ سے بہت سے ہندوؤں کے نام معلوم ہونگے جو سلطنت کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ جیسے راجہ رامچندر اور نرسیا وغیرہ جو بنگلور اور نگر جیسے اہم قلعوں اور مقاموں کے دیوان تھے۔ اپنے شامیا محکمۂ ڈاک کا افسرِ اعلیٰ یعنی پوسٹ ماسٹر جنرل اور کنک گیری کا ہندو راجہ اس کے سپہ سالاروں میں تھا بورنگ خود اس کا اقرار کرتا ہے کہ مالگزاری کے تمام عہدے برہمنوں کے ہاتھ میں تھے[1] ان کے علاوہ اسی کتاب میں اور بھی کئی ہندوؤں کے نام ملیں گے جنہیں سلطان سفارت جیسے اہم عہدوں پر بھیجتا تھا[2]۔ ایک اور زندہ مثال اس کی بے تعصبی کی میسور کی موجودہ ہندو ریاست کا خاندان ہے۔ اس خاندان کی نہ مرہٹوں کو فکر تھی۔ اور نہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو۔ کیونکہ ان سے جس قدر عہد نامے بھی ہوئے انہیں اس خاندان کا ذکر تک نہیں ہے یہ اسی سلطان کی بے تعصبی و رواداری ہے۔ کہ اس خاندان کے اعزاز و مراتب کو اس نے بحال رکھا۔ ائیر آف دی کرسچین پادران انڈیا کا مصنف لکھتا ہے

"اگر لارڈ کارنوالس کے زمانہ میں میسور فتح ہو جاتا۔ تو موجودہ خاندان کبھی برسرِ اقتدار نہ آتا۔"

بہر طور بازیگر فرنگ نے فریب سیاست کا جو جال ڈیڑھ سو سال پہلے

---

[1] تاریخ بورنگ صفحہ ۲۱۳۔

[2]۔ افسوس ہے۔ کہ کرک پیٹرک نے نہایت چالاکی سے سوائے راجہ رامچندر کے اور کسی ہندو افسر کے تمام کے خطوط نہیں دیے ہیں۔ اس سے گویا یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ سوائے دو چار کے سلطنت میں اور ہندو افسر نہیں تھے۔

Marfat.com

بچھایا تھا ابھی تک ملک اس میں گرفتار ہے۔ اور یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کہ اس جال کے پھندوں کو توڑ دیا جائے۔ اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب سے تاریخ میسور کے بہت سے گوشے جو اب تک پردۂ اخفا میں تھے۔ خود بخود بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ اور سلطنت کی شخصیت اپنے اصلی خد و خال میں ظاہر ہو جاتی ہے۔

مقدمۃ الکتاب کو ختم کرتا ہوا میں اپنے عزیز دوست مکرمی جناب محمد صالح صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ایڈوکیٹ کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی چالیس سالہ بے لوث دوستی اور محبت کا پہلا نقش سینٹ جوسفس کالج بنگلور میں پڑا تھا۔ اس طویل عرصہ میں کئی انقلابات آئے۔ بچپن گیا۔ جوانی آئی جوانی کے بعد یہ دن بھی آئے۔ ماں، باپ، بھائی، بہن اور کئی دوست و احباب ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ کئی دوستیاں دشمنیوں میں بدلیں۔ اور دشمنیاں دوستی میں تبدیل ہوئیں لیکن اس دوستی و محبت کے چشمۂ صافی میں کبھی کدورت تک نہ آئی میں نے جب کرک پیٹرک کی کتاب کے ترجمہ کا ارادہ کیا۔ تو مجھے محسوس ہوا۔ کہ ایک ایسی جگہ کی ضرورت ہے جہاں بالکل سکون ہو۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے اپنا ایک کمرہ اس کام کے لئے میرے لئے مختص کر دیا۔ اور اس کے علاوہ انگریزی اصطلاحات اور محاوروں کے ترجمہ میں آپ سے بہت بڑی مدد ملی۔ بلکہ انہوں نے اپنی تمام انگریزی اور اردو لغات بھی اس کام کے اختتام تک میری تحویل میں دے دیں۔

ترجمہ کے بعد نوٹس اور دوسرے مضامین لکھنا تھا۔ ان تمام کے ختم ہوتے

Marfat.com

تک میں اس کام میں اس قدر منہمک رہا۔ کہ کبھی اخبار تک نہیں دیکھا۔ مجھے خود محسوس ہو رہا تھا۔ کہ میں آج کی اس دنیا میں نہیں بلکہ ڈیڑھ سو سال پہلے کی دنیا میں ہوں اور ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور قلمبند کر رہا ہوں۔ چاہے آپ اس کو میری دیوانگی سمجھیں یا کچھ اور۔ مجھے خیال تھا تو صرف اس قدر کہ اپنی زندگی میں اس کتاب کو شائع ہوتا ہوا دیکھ لوں اور بس۔ کتاب جب ختم ہوئی تو اشاعت کی فکر ہوئی اور جب میں نے اُس کے متعلق جناب ملک مبارک علی صاحب گوشۂ ادب لاہور کو لکھا۔ تو انہوں نے فوراً ہی اس کی اشاعت کا وعدہ کر لیا۔ اس سے جس قدر خوشی ہوئی اس کا اظہار الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ الفاظ کے ذریعہ شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔ خدائے پاک آپ کو اس کا اجر دے۔

اس کتاب میں جو دو تصویریں ہیں وہ میرے نسبتی برادر عبید اللہ بیگ صاحب کے آرٹ کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے یہ تصویریں خاص میری فرمائش پر اس کتاب کے لئے تیار کیں۔ ان میں سے سلطان کی جو تصویر ہے اور جس کا نام "آخری وقت میں اسلام کی غیرت کا نمود" رکھا گیا ہے۔ یہ ایک بالکل قدیم تصویر جو کینوس پر تھی۔ مگر بالکل بوسیدہ ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس تصویر کا چربہ اتارا ہے۔ یہ تصویر کلکتہ آرٹ اگزیبیشن کو بھی بھیجی گئی تھی۔ اور مدراس کے مشہور آرٹسٹ مسٹر ونکٹا چلم نے بھی اس کو نہایت پسند کیا تھا۔ دوسری تصویر گنبدِ اعلیٰ سرنگاپٹم کی ہے۔

بہر طور میری محنت جیسی کچھ ہے پیش ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ جس نے اس کام کا مجھے شوق دیا۔ وہی اس کو مقبولِ عام بھی بنائے گا۔

بنگلور۔ جون ۱۹۴۷ء

محمود

ماخذ

اس کتاب کی تدوین میں ہمیں نے بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے۔ اور جہاں ضرورت تھی ان کے نام مع نمبر صفحہ لکھ دئیے ہیں۔ میں یہاں ان تمام کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن چند کتابیں ہیں جن کے نام بہت زیادہ آئے ہیں۔ اس لئے ان کی نوعیت دکھلانے کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ ان کا ذکر یہاں کر دیا جائے۔ اور اصول تاریخ نویسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ کہ جہاں کہیں کرک پیٹرک نے سلطان پر اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب خود اس کی ہمعصر تاریخوں سے دیا جائے۔

(1) "Origin and conduct of the war with Tippu Sultan"

Marfat.com

۱۔ کرنل بٹسن کی کتاب "اے ریجن اینڈ کنڈکٹ آف دی وار ود ٹیپو سلطان"۔
یہ کتاب شاید سب سے پہلی کتاب ہے جو زوالِ سلطنت خداداد کے بعد ہی انگلستان میں شائع ہوئی۔ اس کی تاریخ اشاعت ۴ مئی ۱۸۰۰ء ہے۔ گویا سلطان کی شہادت کے ٹھیک ایک سال بعد شائع ہوئی ہے۔ مصنف "مارکویز آف ولزلی" گورنر جنرل کا ایڈی کانگ اور حملہ آور فوج کے ساتھ سرویئر جنرل کے عہدہ پر تھا۔ اس نے اس کتاب کو ڈائیریکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام معنون کیا ہے۔ کتاب میں اس جنگ کی اور خصوصاً سرنگاپٹم میں جو لڑائی ہوئی اس کی پوری تفصیل دی گئی ہے اور کتاب کے آخر میں کئی ضمیمے ہیں جن سے سلطان اور سلطنتِ خداداد کے متعلق بہت اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ سلطان کے چند خطوط بھی دیئے گئے ہیں جو اس نے فرانس والوں کو یا انگریزی گورنر جنرلوں کو لکھے تھے۔ کتاب کے شروع میں سلطان کی ایک تصویر، اور قلعہ سرنگاپٹم کے کئی نقشے ہیں۔

۲۔ تاریخ میسور از لفٹننٹ کرنل مارک ولکس۔
یہ کتاب بھی اسی زمانہ میں سرنگاپٹم میں لکھی گئی۔ جبکہ سلطان پہ دوسری کتابیں انگلستان میں شائع ہوئیں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۱۷ء میں شائع ہوا۔ کتاب دو ضخیم جلدوں میں باریک ٹائپ کے قریباً بارہ سو صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ ولکس نے اپنی یہ کتاب ریکارڈوں اور بہت سے دوسرے قلمی مسودات سے (جن میں خاص طور پر "سلطان التواریخ" قابلِ ذکر ہے) مرتب کی ہے۔ اس نے بہت سی روایات بدرالزماں خاں، میر غلام علی اور پورنیا وغیرہ سے لی

ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں چھوٹے سے چھوٹا معاملہ تک لے لیا گیا ہے۔ مگر پوری کتاب پر وہی رنگ غالب ہے۔ جو کرک پیٹرک کی کتاب میں ملتا ہے۔ بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ بعد کے انگریزی مورخین نے اسی کتاب سے حوالے دئیے ہیں

۳۔ ٹیپو سلطان، از کرنل ڈبلیو میلس۔

یہ کرمانی کی مشہور تصنیف، نشانِ حیدری کا انگریزی ترجمہ ہے لیکن کرنل میلس نے اس پر دیباچہ لکھتے ہوئے بہت سے حاشئے اپنی جانب سے چڑھائے ہیں۔

۴۔ ایمپائر اِن ایشیا اینڈ ہو وی کیم بائی اِٹ

(Empire in Asia and how we came by it)

یہ ایک ممبر پارلیمنٹ میجر ڈبلیو ٹارنس کی تصنیف ہے جس میں کمپنی کے عہدِ حکومت کی تاریخ سیاسی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اس میں الیسٹ انڈیا کمپنی کے طرزِ حکومت اور اس کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

۵۔ سفرنامہ کیاپٹن لٹل۔

یہ انگریزی افسر میسور کی تیسری جنگ میں شریک تھا اس کی پلٹن بمبئی سے سرنگا پٹم آئی تھی۔ اس نے اس کتاب میں راستہ کے حالات کے علاوہ سلطنت خداداد کے چشم دید حالات بھی لکھے ہیں یہ کتاب ایڈورڈ مور نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔

۶۔ حیدر علی و ٹیپو سلطان۔ از لیون بی بورنگ

یہ کتاب بورنگ نے اس وقت لکھی تھی جب وہ میسور کا چیف کمشنر تھا یعنی ۱۸۶۶ء میں۔ اس کا زیادہ تر ماخذ ولکس کی تاریخ ہے۔ یا یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ ولکس کی کتاب کا نچوڑ ہے۔ بورنگ نے کتاب کے اخیر میں لکھا ہے کہ غدر کے زمانہ میں مسلمان گنبدِ سلطانی میں جمع ہو کر آزادیٔ ہند کے لئے لڑنے والوں کی فتح کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ طرزِ تحریر سے واضح ہے۔ کہ بورنگ کو یہ ناگوار گزرا تھا۔ اسی جذبہ سے متاثر ہو کر شاید یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

۷۔ ماڈرن میسور:۔

یہ کتاب ابھی حال میں یعنی ۱۹۳۶ء میں ریاست میسور کے محکمہ تعلیم کے انسپکٹر جنرل یم شاما راؤ نے لکھی تھی۔ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اس میں ۱۶۰۰ء سے لے کر موجودہ زمانہ تک کے حالات ہیں۔ کتاب سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن تعصب کا رنگ یہاں بھی غالب ہے۔ بلکہ یہاں تک کیا گیا ہے کہ کرک پیٹرک کی کتاب سے جو چند خطوط اس میں نقل کئے گئے ہیں ان میں مصنف نے تحریف کر دی ہے۔

۸۔ میسور گزیٹر۔

یہ کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے رئیس نے یہ کتاب عرصہ ہوا۔ دو جلدوں میں لکھی تھی۔ اب اس کے بعد حکومت نے یہ کام مسٹر بی ہیوون راؤ سے لیا ہے۔ یہ کتاب گویا سرکاری ریکارڈ ہے لیکن کمال افسوس ہے۔ کہ اس میں بھی حد درجہ تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ اور نہ صرف حیدر علی و ٹیپو سلطان بلکہ راجگان وجیانگر کی حمایت میں سلاطین بیجاپور وغیرہ پر بھی لغو حملے کئے گئے ہیں۔

۹۔ رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا:۔

یہ ضخیم کتاب میجر باسو نے انگلستان میں رہ کر لکھی ہے۔ یہ کمپنی کے عہد حکومت کی تاریخ ہے۔ جو کمپنی کے ریکارڈوں سے لکھی گئی ہے اس لئے نہایت درجہ مستند سمجھی جاتی ہے۔

فارسی و اردو تاریخیں

۱۔ نشان حیدری ۔ از میر علی حسین کرمانی

یہ مورخ دربار عہد سلطانی میں برسوں رہا ہے۔ سقوط سرنگاپٹم کے بعد اس نے انگریزوں کی ملازمت کر لی تھی۔ وہ میجر سٹوارٹ اور بعد میں کرنل کالن میکنزی کے ماتحت سرنگاپٹم اور کلکتہ میں کام کرتا رہا۔ اور میجر فریڈ کی فرمائش پر اپنی یہ کتاب لکھی۔ کتاب کا آغاز لارڈ ولزلی کی تعریف سے شروع ہوتا ہے کتاب نہایت جامع ہے۔ اس نے ان سازشوں کا حال بھی لکھا ہے۔ جو سلطان کے امرا اور وزرا نے اس کے خلاف کیں۔ سوائے چند روایات کے جو انگریزوں کی ملازمت کی وجہ سے لکھنی پڑیں۔ باقی حالات اس نے خوب لکھے ہیں کتاب تذکرۃ البلاد والحکام بھی اسی مورخ کی تصنیف ہے۔ جو ۱۸۱۲ء میں انگریزوں نے اس سے لکھائی تھی اس میں جنوبی ہند کے پالیگاروں کے حالات کے علاوہ کرنول اور شاہنور کے پٹھانوں کی تاریخ بھی ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ملک جہان خان (ڈھونڈیا واغ) کے جو حالات اس مصنف نے لکھے ہیں وہ بغیر ایک حرف کی تبدیلی کے اس سے پہلے کی انگریزی تاریخوں میں بھی ملتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے یہ حالات اپنے انگریز افسروں کے حکم پر لکھے ہیں

Marfat.com

۲۔ کارنامۂ حیدری:۔

یہ کتاب کلکتہ میں مولوی عبدالرحیم صاحب نے فارسی زبان میں لکھی تھی اُس کو شہزادہ غلام محمد جو ٹیپو سلطان کے آخری فرزند تھے کے نام معنون کیا گیا ہے اس میں نشانِ حیدری سے زیادہ تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے اُردو ترجمہ کا نام حملاتِ حیدری ہے۔ جو شیخ احمد علی گوپاموی نے کیا تھا۔

۳۔ حیدر علی و ٹیپو سلطان ۔ از مولانا اشہری:۔

یہ کتاب پہلے پہل روز بازار پریس امرتسر، دفتر وکیل سے شائع ہوئی مصنف خود سرنگاپٹم آیا ہوا تھا۔ کتاب چھوٹی تقطیع کی دو جلدوں میں ہے۔ اُردو دان طبقہ کو شاید سب سے پہلے اسی کتاب نے حیدر علی و ٹیپو سلطان سے روشناس کرایا یہ کتاب گویا نشانِ حیدری۔ حملاتِ حیدری اور لیون بی بورنگ کا اقتباس ہے مصنف نے تینوں بیانوں کو ساتھ ساتھ دیا ہے۔

۴۔ ارمغانِ حیدری:۔

یہ کتاب سرنگاپٹم میں عبدالحمید صاحب نے جو گنبدِ اعلیٰ کے داروغہ تھے ۱۸۹۸ء میں خان بہادر جوہر مجلس محمد علی صاحب ڈپٹی کمشنر بنگلور کی فرمائش پر لکھی تھی۔ یہ ایک قلمی تاریخ ہے جس کا ماخذ نشانِ حیدری حملاتِ حیدری اور حیدر نامہ ہے لیکن ایک خوبی یہ ہے۔ کہ مصنف نے اس میں بہت سی مقامی روایات کو جگہ دی ہے جو اس کو اپنے والد سے معلوم ہوئیں۔ جو سرنگاپٹم ہی میں مقیم تھے اس کے علاوہ مصنف ایسے بہت سے لوگوں سے بھی ملا ہے۔ جو سلطان کے عہد میں موجود تھے۔ اس لئے اس کتاب میں سلطان کے ذاتی حالات زیادہ تفصیل

سے ملتے ہیں لیکن جوشِ عقیدت میں بعض روایات ایسی بھی لکھی گئی ہیں جو نا قابلِ فہم ہیں اور تاریخ سے تعلق نہیں رکھتیں۔

باقی کتابیں (انگریزی - فارسی یا اردو) جن کے حوالے اس کتاب میں ملیں گے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا ہے۔ صرف ناموں پر اکتفا کیا گیا؟ - ان میں خاص طور پر میتھک سوسائٹی بنگلور کا سہ ماہی رسالہ ہے۔ جس میں ریسرچ کے بعد خالص تاریخی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس کتاب میں ان سے بہت مدد لی گئی ہے۔

مَیں نے یہاں کتاب "تاریخ سلطنت خداداد" اور "تاریخ جنوبی ہند" کا ذکر عمداً نہیں کیا۔ کیونکہ یہ دونوں کتابیں میری اپنی تصنیف ہیں۔ اور مَیں نے ان سے حوالے بھی نہیں لئے ہیں۔ لیکن مَیں اتنا ضرور کہونگا۔ کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پیشتر یا بعد اگر "تاریخ سلطنت خداداد" کا مطالعہ کر لیا جائے۔ تو اس کتاب کے بہت سے حالات سمجھنے میں بہت آسانی ہو جائیگی۔ اور سلطنت خداداد کی پوری تاریخ اور اس کے دونوں جلیل القدر سلاطین کے حالات معلوم ہو جائیں گے۔ اس پسِ منظر کے بغیر اس کتاب کا مطالعہ تو راتشنہ سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

کتابوں کے نام

جن سے اس کتاب میں حوالے دِئے گئے ہیں

انگریزی

(۱) اے کلکشن آف ٹریٹیز۔ انگیج منٹس اینڈ سنڈس۔ جلد نہم۔ گورنمنٹ پرنٹنگ کلکتہ۔

(۲) تحفۃ المجاہدین انگریزی (یعنی تاریخ مالابار) از ڈاکٹر سید محمد حسین نیناز ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی یہ مدراس۔ یونیورسٹی مدراس

(۳) سلکشنس فرم پارلیمنٹری بلو بکس حصہ ایک تا چہار۔ مطبوعہ گورنمنٹ پریس بنگلور سنہ ۱۹۳۴ء

اردو

(۱) نظام علی خاں۔ از مولوی سراج الدین احمد حیدرآباد۔ مطبوعہ حیدرآباد۔

(۲) میر عالم۔ " " " " " " " " "

(۳) ناصر جنگ شہیدؒ۔ ازمولوی معین الدین احمد صاحب رہبر فاروقی حیدرآبادی

(۴) جہاد فی الاسلام۔ ازمولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔

(۵) سیرۃ النبیؐ۔ از ڈاکٹر مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہٗ۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ۔

(۶) سیر الصحابہ۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ۔

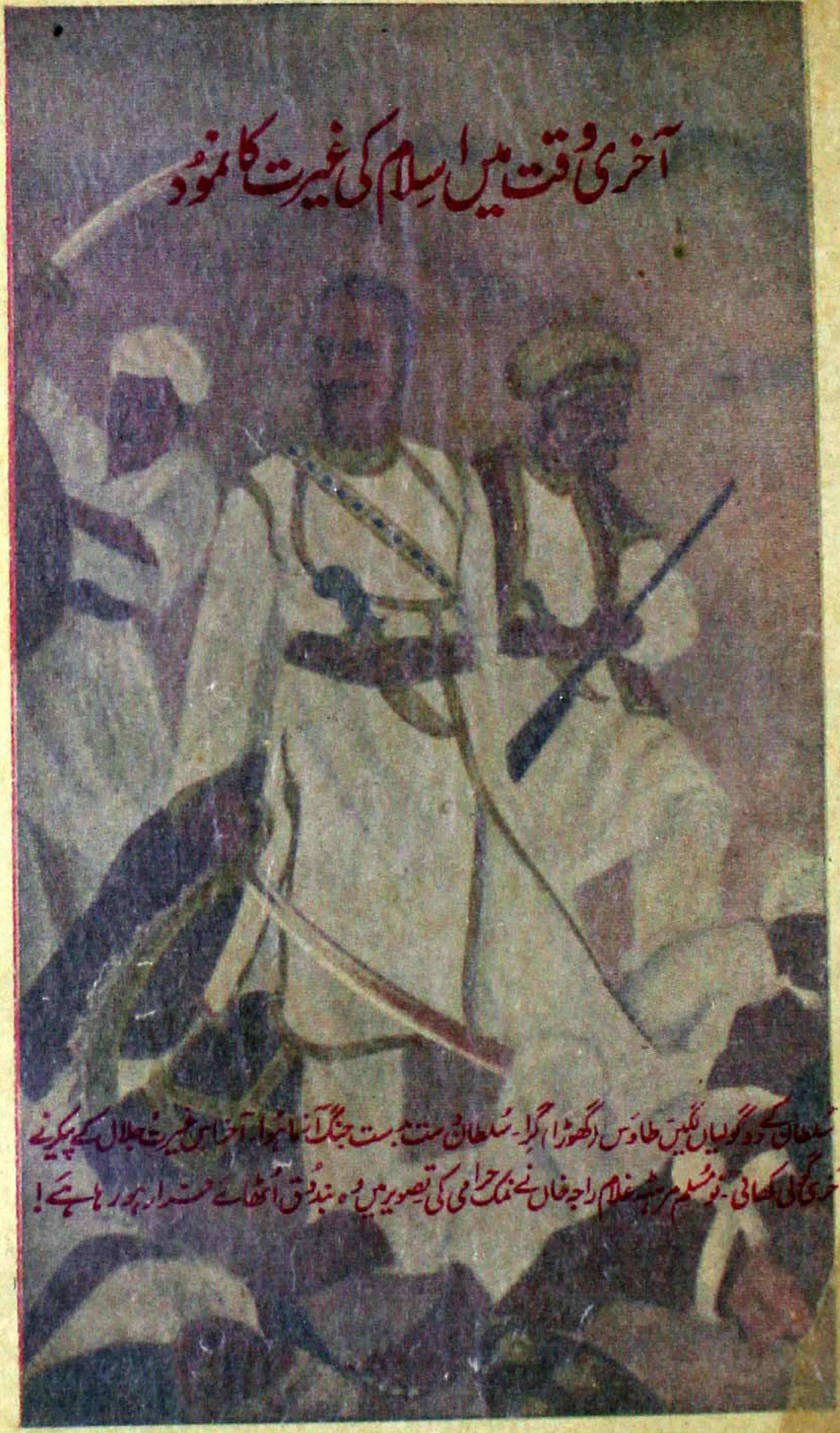
آخری وقت میں اسلام کی غیرت کا نمود
سلطان کے دو گولیاں لگیں طاؤس (گھوڑا) گرا۔ سلطان دست بدست جنگ آزما ہوا۔ آخر اس غیرت جلال کے پیکر نے
آخری گولی کھائی۔ نومسلم مرہٹہ غلام راجہ خاں نے نمک حرامی کی تصویر میں وہ بندوق اٹھائے کھڑا ہو رہا ہے!

Marfat.com

(۳) ناصر جنگ شہیدؒ ۔ از مولوی معین الدین احمد صاحب رہبر فاروقی حیدرآبادی

(۴) جہاد فی الاسلام ۔ از مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ۔

(۵) سیرۃ النبیؐ از علامہ سید سلیمان ندوی مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ ۔

(۶) سیر الصحابہ ۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ ۔

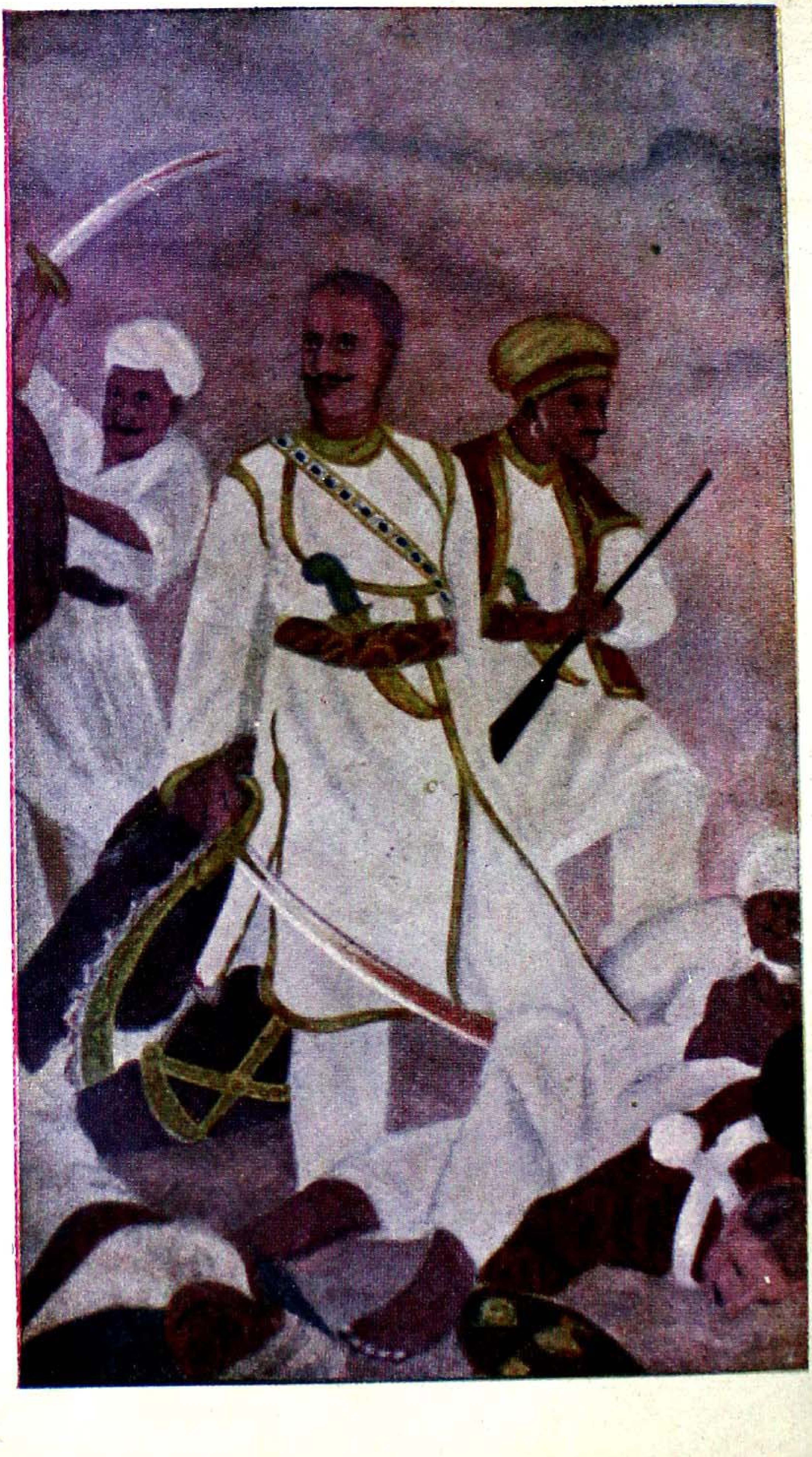

Marfat.com

ایام ولی عہدی

تاریخ میں سلطان کا نام پہلی دفعہ ۱۷۶۷ء میں آتا ہے اس وقت سلطان کی عمر قریباً سولہ سال تھی۔ اس وقت انگریزوں اور حیدر علی کے درمیان میسور کی پہلی جنگ ہو رہی تھی۔ حیدر علی مشرق میں مشرقی محاذ یعنی کرناٹک میں لڑ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ انگریزوں نے مغرب میں کوڑیال بندر (منگلور) پر قبضہ کر لیا ہے۔ حیدر علی نے اپنے فرزند کو اس مہم پر روانہ کیا۔ اور خود بھی پیچھے کمک لے کر روانہ ہوئے۔ سلطان نے منگلور فتح کر لیا اس کے بعد اسی جنگ میں حیدر علی نے جب مدراس پر چڑھائی کی تو سلطان اس فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس جنگ کا خاتمہ صلحنامہ مدراس ۱۷۶۹ء پر ہوا۔

۱۷۷۰ء سے ۱۷۷۲ء تک مادھو راو پیشوا (مرہٹوں) نے جب میسور پر حملہ کیا تو اس دو سال کے عرصہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں، ان سب میں سلطان شامل رہا ہے۔

شادی

۱۷۷۴ء میں بانوئے سلطنت رقیہ بانو، خواہر برہان الدین و دختر لالہ میاں شہید سے ہوئی یہ شادی خاندان ہی میں سلطان کی والدہ کی مرضی سے ہوئی تھی۔ لیکن حیدر علی کی خواہش تھی کہ سلطان کی شادی امام بخش نائطہ کی لڑکی سے کی جائے۔ چنانچہ اسی دن یہ شادی بھی ہوئی۔

میسور کی دوسری جنگ جو حیدر علی اور انگریزوں میں ہوئی۔ اس کا آغاز ۱۷۸۰ء میں ہوا۔ سلطان اس جنگ میں باپ کے ساتھ یا علیحدہ دو سال تک مختلف لڑائیوں میں شریک رہا۔ اس نے اس دو سال کے عرصہ میں کرنل لیانگ۔ کرنل بریتھ ویٹ۔ کرنل بیلی اور سرایر کوٹ کو شکستیں دیں۔

(حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۹ پر)

تخت نشینی

نواب حیدر علی کا انتقال ۱۷۸۲ء دسمبر میں ہوا اور سلطان نے تخت نشین ہو کر اس جنگ کو جاری رکھا۔ اور مندرجہ ذیل انگریزی جنرلوں کو مختلف محاذوں پر شکستیں دیں۔

کرنل کیمبل[۱]۔ کرنل ہمبرسٹون[۲]۔ کرنل فلرٹن[۳]۔ جنرل مکلوڈ[۴]۔ اور جنرل میتھیوز[۵]

گویا جس طرف رُخ کرتا تھا۔ فتح و نصرت اس کے قدم چومتی تھی۔ غرض انگریزوں کو اس قدر سخت شکستیں دیں کہ مجبور ہو کر انہوں نے صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء کر لیا۔

تخت نشینی کے وقت اس کی عمر تیس سال کی تھی۔ سلطان نے تخت نشین ہو کر نہ صرف جنگ جاری رکھی، بلکہ ملک میں اصلاحات بھی شروع کر دیں، جن کا اندازہ اسی کتاب کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ صلحنامہ منگلور کے چند دن بعد ہی نظام اور مرہٹوں نے متحد ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس کتاب سے اندازہ ہو گا کہ سلطان اپنے ہموطنوں یعنی مرہٹوں اور خود مسلمانوں یعنی حیدر آباد سے لڑنے

(حاشیہ صفحہ نمبر ۳۸) ۱؎ تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان از بورنگ صفحہ ۹۰
۲؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۹۹
۳؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۹۱
۴؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۰۳

۱؎ تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان از بورنگ صفحہ ۱۲۵
۲؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۰
۳؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۹
۴؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۱
۵؎ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۸

Marfat.com

سے کس طرح کبیدہ خاطر اور گریز کرتا رہا اور صلح و اتحاد کے لئے کیسی کیسی کوششیں کیں اور جب اس کی یہ تمام کوششیں ناکام رہیں تو وہ مجبوراً میدانِ جنگ میں اُترا۔ یہ جنگ قریباً دو سال تک جاری رہی سلطان نے اس جنگ میں انہیں متواتر شکستیں دیں اور شاہنور کے پاس اس جنگ کا جو آخری معرکہ ہوا۔ اس میں نظام اور مرہٹوں کو ایسی سخت شکست ہوئی کہ اس کے بعد یہ علیحدہ علیحدہ یا متحد ہو کر کبھی پھر سلطنت خداداد پر حملے کی جرأت نہ کر سکے۔

ابھی ان واقعات پر تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ ۱۷۸۹ء دسمبر میں انگریزی گورنر جنرل (لارڈ کارنوالس) نے بلا وجہ جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ کے اصلی اسباب یہ ہیں :-

(۱) انگریز ان شکستوں کی ندامت سے پیچ و تاب کھا رہے تھے جو گذشتہ لڑائیوں میں ٹیپو سلطان کے ہاتھوں انہیں ملی تھیں۔

(۲) ۱۷۸۴ء کے صلحنامہ منگلور کو وہ اپنی توہین سمجھ رہے تھے۔

(۳) امریکہ میں وہ اپنے مقبوضات کھو چکے تھے اس لئے ہندوستان میں اس کی تلافی کرنا چاہتے تھے لیکن ٹیپو کی طاقت ان کے راستہ میں حائل تھی چنانچہ سر ٹی منرو نے اسی زمانہ میں لکھا تھا :-

"ہماری فوجی طاقت ایسی ہے۔ کہ موقع دیکھ کر ہم آسانی سے پورے ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں۔ لیکن ٹیپو کی طاقت اس میں حارج ہے۔ اگر سرنگا پٹم پر قبضہ ہو گیا۔ تو تمام معاملات آسان ہو جائیں گے لیکن اس کے لئے ایک سکیم تیار کرنی پڑیگی۔ (امپائر ان ایشیا از میجر ٹارنس صفحہ ۱۷۰)

لیکن جنگ چھیڑنے کے لئے کوئی ظاہری سبب یا بہانہ بھی چاہیئے تھا۔ اور کارنوالس کی خوش قسمتی سے یہ بہانہ اسی وقت مل گیا اور وہ یہ تھا:۔

سلطنتِ خداداد کی سرحد پر ہالینڈ والوں کے دو قلعے تھے جنہیں وہ مستحکم کرنا چاہتے تھے سلطان نے اس پر اعتراض کیا۔ ہالینڈ والوں نے ٹراونکور کے راجہ کو لکھا۔ کہ یا تو وہ قلعے خرید سے یا ان کی تائید کرے ٹراونکور والوں نے اس کو قبول کر لیا۔ سلطان نے ہالینڈ والوں سے کہا کہ صلحنامہ کی رد سے وہ کوچین[1] کے راجہ کے ماتحت ہیں۔ اور وہ ان قلعوں کا خراج کوچین کے راجہ کو دے رہے ہیں تو ان کی خریدی کا حق سوائے کوچین کے دوسرے کو نہیں پہنچتا لیکن ہالینڈ والوں نے اس سے انکار کیا۔ تو سلطان نے ان قلعوں پر چڑھائی کر دی۔

(امپائر ان ایشیا صفحہ ۱۷۴)

انگریزوں نے ٹراونکور کو اپنا حلیف قرار دیتے ہوئے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ (حالانکہ وہ اس وقت تک حلیف نہیں تھا۔ سلطان کو جب معلوم ہوا تو اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ وہ اپنے ایک سفیر کو حالات کے واضح کرنے کے لئے روانہ کر رہا ہے۔ لیکن انگریزوں نے کہا کہ جب ٹراونکور پر جو ان کا حلیف ہے حملہ ہوا ہے۔ تو جنگ اٹل ہے۔

(امپائر ان ایشیا صفحہ ۱۷۴)

---

[1] ریاست کوچین سلطنت خداداد کے ماتحت تھی۔

Marfat.com

انگریز کافی تیاری کر چکے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ انکی اکیلی طاقت سلطان کو نیچا دکھا سکے گی۔ اسی خیال سے ڈائریکٹران کمپنی نے جنرل میڈوز کو مدراس کا گورنر منتخب کرتے ہوئے پوری کمان اس کے ہاتھ میں دے دی۔ کارنوالس کو بھی اس کی قابلیت پر پورا بھروسہ تھا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ انگریز تین طرف سے اچانک حملہ آور ہوئے اور سلطان کو خبر ہونے تک بہت سے مقامات پر قابض ہو گئے۔ جو انگریزی جنرل مختلف محاذوں پر تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ جنرل میڈوز گورنر مدراس۔ سپہ سالار اعلیٰ	مشرقی محاذ
۲۔ جنرل ایبر کرامبی گورنر بمبئی۔	مغربی محاذ
۳۔ جنرل میکسول	علیحدہ کمان
۴۔ کرنل فلایڈ	
۵۔ کرنل کلی	
۶۔ کرنل اسٹوارٹ	
۷۔ کرنل ہارٹلی	

یہ تمام نام بورنگ کی تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان کے صفحات ۱۴۵ سے ۱۵۰ تک ملتے ہیں۔

سلطان کی جنگی فراست اور تدابیر نے تمام محاذوں پر انگریزوں کو سخت شکستیں دیں۔ بلکہ سلطان نے انہیں اپنی سلطنت کے حدود سے باہر نکال دیا اور ہر جگہ ان کا تعاقب کیا اور یہ خطرہ محسوس کیا جاتا تھا کہ کہیں یہ سب گھر کر تباہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے مغربی محاذ کی فوجیں جہازوں پر سوار ہو کر واپس چلی گئیں اور مشرقی محاذ کی فوجیں مدراس واپس ہو گئیں۔

"سلطان کا ارادہ اس وقت انگریزوں کو ملک سے ہمیشہ کے لئے بدر کر دینے کا تھا

Marfat.com

اس غرض سے وہ بڑھتے بڑھتے پانڈیچری تک پہنچ گیا اور یہاں اس نے فرانسیسی گورنر سے چھ ہزار فرانسیسی سپاہ کی کمک چاہی۔ اور کہا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ لیکن گورنر نے کہا کہ "جب تک ملک فرانس سے منظوری نہ آئے۔ وہ کمک نہیں دے سکتا۔"

(تاریخ بورنگ صفحہ ۱۵۰)

بہرطور سلطان نے اس جنگ میں اپنی جنگی فراست و مہارت کا جو ثبوت دیا اس کے متعلق بورنگ اپنی کتاب "حیدر علی و ٹیپو سلطان" میں اس طرح اعتراف کرتا ہے:-

"یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ٹیپو نے ان جنگوں میں جو تدابیر اختیار کیں اور جو جنگی چالیں چلیں۔ انگریزی جنرل ان کے جواب سے قاصر تھے۔"

(صفحہ ۱۵۰)

دسمبر ۱۷۹۰ء کے آخری دنوں میں (ایک سال کی جنگ کے بعد) ٹیپو کی مہارتِ جنگ اور کامیابیوں کی وجہ سے انگریزوں کی حالت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ ان کی پوری فوجوں کے تباہ ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

(صفحہ ۱۵۱)

یہ خبریں جب کلکتہ میں کارنوالس کو پہنچیں۔ تو وہ گھبرا گیا۔ رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا کا مصنف لکھتا ہے:-

"جب حالات اس قدر تاریک ہو گئے تو لارڈ کارنوالس نے یہی بہتر سمجھا کہ بذاتِ خود میدان میں آکر فوج کی کمان کرے۔" (صفحہ ۲۷۲)

Marfat.com

لیکن امریکہ میں شکست کھاتے ہوئے اس جنرل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ٹیپو انگریزوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے اس نے نظام[1] اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر مدراس آ پہنچا۔ اور باوجود ان تین طاقتوں کے اتحاد کے یہ یقین نہیں تھا کہ سلطان کو شکست دی جا سکے گی۔ اس لئے مدراس پہنچکر کارنوالس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ:۔

"آمبور میں کرنل ریڈ کے ماتحت سلطان کے امراء وزراء سے سازشیں کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔"

(رائٹ آف دی کرسچین پادران انڈیا صفحہ ۱۳۳)

ماڈرن میسور صفحہ ۱۴۵

یہ سازشیں کامیاب ہوتی ہیں یہیں سے شکستوں کا آغاز ہوتا ہے یہاں تک کہ ۱۷۹۲ء میں پایہ تخت محاصرہ میں آجاتا ہے اور سرنگاپٹم کا صلحنامہ ہو کر سلطان کا آدھا ملک اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ولکس جیسا متعصب مؤرخ بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ:۔

"کارنوالس جیسے سیاست دان اور انصاف پسند شخص سے یہ اُمید نہیں تھی کہ وہ اس طرح بدعہدی کریگا۔"

یہ خبریں جب انگلستان پہنچیں تو مسٹر فاکس نے پارلیمنٹ میں کہا:۔

"کارنوالس نے لٹیروں کا ایک جتھا تیار کیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ

---

[1] نشانِ حیدری کا مصنف لکھتا ہے۔ کہ سلطانی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر نظام نے میر عالم کو کلکتہ بھیجا کہ سلطان کے خلاف جنگ کرنے پر گورنر جنرل کو آمادہ کرے۔

Marfat.com

سے وہ حقداروں کا حق لوٹ رہا ہے۔"

(ررائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا)

ایمپائر ان ایشیا کا مصنف لکھتا ہے:۔

"ٹیپو سے انتقام لے لیا گیا۔ اس کی رعایا کی نظروں میں اس کی عزت گھٹا دی گئی۔ اس کا نصف ملک حاصل کر لیا گیا۔ لیکن ٹرا ونکور جس کے نام پر یہ سب کچھ کیا گیا، اس کو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔"

(صفحہ ۱۸۶)

کچھ عجب نہیں تھا کہ سلطنت خداداد کا اسی وقت خاتمہ ہو جاتا ہندو مورخ لکھتے ہیں کہ:۔

"نانا فرنویس کی دُور اندیشی نے اس وقت اس سلطنت کو کامل تباہی سے بچا لیا۔ اس کو خوف تھا۔ کہ اس سلطنت کے مٹ جانے سے انگریز بہت زیادہ طاقتور ہو جائیں گے۔"

(رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا)

لیکن انگریزی مورخوں کی رائے ہے کہ:۔

"خود لارڈ کارنوالس کی سیاست اور دور اندیشی نے یہ مناسب سمجھا کہ ٹیپو کی طاقت کو پورے طور پر تباہ نہ کیا جائے۔ اس کو خوف تھا کہ اگر ایسا کیا گیا تو مرہٹے بہت زیادہ طاقتور ہو جائیں گے۔"

(ماڈرن میسور صفحہ ۱۶۵)

اس جنگ کے سات سال بعد میسور کی چوتھی یعنی آخری جنگ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے

اصلی وجوہات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) یورپ میں نپولین کی فتوحات سے انگلستان لرزہ براندام تھا۔

(۲) نپولین براہِ مصر ہندستان آنا چاہتا تھا۔ اس لئے انگریزوں کو اپنے مشرقی مقبوضات کی فکر دامنگیر ہوگئی۔

(۳) صرف سات سال کے اندر (صلحنامہ سرنگاپٹم ۱۷۹۲ء) سلطان نے اپنی فوجی قوت کو اس قدر بڑھالیا تھا کہ انگریز خوفزدہ ہوگئے۔

(۴) یہ ممکن نظر آتا تھا کہ نپولین اور سلطان متحد ہوجائیں گے۔

اس کے ردّعمل کے لئے ولزلی کو گورنر جنرل بناکر بھیجا گیا۔ اور بتاریخ ۱۸ جون ۱۷۹۸ء ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں نے فرانس کے خطرہ سے مطلع کرتے ہوئے اس کو لکھا کہ:۔

"ہماری حکومت جو مشرق میں ہے۔ فرانس والوں نے اس کو ہمیشہ حسد کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور اس وقت وہ ہندوستان پہنچنے کے لئے نزدیک تریں راستہ (براہ مصر) کی تلاش میں ہیں لیکن جب تک ہندوستان کی کوئی دیسی طاقت فرانس والوں کو کمک نہ دے۔ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ٹیپو ان کا حلیف ہے۔ اس لئے مصلحت یہی ہے کہ حالات بروئے کار آنے کا انتظار نہ کیا جائے۔ بلکہ فوراً ہی سلطان کی طاقت توڑ دی جائے"

(کتاب بٹسن صفحہ ۲۴۔ ضمیمہ)

ولزلی پہلے ہی سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوفزدہ تھا۔ اس نے سلطان

Marfat.com

کو لکھا کہ فرانس کی دوستی ترک کر دی جائے - اس خط میں اس نے بہت سی نصیحتیں بھی کی تھیں جن کا تجزیہ "ایمپائر ان ایشیا" کا مصنف اس طرح کرتا ہے :-

"مجھے حیرت ہے کہ آپ فرانس والوں سے دوستی بڑھا رہے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ میں اور ہمارے میں دشمنی پیدا ہو جائے گی یہ کیا غضب ہے کہ اشتراکیت پسند فرانسیسیوں سے دوستی بڑھائی جائے - اس سے تو آپ کی سلطنت میں گڑبڑ پیدا ہو جائیگی اور جمہوری خیالات کی وجہ سے آپ کی رعایا خود آپ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی اور وہ مذہب جس کی آپ حرمت کر رہے ہیں خطرہ میں پڑ جائیگا۔"

(صفحہ ۲۰۳)

پھر یہی مصنف ان نصیحتوں کا مفہوم ایک نہایت ہی معنی خیز پیرایہ میں اس طرح ادا کرتا ہے :-

"یعنی آپ ہمارے ساتھ مل کر ہمیں موقع دیں کہ ہم خود اس دین کو جس کو آپ چاہتے ہیں اس طرح بچائیں کہ آپ کی سلطنت پر قبضہ کر کے وہاں چرچ قائم کریں اور اپنی تہذیب پھیلائیں" (صفحہ ۲۰۳ خلاصہ)

ولزلی نے اس مکتوب کے ساتھ چند شرائط بھی بھیجی تھیں جن کا مفہوم "سب سڈی ایری سسٹم" تھا - سلطان کی غیور طبیعت نے ان شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا - اور یہی چیز بنائے جنگ بن گئی -

انصافاً دیکھا جائے تو سلطان ایک آزاد حکمران تھا - اس کو اختیار حاصل

ف اسلام کے اس ہمہ دار دشمن لارڈ نے سرنگا پٹم کی فتح کی خوشی نہایت شان و شوکت اور جلوس کے ساتھ کلکتہ کے گرجا میں منائی -"

تھا کہ جس سے چاہے دوستی کرے اور اس کے علاوہ ۱۷۹۲ء کے معاہدہ میں کوئی شرط ایسی نہیں تھی کہ وہ فرانس والوں سے دوستی نہ کرے۔ بہر طور فرانس سے اپنے مقبوضات بچانے کے لئے حفظِ ماتقدم کے طور پر سلطنتِ خداداد کو تباہ کر دیا گیا۔ لیکن اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ وہ صرف شبہات یا بہانے تھے لیکن دراصل ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے ہی سلطنتِ خداداد کو ختم کیا گیا۔ کیونکہ انگریز مصر میں نپولین کی روک تھام کا انتظام کر چکے تھے) اور وہ بندۂ بے دام نظام علی خاں بھی اس وقت انگریزوں کے ساتھ مل گیا اس وقت بھی وہی ذرائع اختیار کئے گئے جو کارنوالس نے سات سال پہلے اختیار کئے تھے۔ یعنی سلطان کے وزراء اور امراء سے سازشیں کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا، اور یہ سازشیں اس وقت اس قدر منظم تھیں کہ:۔

پہلے تو سلطان کو یہ اطلاع نہیں ملی کہ انگریزی فوجیں خفیہ طور پر سرحد پر جمع ہو رہی ہیں اس کے امراء اور وزراء نے اس کو آخیر وقت تک دھوکے میں رکھا کہ انگریزوں کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے سلطان کو انگریزی فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاع اس وقت ملی جب یہ فوجیں ملک کے اندر بہت دور تک آ چکی تھیں۔[1]

---

[1] سلطان کو انگریزوں نے اپنے ارادوں کی اس وقت اطلاع دی جب انکی فوجیں پایہ تخت سے صرف ایک دن کے فاصلہ پر تھیں یعنی اس کو کوئی مہلت نہیں دی گئی کہ صلح و آشتی سے معاملہ طے کرے۔ ولزلی نے ہارس کو ہدایات دی تھیں کہ سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لینے کے بعد ہی سلطان سے صلح کی گفتگو کی جائے۔

(دا یمپائر ان ایشیا صفحہ ۲۰۶)

Marfat.com

میر صادق نے اس کا پورا پورا انتظام کر دیا تھا۔ سداسیر اور ملولی میں دو جھڑپیں ہوئیں تو یہاں میر قمر الدین (سپہ سالار) نے پوری دغا دی بلکہ ملولی میں سلطانی فوجوں پر ہی حملہ کر دیا۔ بدر الزمان خان کی غداری سے سلطان پایہ تخت میں گھر گیا۔ میر معین الدین اور پورنیا کی سازش سے فوج نہتی ہو گئی۔ انگریزی فوج قلعہ پہ آ گئی اور سلطان جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا۔"

(اقتباس از نشانِ حیدری)

ایک انگریز مورّخ نے اس فتح پر اپنی رائے یوں دی ہے:۔

"ہندوستان میں انگریزوں کی راہ میں ٹیپو ہی ایک سنگِ گراں تھا۔" یہ بالکل سچ ہے۔ کیونکہ اس سنگِ گراں کے ہٹتے ہی تین چار سال کے اندر اندر پورے ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔"

۱۷۹۹ء - سلطان کی شہادت اور سلطنت خداداد کا خاتمہ۔

۱۸۰۰ء - ارکاٹ۔ تنجاور اور اودھ کی حکومتوں کا خاتمہ۔

۱۸۰۱ء - نظام الملک (حیدر آباد) کی آزادی کا خاتمہ۔

۱۸۰۲ء - مرہٹہ سلطنتوں کا خاتمہ (کرنل ٹبسن لکھتا ہے۔ کہ "زوالِ سرنگاپٹم کی خبر کے ساتھ ہی مرہٹے بالکل ٹھنڈے ہو گئے۔" صفحہ ۲۱۵)

۱۸۰۳ء - دہلی پر قبضہ اور اس کی وجہ سے پورے ہندوستان پر انگریزی تسلط

"اب رہے سلطان کے ذاتی حالات اور ملکی اصلاحات وغیرہ، وہ اسی کتاب میں آئندہ صفحات میں ملیں گے۔ ان کے متعلق یہاں صرف دو شہادتوں پر اکتفا

کرتا ہوں جس سے اس کی طرزِ حکمرانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کیپٹن لٹس اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:۔

"جب ہم اس ٹیپو کے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت و حرفت کی ترقی کی وجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جا رہے ہیں رعایا اپنے کاموں میں مصروف و منہمک ہے۔ زمین کا کوئی حصّہ بھی بنجر نظر نہیں آیا۔ قابلِ کاشت زمین جس قدر بھی مل سکتی ہے اس پر کھیتیاں لہرا رہی ہیں۔ ایک انچ زمین بھی بیکار نہیں تھی۔ رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبّت اتم درجہ موجود ہے فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں ہے"

میجر ٹارنس ممبر پارلیمنٹ ایمپائر اِن ایشیا کے صفحہ ۲۱۰ پر لکھتا ہے:۔

"ٹیپو کے زیرِ حکمرانی میسور، تمام ہندوستان میں سب سے زیادہ سر سبز اور اس کے باشندے سب سے زیادہ خوشحال تھے۔"

مورّخ سنکلیر نے یہاں تک اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ "سرنگاپٹم کے باشندوں نے اپنی دولت انگریزوں کو پیش کرنی چاہی کہ وہ سلطنت کو ٹیپو کے خاندان میں چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رعایا میں نہایت ہی ہر دلعزیز تھا"۔

سلطان اور ریاست میسور

انگریزی مورخین کے ساتھ ملکی مورخین نے بھی اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ

(۱) سلطان کی جابرانہ پالیسی کی وجہ سے ہی میسور کے راجہ کے خاندان نے اُس کے خلاف سازشیں کیں۔

(۲) حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا قبضہ اس ریاست پر غاصبانہ تھا اس جملہ کے ساتھ فخر و مباہات سے لکھا جاتا ہے کہ :-

"سلطان کے بعد ریاست انصافاً اپنے جائز وارثوں کو واپس مل گئی۔" (دی ماڈرن میسور)

ان مورخوں کے ان نظریوں کو تسلیم کرنے کے لئے دیکھنا چاہیئے کہ :-

(۱) آیا یہ کہ سازشیں (جو اس خاندان نے کیں) سلطان ہی کے زمانہ میں ہوئی تھیں کہ انہیں جائز قرار دیا جا سکے؟

(۲) آیا سلطان کا سلوک اس خاندان سے جابرانہ طرز کا رہا؟

(۳) آیا مرہٹوں، انگریزوں اور نظام نے جو جنگیں سلطان سے کیں، کیا وہ اس خاندان کو جائز وارث سمجھتے ہوئے، اس کو حکومت دلانے کے لئے کی تھیں؟

میسور کے ان سلاطین کا عہد تقریباً ۱۷۶۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ اور

Marfat.com

۱۷۹۹ء پر ختم ہو جاتا ہے یعنی :-

نواب حیدر علی ۱۷۶۱ء سے دسمبر ۱۷۸۲ء۔

ٹیپو سلطان ۱۷۸۲ء سے مئی ۱۷۹۹ء۔

اب ان سازشوں کی تاریخیں دیکھئے۔

۱۷۶۱ء۔ رانی نے حیدر علی کے خلاف کھنڈے راؤ سے مل کر جو سازش کی اس کی ناکامی پر وہ ہمت نہیں ہاری۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۶۸)

۱۷۶۵ء۔ رانی نے حیدر علی کے خلاف مرہٹوں سے مدد مانگی۔ (ہر ہائنس آف میسور)

۱۷۶۶ء۔ رانی لکشمما نے لارڈ پیگاٹ (گورنر مدراس) کے پاس اپنا خفیہ ایجنٹ بھیجا۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۷۰ء۔ رانیوں نے ترمل راؤ کو ایجنٹ بنا کر پیشوا مادھو راؤ کے پاس بھیجا۔ (ہر ہائنس آف میسور)

۱۷۸۲ء۔ ۲۸ر اکتوبر کو رانی کے ایجنٹ ترمل راؤ نے حیدر علی کے خلاف انگریزوں سے معاہدہ کیا۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۸۴ء۔ صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء کے بعد بھی جب سلطان انگریزوں کے خلاف جنگ میں کامیاب ہوا۔ تو رانی نے اپنی کوششیں نہیں چھوڑیں (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۹۰ء۔ میسور کی تیسری جنگ سے پیشتر رانی نے جنرل میڈوز (گورنر مدراس) سے خفیہ خط و کتابت شروع کی۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۰)

۱۷۹۶ء۔ رانی نے اپنے ایجنٹ ترمل راؤ کے ذریعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو ٹیپو کی تیاریوں اور فرانسیسیوں سے دوستی کرنے کے معاملہ پر متوجہ کیا۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۱)

۱۷۹۹ء سنہ درانی نے فروری میں لارڈ ولزلی کو خط لکھا۔کہ ہم آپ کے سایہ میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۱)

(مذکورہ بالا سازشیں اُن سازشوں کے علاوہ ہیں۔جو خاص پایہ تخت میں کی گئی تھیں)

مذکورہ بالا تاریخوں سے معلوم ہوگا۔کہ ان سازشوں کا سلسلہ سلطان کے عہد میں شروع نہیں ہوا۔بلکہ یہ حیدر علی کے آغاز ہی میں شروع ہو چکا تھا اس لئے دوسرا الزام کہ "سلطان کا سلوک اس خاندان سے جابرانہ تھا" قابلِ قبول نہیں رہتا۔تاہم میں دکھاؤنگا۔کہ ان مسلمان سلاطین کا اور اس ریاست کا باہمی تعلق کیسا تھا

یہ سچ ہے۔کہ حیدر علی کی زندگی کا آغاز میسور کے راجہ کی ملازمت سے شروع ہوتا ہے۔اور یہ جانباز سپاہی ترقی کرتے کرتے ڈنڈیگل کا گورنر بن جاتا ہے۔لیکن اسی وقت مرہٹے میسور پر حملہ کر کے سوائے پایہ تخت کے راجہ کے پورے علاقہ پر قابض ہو جاتے ہیں اور جب نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو حیدر علی کو طلب کیا جاتا ہے۔اور انہیں سپہ سالار کا عہدہ دیا جاتا ہے۔راجہ کے پاس اس قدر روپیہ بھی نہیں تھا کہ نئے سپاہی بھرتی کر سکتا۔بلکہ جو فوج تھی۔اس کو بھی عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی[1]۔اور ملک کے مہاجن روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں تھے[2]۔ حیدر علی نے یہ روپیہ اپنی ضمانت پر حاصل کیا[3]۔اور مرہٹوں سے خونریز لڑائیاں

---

[1] ماڈرن میسور صفحہ ۲۲۸ ۔

[2] " " " ۲۲۸ ۔

[3] " " " ۲۲۸ ۔

Marfat.com

لڑکر ملک کو مرہٹوں سے نجات دلائی. لیکن اس کا صلہ اس جانباز سپاہی کو یہ ملتا ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ اس کا اعزاز بڑھایا جائے راجہ اور خود حیدر علی کا افسر ملازم کھنڈے راؤ اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے خوف کھا کر اس کی جان لینے کی خفیہ سازش کرتے ہیں۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے کہ شب میں حیدر علی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر اسی شام کو حیدر علی کو اس کی اطلاع ملتی ہے اور وہ اپنے اہل و عیال کو خدا کے بھروسے چھوڑ کر اندھیری رات میں سرنگا پٹم سے فرار ہوتے ہیں اور اسی طرح اس ملازمت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کرنل ولکس اپنی تاریخ میسور میں لکھتا ہے:۔

"Hyder was now left as it were to begin the world again on the resources of his own mind."—(Wilk's History of Mysore, Vol. I, page 259)

ترجمہ:۔ حیدر اب کیا کرے؟ گویا کہ اسے اپنی نئی دنیا از سر نو بنانی تھی اور وہ بھی اپنی دماغی صلاحیتوں کے بوتے پر! (تاریخ میسور از ولکس صفحہ ۲۵۹)

بلکہ یہی نہیں۔ اس فراری کی جب خبر ملتی ہے تو راجہ کی فوج کھنڈے راؤ کی سرکردگی میں تعاقب میں آتی ہے۔ جب حیدر علی بنگلور پہنچ جاتے ہیں اور یہاں کبیر بیگ ڈپٹی کمشنر لسٹین خاں اور فضل اللہ خاں ہیبت جنگ کی مدد سے فوج تیار کر کے، کھنڈے راؤ کو شکست دیتے ہیں اور بڑھ کر سرنگاپٹم پر بزور شمشیر قبضہ کر لیتے ہیں۔

ان واقعات کی موجودگی میں، یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ حیدر علی غاصب

حکومت تھے ہ۔ یہ نہایت تعجب انگیز امر ہے۔ کہ بے قصوران کی جان لینے کی کوشش بھی کی جائے۔ اور جب وہ بچکر نکل جائیں۔ تو انہیں بدستور حکومت کا ملازم بھی کہا جائے اور غاصب بھی کہا جائے۔ ملازمت کا خاتمہ تو خود راجہ نے کر دیا تھا اور سرنگاپٹم جو فتح ہوا تھا تو وہ بزورِ شمشیر فتح ہوا تھا۔ حیدر علی نے حکومت اس طرح پر اسرار طور پہ حاصل نہیں کی تھی۔ جس طرح میسور کے راجہ راج وڈیار نے وجیانگر کے وائسرائے ترل راج سے ۱۶۱۰ء میں حاصل کی تھی۔ جس کے متعلق ولکس اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۷-۲۶ پر لکھتا ہے۔

"۱۶۱۰ء میں سرنگاپٹم کا حصول جو نہ صرف اس عہد کا بلکہ خاندان کی تاریخ میں بھی ایک نہایت اہم واقعہ ہے، مختلف مسودوں میں مختلف طور پر بتایا گیا ہے۔ جو صرف سازشوں کی پُر اسرار پیچیدگیوں کو ثابت کرتا ہے جنہیں بے نقاب کرنا ہمعصرین کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے۔"

ان مذکورہ بالا شہادتوں سے صاف ثابت ہے کہ حیدر علی نے راجہ کی ملازمت میں رہتے ہوئے کسی مکر و فریب یا اور طریقہ سے راجہ کی ریاست کو غصب نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ آزاد تھے اور آزادوں کر میسور کو بزورِ شمشیر فتح کیا تھا۔ یہ ان کا احسان تھا کہ انہوں نے اس حکومت کو ہمیشہ کے لئے ختم نہیں کیا۔[1]

---

[1] معلوم ہوتا ہے۔ کہ حیدر علی نے اس خاندان کا پاس ملحاظ اس لئے رکھا۔ کہ وہ اور ان کے خاندان کے کئی لوگ پہلے اس کا نمک کھائے ہوئے تھے۔

سرنگاپٹم پر قبضہ کے بعد جب ان کی فتوحات اور بڑھ جاتی ہیں تو نواب بسالت جنگ بہ حیثیت صوبہ دار دکن انہیں سرا کی صوبہ داری دیتا ہے جس کی تصدیق خود شہنشاہ ہند بھی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے جس قدر بھی پالیگار یا راجہ اس علاقہ یعنی کرناٹک بالاگھاٹ میں تھے، وہ سب کے سب قانوناً حیدر علی کے تابع اور خراج گزار بن جاتے ہیں۔ اسی طرح میسور کا راجہ بھی قانوناً اب ان کا خراج گزار بن جاتا ہے۔ چونکہ پہلے ان کی جان لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس لئے اس وقت بہ نظرِ احتیاط حیدر علی نے راجہ کی فوج کو برخاست کر دیا اور زمینداری کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔[1][2] (ٹھیک اسی طرح جیسے آج کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ کیا جاتا ہے) اور یہ زمینداری ۳۳ گاؤں[3] سے بڑھ کر

---

[1] شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے جب سرا کا صوبہ قائم کیا۔ تو کرناٹک بالاگھاٹ کا تمام علاقہ اور یہاں کے پالیگار اور زمیندار اس صوبہ دار کے ماتحت کر دئیے گئے میسور بھی اسی صوبہ سرا کے ماتحت تھا۔

[2] زمینداری میسور کے راجاؤں کو بیجاپوری اور مغلیہ ریکارڈوں میں راجہ نہیں۔ بلکہ زمیندار اور ریاست کو زمینداری لکھا گیا ہے۔ صوبہ دار دکن ناصر جنگ شہید کے ریکارڈوں میں یہی الفاظ موجود ہیں۔

[3] ۔ کرنل ہٹسن کی کتاب صفحہ ۲۳۰ جیمس گرانٹ کے حوالہ سے ہٹسن لکھتا ہے کہ راج وڈیار ایک چھوٹا سا پالیگار تھا۔ جس کے ماتحت میسور کے علاوہ ۳۱ موضعات یا گاؤں تھے۔ اور اس وقت میسور چکرائے پٹن کے راجہ کا خراج گزار تھا۔ "سرنگاپٹم پر قبضہ کے بعد یہ ۳۳ گاؤں کی ریاست ہوئی۔ حیدر علی کے ملازم ہونے کے بعد اس میں کچھ توسیع ہوئی۔ لیکن بعد میں مرہٹے سرنگاپٹم کے پورے علاقہ پر قابض ہو چکے تھے۔

Marfat.com

نہیں تھی جس کی سالانہ آمدنی تین لاکھ پگوڈا تھی[1]۔ اور یہ بھی اسی حیدر علی کی رواداری تھی۔ کہ راجہ کے اعزاز و مراتب اسی طرح رکھے جاتے ہیں۔ اور اس کو دسہرہ منانے یا مسند پر بیٹھنے کی اجازت حاصل رہتی ہے[2]۔ اس راجہ کا انتقال جب ۱۷۶۶ء میں ہوتا ہے تو بہ حیثیت صوبہ دار سرا، حیدر علی، رانی کی درخواست پر، اس کو خاندان کے کسی لڑکے کو انتخاب کرنے اور متبنّیٰ کرنے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ اس موقع پر حیدر علی نے بذاتِ خود نذر وغیرہ پیش کی وہ سراسر غلط ہے کیونکہ یہ اجازت حیدر علی نے ملیبار سے بھیجی تھی۔ جہاں وہ جنگوں میں مصروف تھے[3]۔ شاید حیدر علی (یا بعد میں ٹیپو سلطان) اس وقت قانون عدم استحقاق (Doctrine of Lapse) سے ناواقف تھے۔ جس کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں نہایت شد و مد سے جاری کیا تھا[4]۔

یہاں یہ لکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ حیدر علی کے عہد کے شروع میں جب مادھو راؤ پیشوا نے بدنور کی راجدھانی کے متعلق حیدر علی کو الزام دیا کہ وہ بدنور کے غاصب ہیں تو حیدر علی کے وکیل اپاجی رام نے اس سے کہا۔ کہ

---

[1] تاریخ میسور از کرنل ولکس صفحہ ۲۹۴ ؛ [2] ماڈرن میسور صفحہ ۱۱۸ ؛

[3] کتاب بٹس صفحہ ۲۳۳ ؛

[4] لارڈ ڈلہوزی نے اپنے عہدِ حکومت میں میسور کے راجہ کے خاندان پر بھی اس قانون کا اطلاق کرنا چاہا لیکن ڈائرکٹرانِ کمپنی نے اس بنا پر نامنظور کیا کہ ڈلہوزی کی پالیسی سے اسوقت ہندوستان میں ایک عام ناراضگی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ اس گورنر جنرل نے اسوقت بہت سی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔

آپ بھی غاصب حکومت ہی تو ہیں۔ ورنہ بتلایئے کہ مرہٹوں کا اصلی اور جائز حاکم جو سیواجی کے خاندان کا ہے۔ وہ کہاں ہے؟[۱] اس پر مادھو راؤ نے شرم سے سر جھکا لیا۔ کیونکہ پیشوایان پونا نے اس خاندان کو قید کر کے ہی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔[۲] یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ مادھو راؤ نے حیدر علی کو میسور کے متعلق الزام نہیں دیا۔ کیونکہ وہ حالات سے واقف تھا۔ بلکہ اس نے حیدر علی کو جائز حکمران تسلیم کر لیا تھا۔[۳]"

مرہٹوں کے بعد انگریزوں نے بھی نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو ہی اس سلطنت کا اصلی اور جائز مالک اور وارث تسلیم کر لیا تھا اس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ:۔

(۱) حیدر علی اور انگریزوں میں دو جنگیں ہوئیں جنہیں تاریخ میں میسور کی پہلی اور دوسری جنگ کہا جاتا ہے۔

(۲) ٹیپو سلطان اور انگریزوں میں دو جنگیں ہوئیں جنہیں تاریخ میں میسور کی تیسری اور چوتھی جنگ لکھا گیا ہے۔

(ان میں سوائے دوسری جنگ کے باقی تین خود انگریزوں نے شروع کی تھیں) ان جنگوں کے علل و اسباب تاریخوں میں دیئے گئے ہیں۔ ان میں کہیں بھی راجہ کے خاندان کا ذکر نہیں ہے۔ اگر جنگوں کے علل و اسباب میں یہ ذکر نہیں ہے تو لازمی طور پر فتح کے بعد تو اس پر زور دیا جاتا تھا مگر شرائط صلح میں بھی ایک لفظ تک

---

[۱] ۔ تاریخ میسور از ولکس صفحہ ۳۰۴؎

[۲] ۔ تاریخ میسور از کرنل ولکس صفحہ ۳۰۴؎

[۳] ۔ ماڈرن میسور۔

س کے متعلق نہیں ہے۔

لارڈ کارنوالس نے ۱۷۹۲ء میں پائے تخت کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت اس کے ساتھ نظام اور مرہٹے بھی تھے سلطان نے مجبور ہو کر صلح کر لی شرائط صلح موجود ہیں انہیں سلطان کا نصف ملک اور تین کروڑ روپیہ بطور تاوان جنگ لیا گیا لیکن راجہ کے خاندان کے متعلق کوئی ذکر ان شرائط میں نہیں ہے۔

۱۷۹۹ء یعنی میسور کی چوتھی اور آخری جنگ میں جنرل ہارس نے پائے تخت کا محاصرہ کر لیا سلطان کو جو شرائط صلح ۲۸ اپریل ۱۷۹۹ء کو بھیجی گئیں ان میں دو کروڑ روپیہ اور نصف ملک کا مطالبہ کیا گیا۔ اور یہ بھی لکھا گیا کہ اگر سلطان ان شرائط پر راضی ہو جائے یعنی اطاعت کر لے تو بقیہ نصف مملکت اس کے لئے چھوڑ دی جائے گی[1]۔ ان شرائط میں بھی کہیں اس خاندان کا ذکر تک نہیں ہے۔

انگریزی گورنر جنرلوں (خصوصاً کارنوالس، سر جان شور، ورولزلی) اور سلطان میں خط و کتابت رہی ہے۔ ان گورنر جنرلوں کے مکاتیب انگریزی میں شائع ہو چکے ہیں، اور کرنل بٹسن نے بھی اپنی کتاب میں ولزلی کے چند خطوط جو سلطان کے بنام تھے، دیئے ہیں۔ ان تمام خطوں میں کہیں اشارۃً بھی اس خاندان کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ انگریز بھی حیدر علی اور سلطان ہی کو اس سلطنت کا جائز مالک اور وارث تسلیم کرتے تھے۔

مذکورہ بالا دلائل سے صاف ثابت ہے کہ:۔

---

[1] یہ گیارہ شرائط ہیں، جنہیں بٹسن نے اپنی کتاب کے ضمیموں کے صفحہ ۱۵۴ پہ دیا ہے۔

Marfat.com

(۱) حیدر علی نے ملازمت میں رہتے ہوئے غداری نہیں کی۔ اور نہ سازشوں سے حکومت پر قبضہ کیا۔

(۲) حیدر علی کا ریاست پر قبضہ، فاتحانہ تھا۔ اور وہ قانوناً اس کے مالک ہو گئے تھے۔

(۳) حیدر علی نے جس وقت زمام سلطنت سنبھالی تو اس وقت وہ راجہ کے ملازم نہیں تھے۔

(۴) سرا کی صوبہ داری نے قانوناً انہیں میسور کا "پیراماونٹ پاور" (Par amount Power) یعنی "حکومت بالادست" کی حیثیت دے دی تھی اور راجہ کی حکومت ان کے ماتحت ایک باجگزار زمیندار کی سی تھی[1]

(۵) حیدر علی ہو یا ٹیپو سلطان۔ ان دونوں کے عہد میں مرہٹوں، نظام اور انگریزوں سے کئی معاہدے ہوئے۔ ان میں کہیں بھی اس ریاست کی بحالی یا غیر بحالی کا اشارہ تک نہیں ہے۔

(۶) سلطان نے حکومت اپنے باپ سے پائی تھی۔ اور وہ قانوناً اس کا جائز وارث و حقدار تھا۔ اور اس انگریزی کمیشن نے جو سقوط سلطنت کے بعد تقسیم کے لئے بیٹھی تو اس نے بھی راجہ کے خاندان کو نہیں، بلکہ سلطان کے خاندان کو اس کا جائز وارث تسلیم کیا۔

---

[1] مغلیہ ریکارڈوں میں میسور کو زمینداری ہی لکھا گیا ہے۔ بیجاپور والوں نے بھی اس کو زمینداری ہی لکھا ہے۔ صوبہ دارانِ دکن کے ریکارڈوں میں یہی لفظ موجود ہے۔ ناصر جنگ نے بھی اس کو زمینداری ہی کے نام سے مخاطب کیا ہے۔

Marfat.com

ان حقائق کے ہوتے ہوئے کیا یہ افسوسناک امر نہیں ہے کہ مدارس کی مروجہ تاریخوں بلکہ سرکاری مطبوعات تک میں جیسے میسور گزیٹر وغیرہ ہیں، ان سلاطین عظام کو غاصب لکھا جاتا ہے۔ یہ زمانہ کی نیرنگی اور اُس غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ جو ہندوستان پر مسلط ہے۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا سلوک راجہ کے خاندان سے

باوجود فاتح ہونے اور یہ جاننے کے بھی کہ کس طرح راجہ کے خاندان نے ان کی جان لینے کی کوشش کی تھی، نواب حیدر علی نے اس خاندان سے جو سلوک کیا۔ شاید تاریخ مشکل سے اس کی نظیر دے سکے گی۔ یہ فاتح سپاہی، بدنور کی فتح کے بعد جب اس کے خلاف یہاں سازش ہوتی ہے۔ تو دیو نور کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے حکومت سے محروم کر کے قید و بند میں جکڑ دیتا ہے۔ لیکن سرنگا پٹم کی فتح کے بعد راجہ کے خاندان سے جو سلوک کرتا ہے۔ اس پر حیرت ہوتی ہے:۔

(۱) وہ راجہ اور اُس کے لئے تین لاکھ (پگوڈے) کی جاگیر (جو اُس خاندان کی قدیم زمینداری تھی) محفوظ کر دیتا ہے۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۴۲)

(۲) وہ راجہ اور اُس کے خاندان کے اعزاز و مراتب بحالہ قائم رکھتا ہے۔

(ماڈرن میسور صفحہ ۲۶۸)

(۳) وہ راجہ کو دسہرہ منانے۔ اپنے درشن دینے۔ نذرانہ لینے اور دربار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

(ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۲)

Marfat.com

بیکن :-

"پچھلی دفعہ چونکہ اس کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ اس لئے وہ:-

(۱) راجہ کی زمینداری کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے (جس طرح آج بھی انگریزی حکومت میں کمیشن یا کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ کیا جاتا ہے)

(۲) راجہ کی فوج کو برخاست کر دیتا ہے۔ (انگریزی حکومت میں بھی کیا گیا اور کیا جا رہا ہے)

نواب حیدر علی کے بعد سلطان نے بھی یہی سلوک اس خاندان سے آخر تک جاری رکھا۔ اس کا ثبوت تاریخ اس طرح دیتی ہے :-

(۱) حیدر علی کے خاندان کی حیثیت اس راجہ کے خاندان پر ایک ریجنٹ کی سی ہے۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۶۸)

(۲) دسہرہ کا سالانہ دربار جو ایک سیاسی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ممانعت حیدر علی یا ٹیپو سلطان سے کبھی نہیں ہوئی۔

(ماڈرن میسور صفحہ ۲۷۲)

بٹس اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ کہ :-

سلطانی توشہ خانہ خاص سے بھی اس خاندان کو ضروریات فراہم کی جاتی تھیں۔ (ماڈرن میسور صفحہ ۲۳۰)

قلمی تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ کرشنا راج وڈیر جس کو سقوط سلطنت کے بعد میسور کی حکومت دی گئی، وہ سلطان کو چچا پکارتا تھا۔

اس اقرار کے بعد ماڈرن میسور یا میسور گزیٹر کے مصنف کو یا دوسر

مؤرخوں کو جب سلطان پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ملتی تو انہوں نے یہ لکھا ہے کہ :۔

"۱۷۹۶ء میں جب راجہ کا انتقال ہوگیا تو سلطان نے اس کے بیٹے، کرشناراج وڈیرہ کو جانشین مقرر نہیں کیا اور ۱۷۹۹ء تک کوئی دربار نہیں ہوا"

اس کا جواب دینے سے پیشتر کرنل ہٹسن کی کتاب دیکھی جائے تو اس میں لکھا ہے کہ :۔

"سلطان نے[1] اس خاندان کو اس کی جاگیر کے حق سے محروم نہیں کیا تھا۔"

(نوٹ: یہی جملہ انگریزی کمیشن نے لارڈ ولزلی کو لکھا تھا ... محمود)

"لہذا یہ غلط ہے کہ سلطان نے متوفی راجہ کا جانشین مقرر نہیں کیا۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس نے جانشین مقرر نہیں کیا تو اس کے وجوہات حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

"کرشناراج وڈیرہ کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔" (ماڈرن میسور)

اور بعض تاریخوں میں تین سال لکھا گیا ہے۔ بہرطور تین ہو یا پانچ۔ کیا انگریزی راج میں اس عمر میں اختیارات دے دیے جاتے ہیں؟ کیا یہ عمر دربار کرنے کے قابل تھی؟ انگریزی راج میں پہلے تو چھان بین کرنے کے لئے سالہا سال لگ

---

[1] سلطان کی یہ بہت بڑی رواداری تھی کہ اس نے اس خاندان کی حیثیت برقرار رکھی۔ حالانکہ اس نے تمام ملک میسور میں زمینداری اور جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کو ان کے پچھلے تعلقات کا پاس و لحاظ تھا۔ جو اپنے باپ اور اس خاندان میں تھے۔

جاتے ہیں اور پھر نامردگی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد دربار غیر ملک کے اختیارات تو بالغ ہونے کے بعد ملے جاتے ہیں۔ اس رسم و رواج اور حقائق کو جاننے کے بعد بھی اگر سلطان پر اعتراض کیا جائے تو اس کو تعصب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیوں نہیں۔ ان مورخین کے دست قلم کمان اور پہ جنبش ہوتی۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ :-

(۱) ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس راجہ کو ۱۸۳۱ء میں حکومت اور ریاست سے محروم کر دیا اور پچاس سال تک میسور انگریزی کمیشن کے ماتحت رہا۔

(۲) راجہ کی عرضیوں پر لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل نے میسور کی قدیم راجدھانی ریسور۔ اشناگرام اور منظر آباد کا کچھ علاقہ دے کر باقی ریاست کو انگریزی تسلّط میں لے لینا چاہا۔

(۳) لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل نے ڈاکٹرین آف لیپس (قانون عدم استحقاق) کا طلاق کرنا چاہا۔

ان امور پر ایک لفظ بھی بطور اعتراض ان تاریخوں میں پایا نہیں جاتا اسی سے ان مورخوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کہ مورخ یہ کتابیں کس غرض سے لکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ :-

"سلطان کے بعد حکومت انصافاً اس کے اگلے جائز وارثوں کو دی گئی" خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ اگر اوپر دئے ہوئے دلائل ان کے جواب میں کافی نہیں ہیں تو مندرجہ ذیل دلائل دیکھے جائیں :-

Marfat.com

مورخ باسو اپنی کتاب میں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ریکارڈوں سے اپنی کتاب لکھی ہے، لکھتا ہے کہ :-

"The creation of the New State and the restoration of the deseendant of the Rajah of Mysore was not undertakon from any motive of philanthropy but as a reward for the manner in which the members of the ex-royal family ot Mysore had helped the British by betraying Tippu. —(Rise of the Christian Power in India, page 333.)

(ترجمہ :- ایک نئی ریاست کو وجود میں لانے اور میسور کے راجاؤں کے قدیم خاندان کو بحال کرنے کی کارروائی کسی خیر خواہی کے ارادوں پر مبنی نہیں تھی بلکہ یہ اس غداری کا انعام تھا جو میسور کے اگلے حکمران خاندان کے افراد نے انگریزوں کو مدد دیتے ہوئے، ٹیپو سے کی تھی۔

(رائیز آف دی کرسچین پاوران انڈیا صفحہ ۳۳۳)

اوپر کی تحریر ایک مورخ کی گواہی ہے۔ اب اس کے بعد دیکھا جائے کہ خود سرکاری ریکارڈ کیا کہتے ہیں۔ کتاب سندس انڈر ٹیپو میں لکھا ہے کہ کس طرح مصلحتاً یعنی اس وقت کی پالیسی کے لحاظ سے یہ حکومت وجود میں آئی۔ چنانچہ ذیل کی تحریر یہ گواہی دیتی ہے کہ :-

"In disposing of the conquered territories, It was considevd that the partition of them between the

British Government and the Nizam would afford just ground of jealousy to the Mahrattas and aggrundise the power of the Nizam beyond due limits. It was resolved to creare a separate government in Mysore)"

—(A Collection of Treatise, Engagements and Sanuds. Vol IX. Gort. Printing Calcutta 1909, page 182).

(ترجمہ: مفتوحہ علاقہ کے تصفیہ کے وقت سمجھا گیا کہ اگر اس کو انگریزی حکومت اور نظام میں مساوی طور پر تقسیم کیا گیا تو اس سے نہ صرف مرہٹوں کے دل میں حسد پیدا ہوگا۔ بلکہ نظام کی طاقت کو اس کی حدود سے بڑھ کر ترقی دینا ہوگا۔ اس لئے طے کیا گیا کہ میسور میں ایک علیحدہ حکومت قائم کی جائے

(کتاب سندس انڈ ٹریٹیز۔ گورنمنٹ پریس کلکتہ صفحہ ۱۸۲)

اس کی تشریح اس خط و کتابت سے بھی ہوتی ہے۔ جو بعد میں کرشنا راج ووڈیر (جس کو ٹیپو سلطان کے بعد تخت نشین کیا گیا) اور لارڈ کیاننگ وائسرائے کے درمیان ہوئی۔ اس میں صاف طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ حکومت اس خاندان کو اس بنا پر نہیں دی گئی۔ کہ اس خاندان کو کوئی موروثی حق حاصل ہے۔ یا ان علاقوں پر جو اب اس خاندان کو دئے گئے ہیں۔ ان پر اس خاندان کا مالکانہ قبضہ تھا بلکہ لارڈ ولزلی نے صرف اپنے فاتحانہ حق کا استعمال کرتے ہوئے مناسب سمجھا کہ حکومت اس خاندان کو دی جاوے[۱]۔ اسی خط و کتابت میں یہ بھی بتایا گیا ہے

۱؎۔ نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان پر غاصب کا الزام لگانے والوں (بقیہ دیکھو صفحہ ۷۰ پر)

کہ اگر وجیانگر کے زمانہ میں اس خاندان نے کچھ علاقہ بزورِ شمشیر حاصل کیا تھا تو بزورِ شمشیر وہ اس سے چھین بھی لیا گیا تھا۔

خود حکومت میسور کی مطبوعہ کتاب کی اس تحریر کو دیکھنے کے بعد ان وجوہات پر غور کیا جائے جن کی بنا پر میسور کی نئی ریاست وجود میں آئی۔

ٹیپو سلطان کے شاہزادوں کو محروم کرنے کے وجوہات

(اقتباس و مفہوم)

(۱) چونکہ ملک پر ہمارا بزورِ شمشیر فاتحانہ قبضہ ہوا ہے۔ اس لئے ٹیپو سلطان کے شاہزادوں کو سوائے ہمارے رحم و کرم بانتقاضائے انسانیت کے کچھ بھی حق نہیں ہے۔ (ٹبسن صفحہ ۲۰۷)

(۲) ٹیپو سلطان کے شہزادوں کو حکومت دینے کی معنی یہ ہونگے کہ دشمن کی طاقت گو توڑ دی گئی لیکن پھر بھی دشمن کو باقی رکھا گیا ہے۔ (ٹبسن صفحہ ۲۰۸)

(۳) ٹیپو سلطان کے شاہزادے چونکہ اپنے باپ کی شان و شوکت دیکھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶) کو ممکن ہے۔ کہ یہ سب معلوم ہو۔ لیکن ان کے قلم کو ان معاملات پر جنبش نہیں ہوتی۔ حالانکہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۳۱ء میں اس خاندان کو ۵۰ سال تک حکومت سے محروم کر دیا تھا۔ اور پنشن دے رہی تھی۔

Marfat.com

چکے ہیں ۔اور اسی ماحول میں پرورش پائے ہیں ۔اگر انہیں حکومت دی جائے تو وہ اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کریں گے

(ٹبسن صفحہ ۲۱۷)

(۴) اگر ٹیپو سلطان کے شاہزادوں کو حکومت دی جائے تو موقع ملنے پر وہ انتقام لینے پر آمادہ ہو جائیں گے ۔" (ٹبسن صفحہ ۲۱۸)

(۵) ٹیپو سلطان کے شاہزادے اس سے واقف ہیں کہ ان کے باپ نے فرانس اور کابل سے ہمارے خلاف خط وکتابت کی تھی ۔ (ٹبسن صفحہ ۲۲۰)

ا ۔ فرانس (نپولین) کا خطرہ ابھی انگلستان کے سر پر منڈلا رہا ہے ۔

(ٹبسن صفحہ ۲۲۷)

ب ۔ زمان شاہ (کابل) کے حملہ کا خطرہ ابھی ہندوستان کو باقی ہے ۔

(ٹبسن صفحہ ۲۲۶)

(۶) اس خاندان کو حکومت دینے سے ممکن ہے ۔کہ اس کے کل ذرائع ہمارے ہاتھ میں نہ رہیں اور ہر وقت ہم کو خدشہ لگا رہیگا ۔" (ٹبسن صفحہ ۲۰۸)

(۷) اس خاندان کو حکومت دینے کی معنی یہ بھی ہونگے ۔کہ اکثریت پر اقلیت کی حکومت مسلط کر دی گئی ۔[1] (ٹبسن صفحہ ۲۲۰)

---

[1] ہندوستان میں یہ سوال کبھی اس سے پہلے پیدا نہیں ہوا تھا ۔"پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کے اصول پر یہ سوال پیدا کر دیا گیا ۔ اس اصول کی رُو سے انگلستان کی اقلیت کو کوئی حق نہیں ہے ۔کہ ہندوستان کی اکثریت پر حکومت کرے ۔

Marfat.com

دیگر وجوہات

(۱) نظام علی خاں والئے حیدر آباد جو اس جنگ میں ہمارا حلیف ہے سلطان کے شہزادوں کو تخت دینے کا مخالف ہے۔

اس کے ثبوت میں کمیشن اور لارڈ ولزلی کے پاس حیدر آباد کے وزیر اعظم ارسطو جاہ کا خط تھا۔ اس خط میں ارسطو جاہ نے میر عالم کو لکھا تھا:۔

"ٹیپو سلطان کے فرزندوں اور پسماندگوں نے انگریزی کمپنی کے ذریعہ جو استدعا کی تھی کہ برغرض پرورش نصف حصہ ملک اور نصف خزانہ ان کو ملے، کیوں نہیں کہتے کہ قلعہ ہم نے حملہ کر کے فتح کیا ہے اور وہ اسیرانِ جنگ میں ہیں۔ ان کے لئے قوت لایموت کے موافق تجویز کرنا چاہیئے۔"

(سوانح میر عالم، مطبوعہ حیدر آباد۔ صفحہ ۸۹)

اسی خط میں کمیشن کو مخاطب کرتے ہوئے ارسطو جاہ نے لکھا تھا:۔

"این جانب (ارسطو جاہ) کو یقین ہے کہ ٹیپو سلطان کے لڑکوں اور پسماندگان کو منشا سرکار دولت مدار (یعنی نظام) اور اظہار میر صاحب (میر عالم) کے موافق کیا جائے گا اور نصف ملک ہرگز ان کو نہ دیا جائے گا۔[۱]"

(سوانح میر عالم، مطبوعہ حیدر آباد۔ صفحہ ۸۹)

---

[۱] یہ ہے اسلام اور یہ ہے انسانیت کا ثبوت جس کا مظاہرہ نظام علی خاں اور ارسطو جاہ کی اس تحریر سے ہوتا ہے کہ کس طرح سلطان کی شہادت کے بعد اس کے بے گناہ بچوں تک سے انتقام لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

سلطنت خداداد کی تقسیم اور فیصلہ کا پورا اختیار نظام علی خاں نے انگریزی کمیشن کو دے دیا تھا۔ کمیشن نے سرنگاپٹم میں میر عالم کے علاوہ غلام علی کو بھی مشاورتی کمیٹی میں لیا تھا۔ غلام علی سے جب مشورہ طلب کیا گیا۔ تو اس غدّار نے کہا کہ:۔

"افعی کشتن و بچہٴ افعی را نگاہ داشتن کارِ خردمنداں نیست"

(ترجمہ:۔ سانپ کو مار ڈالنا اور سانپ کے بچے کو پالنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے)

میسور کے راجہ کے خاندان کو ریاست دینے کے وجوہات

(اقتباس و مفہوم)

۱۔ اگرچہ قدیم خاندان کا ایک جائز وارث سرنگاپٹم میں موجود ہے اور اگرچہ اس خاندان کو ہم سے کچھ بھی امید ہو لیکن سوائے ہمارے رحم و کرم اور تقاضائے انسانیت کے مفتوحہ علاقہ پر اس کا کچھ بھی حق ثابت نہیں ہے۔

(کتاب بٹسن صفحہ ۲۰۷)

۲۔ سلطان کی مملکت چونکہ بزورِ شمشیر فتح ہوئی ہے۔ اس لئے فاتحین[۱] کو حق حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہیں۔ اس کی تقسیم کریں اور جس کو چاہیں کچھ علاقہ دیں۔

(بٹسن صفحہ ۲۰۷)

۱۔ فاتحین سے مراد نظام اور انگریز ہیں۔

Marfat.com

۳- اگر ایک ہندو راج قائم کیا جائے تو مرہٹوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ ہم نے ان کی ہم قوم کا کس قدر پاس و لحاظ رکھا ہے۔[1] (رابٹسن صفحہ ۲۶۴)

۴- چونکہ آبادی زیادہ تر ہندوؤں کی ہے۔ اسلئے بہ نسبت ایک مسلمان حکومت کے ہندو حکومت ان کے زیادہ پسند ہوگی۔ (رابٹسن صفحہ ۲۲۰)

۵- چونکہ فرانس والے ٹیپو سلطان کے دوست تھے۔ اس لئے یہ خاندان ہمیشہ اُن کے خلاف رہے گا۔ بلکہ ان تمام لوگوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھے گا جو سلطان سے دوستی رکھتے تھے۔ (رابٹسن صفحہ ۲۲۰)

۶- اس خاندان کو حکومت دینے سے اس کے کل ذرائع ہمارے اختیار میں رہیں گے اور بوقت ضرورت ہم ان سے پورا فائدہ اُٹھا سکیں گے گویا یہ بھی ہمارا ہی علاقہ ہو گا۔ (رابٹسن صفحہ ۲۲۰)

۷- اس خاندان کو برسر اقتدار لانے سے ہمارے علاقوں کے تحفظ کا ایک اور ذریعہ پیدا ہو جائے گا ہماری تجارت کو ترقی ہوگی۔ اس لئے اس کو زیادہ علاقہ دے کر اس کی حیثیت کو بڑھایا جائے۔ (رابٹسن صفحہ ۲۱۹)

یہ ہیں وہ وجوہات اور اسباب جن کی بنا پر میسور کی نئی ریاست وجود میں آئی اور اس کو جو وسیع علاقہ دیا گیا۔ تو وہ اُس وقت کی پالیسی کے عین مطابق تھا یعنی

(۱) ہندوستان میں اس وقت اور بھی آزاد حکومتیں تھیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی

---

[1] مرہٹوں میں یہ خیالات کبھی پیدا نہیں ہوئے حیدر علی یا ٹیپو سلطان اور مرہٹوں کے درمیان جس قدر لڑائیاں ہوئیں، اس بنیاد پر کبھی نہیں ہوئیں "

یہ دیکھ کر علاقہ خود ہی لے لیتی تو ان کے دل میں کمپنی کے خلاف جذبات پیدا ہو جاتے۔

(۲) ایک نئی ریاست کو وجود میں لانے سے بہت سی ذمہ داریاں کم ہو جاتیں لیکن ساتھ ہی اس کو اپنا تابع بنا لینے سے وہ کل فوائد بھی حاصل ہو جاتے جو براہ راست قبضہ سے ہو سکتے تھے۔ انہی فوائد کو مدِ نظر رکھ کر راجہ کے خاندان کو اس کی قدیم جاگیر سے کئی گنا زیادہ علاقہ دیا گیا۔

(۳) ہندو مسلم سوال پیدا کرنا یا پھوٹ ڈال کر حکومت کرنے کا یہی پہلا موقع ہندوستان میں کمپنی کو حاصل ہوا تھا۔ لہٰذا اس سے فائدہ اٹھایا گیا۔

(۴) وجوہات سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اس تقسیم میں سوائے پالیسی کے رحم و کرم یا تقاضائے انسانیت کو کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ کیونکہ راجہ کے خاندان کو ۲۴ رجون تک کسی قسم کی اطلاع نہیں دی گئی۔ اور نہ اس کو پوچھا گیا۔

مجھے امید ہے کہ جن مورخوں نے اب تک حیدر علی ٹیپو سلطان پر اس بارہ خاص میں جس قدر اعتراضات بھی کئے ہیں۔ ان کا جواب اوپر کی سطور میں مل جائے گا۔ اور نیز یہ بھی سمجھتا ہوں۔ کہ میسور کے راجاؤں یا رانیوں نے جو سازشیں کیں اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد چاہی۔ تو اس وقت وہ اس سے واقف نہیں تھے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد مانگنے کی معنی کیا ہونگے۔ بہت ممکن ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا ہو۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی بھی اگلے حملہ آوروں کی طرح حملہ کر کے حکومت حیدر علی یا ٹیپو سلطان کے ہاتھوں سے نکال کر انہیں اپنی پچھلی حیثیت پر آزادانہ حکومت کرنے کے لئے چھوڑ کر چلی جائیگی[1]۔ یہ دھوکہ نہ صرف ان رانیوں

---

[1] اس کا ثبوت اس خفیہ عہد نامہ سے ملتا ہے۔ جو ۱۷۸۲ء (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳ پر دیکھو)

نے کھایا۔ بلکہ پورا مشرق اس کا شکار رہا ہے۔ مصر کے معاملہ میں ترکی نے یہی دھوکہ اٹھایا تھا۔ عربوں نے پہلی جنگِ عظیم میں یہی دھوکہ کھایا۔

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد میرا روئے سخن اس وقت ہندوستان اور میسور کے ان مورخوں کی طرف ہے۔ جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان سلاطین کے خلاف لکھتے ہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ تاریخی کتب سے یہ زہریلا حصہ دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ میسور گزیٹیر تک میں جو حال ہی میں شائع ہوا اور سرکاری حیثیت رکھتا ہے اس قسم کے ناپاک حملے ان سلاطین پر کئے گئے ہیں۔ جس کا معاصر تاریخوں اور منطقی نتائج و آثارِ باقیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسے تعصب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک صریح مطلب یہ بھی ہے۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی چال میں کامیاب رہی۔ اور ہم ہندوستانی اس کے پھیلائے ہوئے تاریخی جال میں پھنس گئے۔ اور آج اس کے نتیجہ کے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں ہیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲) میں رانیوں کے ایجنٹ تربل راؤ اور انگریزوں کے درمیان تماور میں ہوا تھا۔ جس میں رانیوں نے یہ شرائط لگائی تھیں کہ اول حیدر علی کو پکڑ کر ان کے حوالے کر دیا جائے۔ اور ملک کے اندرونی نظم و نسق میں کمپنی کو کوئی اختیار نہ ہوگا۔"

سلطنتِ خداداد کی تقسیم

صلح نامۂ سرنگاپٹم (۱۷۹۲ء) کے وقت سلطنتِ خداداد کی کل آمدنی کا اندازہ ۱۶۷۳۵۰۹۸ کنٹی رایا پگوڈے تھا۔ اس میں سے نصف آمدنی کا ملک نظام مرہٹے اور انگریزی لٹیروں نے ہتھیالیا۔[1]

میسور کی چوتھی جنگ (۱۷۹۹ء) کے خاتمہ پر سلطان کی جمع بندی کے حساب سے جو ملک سلطان کے زیرِ نگیں تھا۔ اس کی کل آمدنی کا اندازہ ۸۳۶۷۵۴۹ پگوڈے تھا۔ انتظامی اخراجات وضع کرنے کے بعد انگریزوں نے آمدنی کا حساب تقریباً ۳۰۲۲۴۳۵ پگوڈے لگایا۔ اور اس کی تقسیم ولزلی نے اپنی پالیسی کی بنا پر حسب ذیل طریقہ پر کی۔[2]

---

[1] جس وقت اس عہدنامہ کی خبر انگلستان پہنچی تو مسٹر فاکس نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ:۔
کارنوالس نے لٹیروں کا ایک جتھا تیار کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ حقداروں کا حق لوٹ رہا ہے"
کل مورخین کو اتفاق ہے۔ کہ میسور کی تیسری جنگ جس کا خاتمہ صلح نامہ سرنگاپٹم ۱۷۹۲ء پر ہوا ہر وجہ سے ناجائز تھی۔ صرف سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے گھبرا کر کارنوالس نے نظام اور مرہٹوں سے اتحاد کر کے سلطنتِ خداداد پر حملہ کیا تھا کرنل ولکس اپنی تاریخ میسور میں لکھتا ہے۔
"کارنوالس جیسے سیاستدان اور انصاف پسند شخص سے یہ امید نہیں تھی۔ کہ وہ اس طرح بدعہدی کریگا۔"

[2]۔ کتاب ٹبسن صفحہ ۱۵۴۔

(۱) میسور کی نئی ریاست در رقبہ ۲۹۴۳۳ مربع میل، ۱۳۷۲۰۷۶ - پگوڈے[۱]

(۲) انگریزوں کا حصّہ ۷۷۰۷۰ پگوڈے[۲]

(۳) نظام کا حصّہ ۶۰۷۳۳۲ پگوڈے[۳]

(۴) مرہٹوں کا حصّہ بشرطیکہ وہ سب سڈی ایری سسٹم قبول کریں } ۲۶۳۹۵۷ پگوڈے[۴]

میزان = ۳۰۲۲۴۳۵ پگوڈے

انگریزوں کے حصّہ میں دو لاکھ چالیس ہزار پگوڈے سلطان کے شاہزادوں کے گزارے کے لئے منظور کئے گئے[۵] اور حیدر آباد کے حصّہ میں میر قمر الدین کی ستّر ہزار پگوڈے کی جاگیر شامل کی گئی[۶]

یہ ہے لارڈ ولزلی کا وہ انصاف۔ تقاضائے انسانیت اور رحم و کرم جس سے سلطنت کے جائز وارثوں کو نوازا گیا۔ اور میر قمر الدین جیسے غدّار کو ستّر ہزار پگوڈے کی جاگیر دی گئی۔ خاندان سلطانی میں اس وقت گیارہ شاہزادے، شہزادی۔ سلطان کا بھائی کریم شاہ حیدر علی کے بیگمات وغیرہ تمام شامل تھے۔ یہ قافلہ جس وقت سرنگاپٹم سے نکلا نوکر چاکر ملا کر سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ یعنی سلطان سے جس کسی کو بھی کچھ ذرا سا رشتہ تھا، ایک فرد بھی میسور میں چھوڑا

۱؎ کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۴ ؛

۲؎ کتاب بٹسن صفحہ ۱۴۹ ؛

۳؎ کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۰ ؛

۴؎ کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۴ ؛

۵؎ کتاب بٹسن صفحہ ۱۴۹ ؛

۶؎ کتاب بٹسن صفحہ ۱۵۰ ؛

Marfat.com

نہیں گیا۔ ولزلی کے اس انصاف کے متعلق بقول میجر ٹارنس ممبر پارلیمنٹ کے "یہ مورخ کا کام نہیں بلکہ سیاست دانوں کا کام ہے۔ کہ اس پر اظہار رائے کریں لیکن میں آر ایچ کیمبل آئی سی ایس کا ہمنوا ہو کر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ نہ صرف اس خاندان کو ہمیشہ کے لئے قعرِ گمنامی میں دھکیل دیا گیا۔ بلکہ وظیفہ کو دیکھتے ہوئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ چند سال کے بعد اس کی امارت افلاس سے بدل جائے[1]"۔

اپنی ہندو رعایا سے سلطان کا سلوک

اس کتاب کے دیباچہ میں میں نے لکھا ہے۔ کہ نہ صرف انگریز بلکہ ملک کے ہندو مؤرخ بھی سلطان کو متعصب اور ہندو دشمن لکھتے رہے ہیں اس لئے میں یہاں حکومت میسور کی سالانہ آرکولاجیکل رپورٹ بابت سنہ ۱۹۱۶ء سے اس (Annual Report of the Mysore Archaeological Department for the year 1916).

مضمون کا ترجمہ دے رہا ہوں جس سے واضح ہوگا کہ اس کا سلوک اپنی ہندو رعایا کے ساتھ کس قسم کا تھا۔ چونکہ یہ میسور کی موجودہ حکومت کا ریکارڈ ہے اس

---

[1] ۔ بیتھک سوسائٹی جرنل اکتوبر ۱۹۱۹ء۔

لئے میں اس پر اور کوئی حاشیہ چڑھانا نہیں چاہتا۔ یہ خود اپنی زبان سے بول رہا ہے۔

اقتباس از میسور آرکولاجیکل رپورٹ ۱۹۱۶ء

سرینگری[1] کے مندر میں نواب حیدر علی کے تین اور ٹیپو سلطان کے تیس ۳۰ خطوط اور فرامین موجود ہیں۔ ان تمام فرامین و خطوط میں سلطان نے سن ہجری کے ساتھ سن مولودی بھی استعمال کیا ہے، جو اس کی خاص ایجاد ہے۔ یہ تمام خطوط و فرامین سرخ کاغذ پر لکھے ہوئے ہیں اور ان میں اکثر خطوں کی لوح پر سلطان کی مہر موجود ہے۔ ان خطوں میں بخلاف دوسرے خطوں کے جن میں سلطان کا نام پہلے لکھا جاتا تھا، سلطان نے سرینگری کے گرو کا نام اور القاب پہلے لکھا ہے۔ اور اپنے نام کے ساتھ کوئی خطاب یا القاب استعمال نہیں کیا ہے۔ ان میں بہت سے خطوط میسور کی تیسری جنگ کے واقعات پر تیز روشنی ڈالتے ہیں اور بعض خطوط سرینگری کے گرو کے خطوط کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔

---

[1] سرینگری۔ ریاست میسور کے ضلع کڈور میں ہندوؤں کا ایک مشہور تیرتھ ہے اور جنوبی ہند میں وہی وقعت و عظمت رکھتا ہے جو شمالی ہند میں بنارس کو حاصل ہے یہاں کے گرو راجگان وجیانگر کے مذہبی پیشوا رہے ہیں اور اس وقت بھی راجگان میسور کے مذہبی پیشوا ہیں ہندوؤں کے فرقہ شنکر آچاریہ کا یہ صدر مقام ہے۔ اسی جگہ سے یہ تحریک شروع ہوئی تھی اور پھر تمام ہندوستان میں پھیلی۔

میسور کی تیسری جنگ میں انگریزوں۔ مرہٹوں اور نظام نے سلطان کے ملک پر فوج کشی کی تھی۔ مرہٹہ فوج پرسرام بھاؤ کے ماتحت تھی۔ اس فوج نے جہاں تمام ملک کو لوٹ مار کر کے تباہ کیا۔ وہاں سرینگری جیسا مقام بھی اس کے ہاتھوں نہ بچ سکا۔ گرو نے سلطان کو لکھا کہ مرہٹہ فوج نے سرینگری کے مندر کو لوٹ کر تباہ کر دیا ہے۔ اور سارد اد یوی کے بُت کو اپنی جگہ سے نکال کر پھینک دیا گیا ہے۔ مندر کا جملہ نقصان ساٹھ (۶۰) لاکھ روپے کے قریب ہوا ہے۔ مندر کے ہاتھی، گھوڑے وغیرہ تمام مرہٹے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

اس کا جواب سلطان نے ۳۰ ماہ ربانی مطابق ۱۷۹۱ء میں اس طرح دیا ہے:-

"ہم ان دشمنوں کو سزا دے رہے ہیں جو ہمارے ملک پر چڑھائی کر کے ہماری رعایا کو ستا رہے ہیں۔ آپ کی ذات تقدس مآب اور تارک الدنیا ہے۔ اس لئے یہ آپ کا اور مندر کے دوسرے برہمنوں کا فرض ہے کہ ملک کے دشمنوں کی تباہی کے لئے خدا سے دعا کریں۔ کہ ہمارا ملک محفوظ اور ہماری رعایا خوش و خرم رہے۔"

پھر ایک خط میں گرو جی نے سلطان کو لکھا تھا کہ انہوں نے (یعنی گرو جی) مجبور ہو کر کسی اور جگہ اقامت اختیار کی ہے۔ اور یہ بھی اطلاع دی تھی کہ مرہٹوں نے مندروں میں گھس کر برہمنوں کو زخمی کیا ہے اور قتل کر دیا ہے۔ اور مندروں میں جو کچھ اثاث تھا لے کر چلے گئے ہیں۔ اور بغیر حکومت کی مدد کے سارد ا

دیوی کے بُت کو دوبارہ نصب نہیں کیا جا سکتا۔

سلطان نے اس کے جواب میں لکھا ہے :۔

"ان لوگوں کو جو مقدّس مقامات کی بے حرمتی سے باز نہیں آتے یقین ہے کہ اس کلجگ میں انہیں بہت جلد اپنی کرتوتوں کا خمیازہ ملے گا۔ لوگ بدی کا کام ہنستے ہوئے کرتے ہیں لیکن خمیازہ روتے ہوئے بھگتیں گے۔ گروؤں سے دغا بازی خود اپنی نسل کو منقطع کرنا ہے۔"

اس خط کے ساتھ سلطان نے ایک حکم نامہ نگر کے آصف کے نام بھیجا تھا جس میں اس کو حکم دیا گیا تھا کہ "دو سو راحتی (سلطانی اشرفی) نقد اور دو سو راحتی کے اجناس فوراً گرو جی کی خدمت میں پیش کرے۔"

اس خط میں سلطان نے گرو جی کو لکھا تھا :۔

آپ کو اختیار ہے کہ انعامی دیہات سے جن چیزوں کی ضرورت ہو حاصل کریں۔ اس رقم اور اجناس سے شاردا دیوی کے بُت کو نصب کرتے ہوئے برہمنوں کو کھانا کھلائیں اور ہمارے دشمنوں کی تباہی کے لئے دعا کریں۔"

ایک اور خط میں سلطان نے لکھا ہے :۔

آپ کا بھیجا ہوا پرشاد اور شال موصول ہوئے[1]۔ آپ کے

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بت کو نصب کرنے کی جو رسم ادا ہوئی۔ گرو جی نے اسی سلسلہ میں پرشاد اور شال سلطان کو روانہ کیا۔

استعمال کے لئے ایک جوڑا شال اور دیوی کے بت کے لئے کپڑے روانہ کئے جاتے ہیں۔

ماہ جعفری میں سلطان نے ایک اور خط لکھا ہے۔ اس میں گرو جی کو اطلاع دی گئی ہے کہ "ان کی خاص سواری کے لئے ایک ہاتھی روانہ کیا جاتا ہے۔" اسی خط میں سلطان نے اپنے افسروں کے نام جو حکمنامہ لکھا تھا، اس کی نقل بھی ملفوف ہے۔ اس حکمنامہ میں تاکید کی گئی ہے کہ "گرو جی کے چیلوں پر باہر آنے جانے کے لئے کوئی پابندی عاید نہ کی جائے۔"

ماہ حیدری کا ایک رکارڈ تھا کہ گرو جی نے مندر میں پوجا کی وہ خاص رسمیں ادا کرنے کے لئے سلطان سے مالی مدد چاہی تھی، جس کو سلطان نے منظور کر لیا۔ اور نگر کے آصف کے نام حکم بھیجا کہ سرینگری پہنچ کر تمام انتظامات مکمل کرنے میں سوامی جی کی مدد کریں۔ اسی ماہ میں گرو جی کو بھی سلطان نے خط لکھا:-

"آپ کی حسب مرضی پوجا کے دنوں میں روزانہ ایک ہزار برہمنوں کو کھانا کھلانے اور نقدی دینے کے متعلق نگر کے آصف کو حکم بھیج دیا گیا ہے۔"

ماہ دہنی کے چار رکارڈ مندر میں موجود ہیں۔ ان میں پچھلے رکارڈ میں محمد رضا

لہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرہٹوں نے ساٹھ لاکھ روپیہ کا جو نقصان سرینگری کے مندروں کو پہنچایا تھا۔ اس کو سلطان نے پورا کر دیا۔

آصف نگر کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ "پوجا کے دنوں میں خاص انتظامات رکھے۔ تاکہ شریر لوگ مندر کے کاموں میں مداخلت نہ کر سکیں"۔

ایک اور ریکارڈ میں سلطان نے اطلاع دی ہے کہ سارداد یوی کے بُت کے استعمال کے لئے ایک پالکی اور سوامی جی کے استعمال کے لئے ایک دوسری پالکی بذریعہ چوبدار فقیر محمد روانہ کی جاتی ہے۔"

ذاکری نہینے کے ایک ریکارڈ میں لکھا ہے۔ کہ "لنباڑی قوم کے حملوں سے مندر کو محفوظ رکھنے کے لئے پیادہ فوج کے سپاہیوں کو مندر کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔

مندر میں ایک اور ریکارڈ (خط) موجود ہے۔ جس میں ضلع نگر کے عامل (سید محمد) کو سلطان نے لکھا ہے:۔

" سوامی جی ممندر کے غسل کے لئے جانے والے ہیں۔ انہیں دوران سفر میں تمام ضروریات مہیا کی جائیں۔"

ماہ ربانی کے ایک ریکارڈ میں سلطان نے سوامی جی کو اطلاع دی ہے کہ:۔

" ان کے استعمال کے لئے دو نقرئی چنور ارسال کئے گئے ہیں "

معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی نے سلطان سے درخواست کی تھی کہ وہ (سوامی جی خود) پرسرام بہاؤ کے پاس جا کر اس سے درخواست کریں گے کہ مندر کا تمام مال جو مرہٹہ فوج نے لوٹ لیا تھا واپس کیا جائے۔" اس کے جواب میں سلطان نے سوامی جی کو راہداری کا پروانہ دیتے ہوئے تمام عاملانِ حکومت کو حکم دیا ہے کہ:۔

Marfat.com

" دورانِ سفر میں سوامی جی کو ہر قسم کا آرام اور تمام ضروریات مہیا کی جائیں۔" اسی خط میں سلطان نے سوامی جی کے استعمال کے لئے :-

شالیں۔ ہاتھی۔ نوبت۔ نقارہ اور عَلم۔

بھیجنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اس نے اپنی جانب سے بطور نذرانہ سوامی جی کو دیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی جی پونا پہنچے۔ پرسرام بھاؤ سے ملاقاتیں کیں۔ لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے ان کو وہاں زیادہ عرصہ لگ گیا۔ اس پر سلطان نے انہیں ایک خط لکھا :- (یہ خط ماہِ رضی میں لکھا گیا ہے۔ اور پلیٹ نمبر ۳ میں محفوظ ہے۔)

" آپ جگت گرو ہیں۔ آپ دنیا کی بھلائی کے لئے ہمیشہ عبادت و ریاضت میں غرق رہتے ہیں۔ جس ملک میں آپ جیسی مقدس ہستی موجود ہو اس ملک میں خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ بارش اچھی اور فصلیں عمدہ ہوتی ہیں۔ آپ کو ایک غیر ملک میں اس قدر عرصہ ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اپنا کام جلد انجام دے کر اپنے ملک میں واپس آجائیں۔"

ماہِ ربانی کے ایک خط میں سلطان نے سوامی جی کو اطلاع دی ہے کہ :-

" آپ کی ہدایت کے مطابق سراوس میں برہمنوں کو کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ اپنی خیریت سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے رہیں۔"

۱۷۹۸ء میں سوامی جی نے اطلاع دی ہے۔ کہ وہ پونا سے واپس آنے والے

Marfat.com

ہیں۔ اس کے جواب میں اپنے افسروں کے نام حکمنامہ جاری کیا کہ :-

راستے میں سوامی جی کی تمام ضروریات فراہم کی جائیں۔ نیز سوامی جی کے تمام اعزاز و مراتب کا خیال رکھا جائے "

اس کے بعد ایک دوسرے خط میں سلطان نے سوامی جی سے درخواست کی ہے کہ :-

" پایۂ تخت میں تشریف لاکر درشن دیں۔"

اقتباس از میسور آرکولا جیکل رپورٹ

بابت ۱۹۱۷ء

میل کوٹ کے مندر میں بعض زیورات اور برتن سونے اور چاندی کے پائے گئے ہیں۔ ان پر جو تحریر ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ ٹیپو سلطان کے دئے ہوئے انعامات ہیں۔ (صفحہ ۲۱)

موضع کلالی (ننجن گڑھ تعلق) میں لکشمی کنتا کے مندر میں چاندی کے چار پیالے ایک طبق اور ایک گلدان موجود ہے جو ٹیپو سلطان نے اس مندر کو دیئے تھے۔ میل کوٹ تعلق میں نارائن سوامی کے مندر میں بھی ایک چاندی کا گلدان موجود ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ بادشاہ ٹیپو سلطان کا عطیہ ہے۔ (صفحہ ۵۹)

اگر پوری سلطنت خداداد نہیں تو کم از کم موجودہ ریاست میسور (جو سلطنت خداداد کا ۱/۳ حصہ ہے) کے تمام مندروں کے ریکارڈ اور ان تحفہ میں دی ہوئی چیزوں کی فہرست تیار کی جائے تو ایک نہایت ضخیم کتاب ہو سکتی ہے کیونکہ راقم الحروف نے خود برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کی زبانی سنا ہے کہ ہر قدیم مندر میں

Marfat.com

سلطان کی دی ہوئی کوئی نہ کوئی چیز ضرور موجود ہے۔ (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پایۂ تخت کے مندروں میں کتنے تحائف ہونگے) اور یہ مندر ابھی تک سلطان کی دی ہوئی جاگیروں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

یہ کام مسلمانوں سے زیادہ خود ہندوؤں کے کرنے کا ہے کیونکہ مسلمانوں کو مندروں میں رسائی نہیں ملتی۔ اس سے اس زمانہ کی تاریخ پر بہت بڑا اثر پڑے گا۔ اناگندی کی ریاست میں بھی سلطان کے بہت سے خطوط موجود ہونگے۔

یہ چھوٹی سی ریاست اس وقت حیدرآباد کے علاقہ میں ہے۔ یہاں جس خاندان کی حکومت ہے۔ وہ ہندوؤں کی اس عظیم الشان سلطنت کی یادگار ہے جس کا نام "وجیانگر" تھا۔ اور جس کے کھنڈرات دیکھنے کے لئے تمام ہندوستان بلکہ غیر ممالک سے بھی لوگ آتے ہیں۔ اس شاہنشاہی کو بیجاپور، گولکنڈہ احمد نگر اور گولکنڈہ کی حکومتوں نے ۱۵۶۴ء میں تالی کوٹہ کی جنگ میں ختم کر دیا تھا یہاں کا خاندان پھر اپنی عظمت و شوکت کی بازیافت کی کوشش کرنے کے لیے جنوبی ہندوستان کے مختلف مقامات جیسے چندرگیری۔ ویلور۔ مدورا۔ ایکیری پلگنڈہ میں پھرتا رہا۔ لیکن ہر جگہ دنیا اس کے لئے تنگ نظر آئی آخر بیجاپور والوں نے ہی پھر اس خاندان کو اناگندی میں جو وجیانگر سے ملا ہوا ہے آباد ہونے کی اجازت دی۔ یہ علاقہ جس وقت سلطنت خداداد کو ملا تو سلطان نے اس سے جو سلوک کیا۔ اس کا حال کتاب "ہسٹوریکل اینڈ پولیٹیکل ویو آف دی دکن" کے انگریز مصنف نے صفحہ ۱۴ پر اس طرح لکھا ہے:۔

(نوٹ:۔ اس کتاب کو اس انگریز نے جو حیدرآباد میں

Marfat.com

رزیڈنٹ بھی تھا۔ ۱۷۹۴ء میں لنڈن میں شائع کیا تھا۔ کتاب ٹیپو کی تیسری جنگ کے بعد لکھی گئی جس میں انگریز مرہٹے اور حیدرآباد نے ٹیپو سلطان پر فتح پاکر سلطنت خداداد کے آدھے حصے پر قابض ہو گئے تھے۔ ان مقبوضات میں دوآبہ رائچور بھی تھا۔ جو حیدرآباد کے حوالے کر دیا گیا۔ سلطان نے دوآبہ رائچور کو دینا منظور تو کر لیا لیکن اناگندی کو حوالے کرنے سے انکار کیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کتاب میں لکھا ہے۔)

"یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ٹیپو ملک کی تقسیم کے وقت اناگندی کو حوالے کرنے سے کیوں انکار کرتا ہے۔ اس سے ٹیپو کو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یہ چھوٹی سی ریاست جس کا رقبہ بیس مربع میل ہے، اس عظیم الشان سلطنت کی یادگار ہے جس نے کبھی تمام ملک پر حکمرانی کی تھی۔ اس وقت رام راج کی اولاد یہاں حکمران ہے اس کے حکمران کو رائل کہا جاتا ہے جو مہاراجہ کا ہم معنی خطاب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس خاندان میں ایک رجسٹر رکھا ہوا ہے جس میں جنوبی ہند کے تمام واقعات لکھے جاتے ہیں۔ شاید یہ اسی موہوم اُمید پر ہے کہ پھر یہ ملک کبھی ان کے قبضہ میں آجائے گا۔ اس ریاست کی آمدنی ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ ہے اور اس کی ایک خاص ٹکسال بھی ہے جس میں سکے ڈھالے جاتے ہیں اس ٹکسال کی اجازت ٹیپو نے دے رکھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس نے اس قدیم خاندان کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے انہیں اندرونِ ملک میں کامل خودمختاری دے رکھی ہے۔"

Marfat.com

ایک اور انگریزی افسر میجر رنل (Rennel) جو میسور کی تیسری جنگ میں شریک تھا۔ اپنے تذکرہ (Memoirs) میں لکھتا ہے۔

"اتحادیوں (انگریز۔ مرہٹے اور حیدر آباد) نے ٹیپو کا آدھا ملک لے لیا۔ تورا بچور کا دو آبہ حیدر آباد کے حصہ میں آیا لیکن ٹیپو نے اناگندی کا علاقہ اتحادیوں کے حوالے کرنا منظور نہیں کیا۔ کیونکہ اسمیں قدیم راجگان وجیانگر کا خاندان آباد ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس خاندان کو کوئی گزند پہنچے۔ شاید اس کو خوف ہے، کہ اس علاقہ کو اتحادیوں کے حوالے کر دینے سے اس قدیم خاندان کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ اور ان کی آزادی چھن جائیگی۔ اس جذبہ کیلئے ٹیپو ہماری تعریف کا مستحق ہے۔"

ریاست کوچن بھی سلطان کی باجگذار تھی ممکن ہے یہاں بھی بہت سے ریکارڈ موجود ہوں۔ اسی ریاست کے قریب گرو دایور بھی ہے۔ اور یہاں کے مندر پر جو سلطانی نوازشیں تھیں۔ ان کا ذکر گاندھی جی کے اخبار ینگ انڈیا میں اس طرح کیا ہے:[1]

"ٹیپو سلطان میسور کا مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر میں انگریزوں سے سخت جنگ کی تھی۔ اگر اس وقت نظام حیدر آباد اور مرہٹے انگریزوں سے نہ مل جاتے۔ تو ٹیپو سلطان انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیتا۔ یہ بادشاہ بہت ہی بہادر تھا۔ اس نے ہندوستان سے انگریزوں کو

---

[1] افسوس ہے کہ اخبار کی تاریخ یاد نہیں۔ ترجمہ بھی میرا اپنا نہیں۔ بلکہ اخبار انقلاب لاہور سے لیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ سرنگاپٹم سے واپسی پر شاید علامہ اقبال نے شائع کرایا تھا۔

نکلنے کے لئے فرانس کے مشہور بہادر نپولین بونا پارٹ اعظم سے بھی بات چیت کی تھی۔ یہ بادشاہ جس قدر بہادر تھا۔ اسی قدر خدا ترس اور بے تعصب۔ اس کی نگاہیں ہندو اور مسلمان دونوں پر برابر تھیں کسی مذہب سے وہ تعرض نہیں کرتا تھا۔"

آؤ ہم تمہیں ٹیپو سلطان کے متعلق ایک واقعہ سنائیں۔ کہ اس نے مالابار کے ایک مشہور ہندو مندر کو بربادی سے کس طرح بچالیا۔

مالابار میں گروایور کا مندر بہت پرانا اور مشہور ہے۔ مالابار کے ہندوؤں کا اگر اس کو کعبہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہزاروں خوش اعتقاد اس کی زیارت کے لئے دُور دُور سے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے مشہور دیوتا اوتار کرشن جی مہاراج کے والد واسدیو نے وشنو کی یہ مورت اپنی پرستش کے لئے ایک خواب دیکھ کر بنائی تھی اور گرو برہسپتی اور وایو نے جنوبی ہند میں ایک مناسب مقام تلاش کر کے یہ مورت نصب کی اور اسی لئے اس کا نام گروایور قرار پایا۔ ٹیپو سلطان جب مالابار کو فتح کرتا ہوا گروایور کے قریب پہنچا تو اس مندر کے پجاری بہت گھبرائے اور انہوں نے دیوتا کی بیش قیمت مورت کو ریاست ٹراونکور کے ایک مشہور مندر میں بھیج دیا۔

ٹیپو سلطان نے تو گروایور کے قریب ہی ایک مقام پر رک گیا اور اپنی فوجوں کو گروایور فتح کرنے کے لئے بھیجدیا۔ اس کے سپاہیوں نے گروایور فتح کر لیا۔ اور چونکہ ان دنوں مسلمانوں کی مرہٹوں سے لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اس لئے بعض مسلمان سپاہیوں نے ازراہ انتقام اس مندر کو جلا کر خاک کر دینا چاہا چنانچہ چند سپاہیوں نے مندر کی دیواروں پر گھی چھڑک کر آگ

Marfat.com

لگادی۔ عمارت تھوڑی ہی جلنے پائی تھی کہ ٹیپو سلطان کے افسروں کو اپنے بادشاہ کے احکام کا خیال آگیا اور انہوں نے جلدی جلدی آگ بجھا کر مندر کے دو تین براہمنوں کو ٹیپو سلطان کے پاس بھیجا کہ وہ جاکر شورش پسند سپاہیوں کی شکایت کریں۔

ٹیپو سلطان نے جس وقت پجاریوں سے یہ سنا کہ اس کے چند شریر سپاہیوں نے مندر میں آگ لگانے کی کوشش کی تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اور رات ہی رات سفر طے کر کے گروایور پہنچا۔ یہاں پہنچکر اس نے تحقیقات شروع کی۔ اور جن مسلمان سپاہیوں نے مندر میں آگ لگانے کی کوشش کی تھی، ان کو سخت سزا دی۔ مندر کو درست کرایا۔ اور حکم دیا کہ اس شہر سے جو کچھ آمدنی ہو، وہ سرکاری خزانے میں داخل کرنے کی بجائے ہمیشہ اس مندر کو بخش دی جائے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ پجاریوں نے اس کے خوف سے مندر کی مورتی کو ٹراونکور بھیج دیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ دیوتا کی مورت کو فوراً واپس منگا کر اس مندر میں نصب کیا جائے"۔

("انقلاب" لاہور)

اس قسم کی اور کئی مثالیں اس سلطان کی بے تعصبی اور ہندو نوازی کی مل سکتی ہیں لیکن سب سے بڑا ثبوت اس ہندو نوازی اور بے تعصبی کا اس اعداد و شمار سے ملتا ہے۔ جو اس سلطان نے ہندوؤں اور براہمنوں کے مندروں اور مٹھوں بلحاظ ان کی کثرت اور آبادی کی اکثریت کے اور مسلمانوں کے مسجدوں اور درگاہوں کے لئے بوجہ ان کی اقلیت کے سرکاری طور پر سالانہ مقرر کر رکھا تھا۔ اور وہ حسب ذیل ہے:-

Marfat.com

ہندوؤں کے مندروں کو سالانہ	۱۹۳۹۵۹	کنتی رائے پگوڈے	
برہمنوں کے مٹھوں کو سالانہ	۲۰۰۰۰	"	"
مسلمانوں کی مسجدوں اور درگاہوں کو سالانہ	۲۰۰۰۰	"	"
میزان	۲۳۳۹۵۹	"	"

دولاکھ تینتیس ہزار نو سو انسٹھ کنتی رائے پگوڈے

یہ اعداد و شمار خود پورنیا نے اس انگریزی کمیشن کو دیا تھا جو سلطنت کی تقسیم اور انتظام کے لئے مقرر ہوا تھا۔ (میسور گزیٹیر از لوئیس رائس صفحہ ۴۸۰)

Eatract from Mysore Gazetteer by Lewis Rice, C. I. E. (Vol. I)

Jagirs and Inams for Religious purposes as allowed by Tippu Sultan :-

		Kanthiraya Pagodas	
Devasthanams and Agrahars	...	1 93,959	yearly
Maths of Brahmins	...	20,000	,,
Mohammedan Establishment	...	20,000	,,
Total		2,33,959	

The detail delivered by Purniya

to the Mysore Commissioners."

(Page 680)

میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر سلطان کی بے تعصبی اور ہندو دوستی کے ثبوت کی اور کوئی ضرورت باقی نہیں ہے مسلمانوں کی مسجدوں اور درگاہوں پر جو رقم خرچ کی جاتی تھی وہ کل خرچ کا ۱/۱۲ حصہ ہے۔

یہ تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر انگریزی مورخ جھوٹے الزام دیتے ہیں تو وہ ایک خاص پالیسی پہ کاربند ہیں۔ لیکن یہ امر ناقابل فہم ہے کہ ملکی مورخین کے زیر نظر کونسا مقصد ہے۔ سوائے اس کے کہ :- ؎

وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

(اقبال رح)

Marfat.com

منتخب مکاتیبِ سلطانی

Marfat.com

منتخب مکاتیب سلطانی اور کرک پیٹرک

کرنل ولیم کرک پیٹرک میسور کی چوتھی جنگ میں موجود تھا۔ یہ اُن پانچ افسروں میں سے ایک تھا جو ولزلی نے سازشیں کرانے کے لئے مقرر کئے تھے۔ اور سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد اس کو سلطان کے کاغذات کا معائنہ اور ترجمہ کرنے پر متعین کیا گیا اس سلسلہ میں اُس نے سلطانی مکاتیب اور دوسری تمام تحریروں کو جمع کر کے، اُن سے اپنی یہ کتاب مرتب کی۔ اور ۱۸۱۱ء میں انگلستان میں طبع کرائی۔ اس وقت لارڈ ولزلی انگلستان کا سکریٹری آف سٹیٹ تھا۔ کرک پیٹرک نے اس کتاب کو اُسی کے نام حسبِ ذیل الفاظ میں معنون کیا ہے۔

مائی لارڈ

یہ آپ کی ذات کے لئے کچھ باعث اعزاز نہیں کہ میں اس کتاب

کو آپ کے نامِ نامی پر معنون کروں۔ یہ کون نہیں جانتا کہ یہ آپ کی شخصیت ہی تھی جس کی سیاست، ذہانت اور بروقت احتیاط نے ٹیپو سلطان کے ان ارادوں کو ناکام بنا دیا جو اس نے ہندوستان میں برطانیہ کے قیام کے خلاف کئے تھے اور یہ حقیقت کس سے مخفی ہے کہ یہ آپ کی ہی تدابیر تھیں، جن کی وجہ سے کرۂ ارض کے اس حصے میں انگریزوں کو جس سخت اور مہیب ترین دشمن سے سابقہ پڑا، اس کو برباد کر دیا گیا اس کارروائی سے آپ نے نہ صرف اپنے ملک کو فائدہ پہنچایا، بلکہ اس کی شہرت کو بھی چار چاند لگا دیئے۔ یہی امر آپ کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ اور یہ کتاب آپ کی ان خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں، جو آپ نے انگلستان کی عظمت کے لئے کی ہیں۔ ایک حقیر ہدیہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

اس انتساب کے بعد دیباچہ شروع کیا گیا ہے۔ اس میں کرک پیٹرک لکھتا ہے:

یہ عام طور پر معلوم ہے کہ سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد، ٹیپو سلطان کے تمام دفاتر اور ریکارڈ فاتحین (انگریزوں) کے ہاتھ آ گئے لیکن ان میں بہت سے کاغذات یا تو اتفاقی طور پر جل گئے یا چوری چلے گئے۔ تاہم کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ باقی رہا۔ اس کو بچا لیا جائے۔ اور ان بچے ہوئے کاغذات میں اتفاق سے ایک رجسٹر بھی مل گیا ہے جس میں مکاتیب کی نقلیں تھیں۔ اسی لئے ان میں آداب و القاب کو جو سلطان نے ہر خط میں مکتوب الیہ کے مراتب کے مطابق باقاعدہ اور ہمیشہ لکھا کرتا

تھا۔ نہیں لکھا گیا ہے۔ اور اسی کا تتبع کرتے ہوئے یہاں بھی ان مکاتیب کو سیدھے سادھے الفاظ میں لکھا گیا ہے)

اس رجسٹر میں وہ مکاتیب ہیں جو سلطان نے، ر فروری ۱۷۸۵ء سے ۱۷۹۳ء تک لکھے تھے۔ افسوس ہے کہ اس سے پہلے اور بعد کے رجسٹر نہیں ملے سلطان کی طبیعت اور پابندی کو دیکھتے ہوئے یہ نا ممکن ہے کہ وہ ۱۷۸۵ء سے پہلے اور ۱۷۹۳ء کے بعد کے مکاتیب کا رجسٹر نہ رکھا ہو لیکن اس خلا سے جو کمی محسوس ہو رہی ہے۔ وہ کوئی زیادہ مایوس کن نہیں ہے، اس لئے کہ میں نے اس رجسٹر سے جن خطوط کو انتخاب کر کے پیش کیا ہے ان سے سلطان کی شخصیت پر بہت نمایاں روشنی پڑتی ہے اور اس کی فطرت اور حکومت کا ہر پہلو سامنے آجاتا ہے

اس رجسٹر میں، جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے، قریباً دو ہزار مکاتیب ہیں ان میں سے میں نے صرف ان مکاتیب کو لیا ہے جو کسی تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں یا سلطنت کے انتظامی معاملات کے متعلق ہیں۔ باقی مکاتیب کو میں نے اس لئے چھوڑ دیا ہے۔ کہ وہ میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور ساتھ ہی ساتھ ان مکاتیب کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جو اس رجسٹر کے علاوہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہوئے اور اس رجسٹر کی تاریخوں کے بعد کے تھے۔ اور وہ مکاتیب بھی چھوڑ دیئے گئے ہیں جو سلطان نے انگریزی گورنر جنرلوں اور گورنروں کو لکھے تھے

ئے۔ مکاتیب کے متعلق کرک پیٹرک نے عمداً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ کرنل ٹپسن کی تحریر سے جو اسی کتاب میں دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام رجسٹر موجود تھے۔ کرک پیٹرک کے متضاد بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

کیونکہ انگلستان کی پبلک ان سے روشناس ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ ان تمام مکاتیب کو بھی عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔ جن کی اشاعت ملک کی موجودہ سیاسی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب معلوم نہیں ہوتی۔[1]

کتاب کی اشاعت کا مقصد اور سلطان کے متعلق لکھتا ہے:

ان مکاتیب کے پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں سلطان کی شخصیت کو، قارئین کے قریب سے قریب تر لاؤں۔ اس کے سیاسی، مالی اور تجارتی انتظام کو واضح کرتے ہوئے، اس زمانہ کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالوں۔ یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے۔ کہ سلطان نہ صرف سخت محنتی تھا بلکہ اپنے فرائض کا حد درجہ پابند بھی تھا۔ اس نے اپنی تمام خط و کتابت کا باقاعدہ رجسٹر رکھا تھا جس میں نمبر وار اور تاریخ وار مکاتیب درج ہوتے تھے۔

ان مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کا مصنف یعنی سلطان نہایت ہی منظم اور غیر معمولی محنتی شخص تھا۔ اس کا ہر کام باقاعدہ تھا۔ وہ صبح سے شام بلکہ رات کو بغیر آرام لئے سلطنت کے کاموں میں منہمک رہتا تھا، کیونکہ اکثر و بیشتر مکاتیب میں تحریر کا وقت

---

[1] میرا اپنا تو خیال یہ ہے کہ مکاتیبِ سلطانی کا سب سے اہم حصہ یہی خطوط ہیں جنہیں عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر یہ منظرِ عام پر آجاتے تو ان تمام اعتراضات کا جواب خود بخود مل جاتا جو سلطان کی شخصیت پر اُس وقت سے لے کر ابھی تک کئے گئے ہیں یا کئے جا رہے ہیں۔ اور اُس وقت کی سیاست بھی بے نقاب ہو جاتی۔

"شب" لکھا ہوا ہے۔

سلطان اپنے منشیوں سے بہت کم کام لیتا تھا یہی وجہ ہے کہ بہت زیادہ مکاتیب خاص اس کی تحریریں ملتے ہیں اور جو مکاتیب کہ منشیوں کی تحریر میں ملتے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ منشیوں کی قابلیت کے مظہر نہیں۔ بلکہ سلطان کی قابلیت کے مظہر ہیں مختصر الفاظ میں مطلب کو ادا کرنا سلطان کا ایک خاص وصف ہے۔ وہ تحکمانہ لہجہ اور وہ اقتدار جو ان مکاتیب میں پایا جاتا ہے یقیناً کسی منشی کے قلم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اور جہاں کہیں وہ آداب و تعظیم پر اُتر آتا ہے۔ وہاں وہ اپنے احکام کو اس طرح منوانے کی کوشش کرتا ہے، جو ایک غیر معمولی دل و دماغ والی شخصیت سے ہی ممکن ہے۔ لہذا اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس قدر مکاتیب بھی ہیں۔ وہ سب کے سب سلطان ہی کے دماغ کا نتیجہ ہیں۔"

ان مکاتیب کے آئینہ میں سلطان کی شخصیت جیسی کچھ نظر آسکتی ہے وہ قارئین کو ضرور دکھائی دے گی، اور آخری فیصلہ انہیں کے ہاتھ ہے لیکن کرکپیٹرک کو عکس نظر آیا وہ اس کو ان الفاظ میں ادا کرتا ہے:۔

"ان مکاتیب کے آئینہ میں بیک وقت اگر ان کے مصنف کی غیر معمولی ذہانت، اختراعی قوت، جوہر قابلیت اور انتظامی صلاحیت نظر آتی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ ایک بے رحم اور بے درد دشمن، ایک غیر روادار متعصب، ایک سفاک و بے انصاف حاکم

Marfat.com

ایک شوریدہ سر ظالم - ایک ریاکار سازشی - ایک خونخوار و بے مہر فرمانروا - ایک سبک سر تلون مزاج حاسد - ایک ہٹی اور جز رس طبیعت کا کفایت شعار، ایک بساطی اور خردہ فروش تاجر بھی تھا -

مگر اس کے ساتھ یہ بھی مدِ نظر ہونا چاہئیے کہ ان مکاتیب کی تحریر کے وقت، وہ جانتا تھا کہ اس کا ارادہ اُس کے ملک کے لئے ایک فرمان اور اُس کی خواہش اس کی رعایا کے لئے ایک قانون کا حکم رکھتی ہے جس سے کسی شخص کو سرتابی کی مجال نہیں ہو سکتی - اور ثانیاً یہ کہ جس چیز کو ہم جس نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں تو وہ اُسی چیز کو ایک اور نظر سے دیکھتا تھا - اسی لئے اُس کے وہ فعل جنہیں ہم ظلم و ستم سے تعبیر کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس کے خیال میں وہ عین انصاف پر مبنی ہوں کیونکہ اُس کی فطرت ہی میں بے رحمی و بے مہری ودیعت کی گئی تھی - شاید یہ اس کے غیر روادارانہ مذہبی جذبے اور دینی تعصّب کا نتیجہ تھا -

قرآن نے اس کو سکھایا تھا کہ کافروں کے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے - اس لئے اُس کے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں تھا کہ اس معاملہ میں وہ ان تمام لوگوں کو بھی شامل کر لے جو اس کے ان خیالات کی تائید نہ کریں جو اشاعتِ اسلام کے متعلق تھے - اسی لئے اُس کو ہمارے ان اتحادیوں سے جو مسلمان تھے، اسی طرح سخت نفرت تھی، جیسی ہم سے تھی - رہا، اس کا انگریزی قیدیوں کو قتل کرنا یا کورگیوں یا نایروں

کو ہزار ہا کی تعداد میں تبدیل مذہب پر مجبور کرنا یا ان کو قتل کرنا، تو وہ اس ظلم و ستم کو اس لئے جائز سمجھتا تھا کہ اس کے آگے اس کے مذہب کے بانی کی مثال اور اس کی تعلیم تھی جو اس کو سکھاتی تھی۔ کہ کافروں کے ساتھ قسموں اور معاہدوں کا نباہنا، مذہب کی توہین ہے"

کرک پیٹرک نے اسلام اور بانیٔ اسلام روحی فداہٗ پر جو دل آزار حملے کئے ہیں وہ اس کی خباثت نفس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ تعصب انسان کو کس قدر اندھا بنا دیتا ہے۔ قرآن مجید موجود ہے اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک لفظ دنیا کے سامنے، فیصلہ کے لئے موجود ہے۔ اس لئے میں یہاں کرک پیٹرک کی اس دریدہ ذہنی کا جواب دینا نہیں چاہتا، کیونکہ اس قسم کے ہذیانات کا جواب خود یورپ کے منصف مزاج عیسائی ہی دے چکے ہیں۔ آفتاب پر خاک ڈالنے سے آفتاب چھپ نہیں سکتا۔

کرک پیٹرک کی اس تحریر سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے متعلق اس نے جو ہرزہ سرائی کی ہے، اس میں کہاں تک صداقت ہو سکتی ہے۔ لیکن میں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آئینہ میں اس کو سلطان کا عکس نہیں بلکہ خود اپنا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اس وقت کے ملازموں یا افسروں کا عکس نظر آیا ہے جو مردار خوار گدھوں کی طرح ہندوستان کے خوانِ یغما پر آ کر ٹوٹ پڑے تھے۔"

کرک پیٹرک کے ایک ایک جملہ کا جواب خود انگریزی تاریخوں سے دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ اسی کتاب میں کئی جگہ اپنے اپنے موقع پر ان سب الزاموں کا جواب پڑھنے والوں کو

Marfat.com

مل جائے گا لیکن یہاں انگریزی قیدیوں کے قتل کے متعلق کرک پیٹرک اور اُس کے ہم قوم و ہموطن مورخوں نے جو پروپیگنڈہ پھیلایا ہے اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا گیا ہے :-

"انگریزی قیدیوں کے قتل کا ڈھنڈورہ جو اس شد و مد سے پیٹا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت اگر کچھ ہے تو صرف اتنی ہے :۔ کرنل ٹمسن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۶۔۱۶۷ پر لکھتا ہے کہ اس وقت انگریزی قیدیوں کے قتل کی خبریں جس شد و مد سے پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی تحقیقات کے لئے سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد کپتان ولیم مکلوڈ کو مقرر کیا گیا۔ اس افسر نے مندرجہ ذیل رپورٹ کمانڈر ان چیف کو بھیجی :-

"دوپہر میں سید صاحب (میر معین الدین) کے ایک رشتہ دار نے مجھ سے کہا کہ محاصرے کے دوران میں سلطان نے تمام انگریزی قیدیوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ تو ہم کو معلوم تھا کہ ہمارے کل تیرہ ۱۳ سولجر لاپتہ ہیں۔ ان میں آٹھ تو چھٹویں اپریل کو راستہ بھول کر گم ہو چکے تھے اور باقی پانچ پہلے سے لاپتہ تھے۔

ایک چپڑاسی نے مجھے وہ جگہ بتائی۔ جہاں ہمارے قیدیوں کو قتل کر کے دفن کیا گیا تھا۔ آنریبل کرنل ولزلی نے چند افسروں کو تحقیق کے لئے اُس جگہ بھیجا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ یہاں ۳۳ ویں رجمنٹ کے ایک سولجر کی لاش ملی۔

دیوائی راؤ جو قلعہ میں متصدی تھا، اُس نے بھی کہا۔ کہ تیرہ انگریزی

Marfat.com

قیدیوں کو سلطان کے حکم سے قتل کیا گیا تھا مختلف باشندگان سرنگاپٹم سے بھی معلوم ہوا۔ کہ بارہ یا تیرہ قیدی قتل کئے گئے تھے۔،،

یہ ہے وہ افسانہ جو انگریزی قیدیوں کے قتل کے متعلق ہے۔ اور جس کے لئے قریباً ڈیڑھ صدی سے سلطان کو مطعون کیا جا رہا ہے۔ اس رپورٹ میں کئی باتیں قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) رپورٹ دینے والا میر معین الدین جیسے غدّار کا رشتہ دار ہے۔

(۲) زمین کو کھودا گیا۔ تو صرف ایک لاش ملتی ہے اور وہ بھی مکلوڈ موقع پر حاضر رہنے کے باوجود نہیں دیکھتا بلکہ سُنی ہوئی بات لکھتا ہے اور یہ بھی حیرت انگیز ہے کہ کرنل ولزلی سے تک وہ حقیقت حال دریافت نہیں کرتا۔

اس رپورٹ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کرنل ولزلی نے ان خبروں کو کوئی اہمیّت نہیں دی ورنہ وہ خود جا کر معائنہ کرتا

بالغرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سلطان نے تیرہ[۱۳] انگریزوں کو قتل کیا تھا تو کیا اس قلیل تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ انگریزی جاسوس تھے جو قلعہ میں جاسوسی کے لئے مختلف اوقات میں آئے ہوئے تھے جیسا کہ خود مکلوڈ کے بیان سے ظاہر ہے۔ دنیا کی متمدن سے متمدن حکومتیں بھی جاسوسوں کو یہی سزا دیتی ہیں۔ اور یہ تو تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ اس جنگ میں انگریزوں کو جو فتح حاصل ہوئی وہ بہ نسبت تلوار کے سازشوں کی بہت زیادہ رہینِ منت ہے اور اگر اس کے ساتھ سرنگاپٹم کی مقامی روایات پر اعتبار کیا

Marfat.com

جائے۔ کہ اہلِ نوائیط نے دورانِ محاصرہ میں انگریزی افسروں کو مٹھائیاں بھیجتے تھے تو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ کہ جو انگریز قلعہ میں پائے گئے وہ جاسوس تھے جو ان لوگوں سے معلومات حاصل کرتے آئے ہوئے تھے

اس الزام کا جواب دینے کے بعد میں پھر اصل کتاب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کرک پیٹرک نے کتاب میں انتساب اور دیباچہ کے بعد سلطان کی ایجاد کردہ تقویم دی ہے۔ اور اس کے بعد ۴۳۵ مکاتیب ہیں۔ اور ان میں سے اکثر مکاتیب کے تحت تبصرہ کے عنوان سے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے! ور ساتھ ساتھ سلطان کی چند خاص تحریریں بھی ہیں، جو جنگوں کے متعلق ہیں۔ اخیر میں چند ضمیمے بھی ہیں جن میں سلطان کی برّی۔ بحری اور تجارتی احکامات بھی دئیے گئے ہیں جن میں ایک حکم "فتح المجاہدین" کتاب سے بھی لیا گیا ہے۔ کرنول اور شاہنور (ساونور) کے پٹھانوں کی مختصر تاریخ بھی، کرمانی کی کتاب "تذکرۃ البلاد والحکام" سے دی گئی ہے۔ کتاب میں تقریباً نصف سے زیادہ حصہ کرک پیٹرک نے اپنے تبصروں کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ یہ تبصرے جیسے کچھ ہیں، ان کا اندازہ، کتاب کی اشاعت کے مقصد سے ہی ظاہر ہے۔ یہ تبصرے اس قدر بے سروپا ہیں۔ کہ ان سے سوائے تعصّب کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ چنانچہ ایک جگہ سلطان نے حافظ کی یہ بیت دی ہے :۔

حافظ اگر قدم زنی در رہِ خاندانِ عشق
بدرقہء رہت شود ہمتِ شحنہء نجف

اس پر کرک پیٹرک نے اپنی رائے یوں لکھی ہے :۔

"سلطان نے سُنی ہونے کے باوجود حافظ کی یہ بیت بطور سند استعمال کی ہے جس میں صاف طور پر حضرت علیؓ کا نام بھی لیا گیا ہے۔"

بہر طور مقصد ان تبصروں سے صرف نکتہ چینی ہے۔ اس لئے مَیں نے مکاتیب کے تحت جہاں ضروری سمجھا ہے کرک پیٹرک کی رائے کے ساتھ ساتھ یا علیحدہ اپنی رائے بھی تاریخی شواہد سے دی ہے۔ اور بہت سے حالات کو واضح بھی کیا ہے۔ چونکہ سلطان کے اعلانِ جہاد پر کرک پیٹرک نے نہ صرف اپنے دیباچہ میں بلکہ اس اعلان کے تحت بھی سلطان کے علاوہ خود مذہب اسلام پر بھی حملے کئے ہیں اس لئے مَیں نے اس کو کتاب کے درمیانی حصّہ سے نکال کر آخر میں لکھا ہے۔ اور اسی سلسلے میں سازشوں اور سلطان کی شہادت کے متعلق بھی مضامین لکھے ہیں۔

کرک پیٹرک نے کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت کو پبلک کے سامنے پیش کرے۔ اس میں وہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن پبلک سے مراد یہاں انگلستان کی پبلک ہے۔ کیونکہ اس کتاب کی اشاعت کا زمانہ، وہ زمانہ ہے۔ جب انگلستان کی پبلک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملک گیری اور اس کے ظلم و ستم کے خلاف ایک ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ اور پارلیمنٹ میں کارنوالس اور ولزلی کی کارروائیوں پر نکتہ چینیاں ہو رہی تھیں۔ تو اپنے ان آقایانِ نعمت کی مدافعت میں نہ صرف کرک پیٹرک نے بلکہ بہت سے انگریزی فوجی افسروں نے بہت سی کتابیں لکھیں، کیونکہ انہیں کے طفیل انہوں نے ہندوستان اور سرنگاپٹم کی دولت کو لوٹا تھا اور اس لوٹ کو جائز دکھانے اور انگلستان کی پبلک کی آواز کو دبانے کے لئے اس قسم کا پروپاگنڈہ ضروری سمجھا گیا تھا۔ اس

Marfat.com

سے ان کا ایک مقصد اور بھی تھا اور وہ یہ تھا کہ جہاں دل بھر کر سلطان کو گالیاں دی گئی ہیں۔ وہیں اس کی روشن خیالی۔ اس کی سلطنت کی تنظیم۔ اس کی فوج یعنی بری اور بحری بنیادیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نقشہ پیش کر کے یہ جتانا مقصود تھا کہ اگر ٹیپو کو چھوڑ دیا جاتا تو ہندوستان میں انگلستان کبھی پنپ نہیں سکتا تھا مسیحیت کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ سلطان کا مقصد حیات ہی یہی تھا کہ ہندوستان کو غیروں کے جوئے سے آزاد رکھا جائے۔ اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ وہ ملک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کا روادار نہیں تھا اسی لئے ان مورخین نے اس کو دل بھر کر گالیاں دی ہیں جس کے متعلق خود انہیں میں کا ایک فوجی افسر کپتان لٹل لکھتا ہے:۔

"گذشتہ چند سالوں سے انگریزی زبان کے ان تمام الفاظ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالا جا رہا ہے جس سے ٹیپو سلطان کو بدنام کیا جا سکے۔ لغات میں ذلیل سے ذلیل الفاظ، سلطان کی مذمت کی غرض سے تلاش کر کے نکالے جا رہے ہیں۔ باوجود اس کے بہت سے لوگوں کو رنج ہے کہ زبان میں اس قدر وسعت نہیں کہ ٹیپو سلطان کو دل بھر کر گالیاں دی جائیں۔ اس لئے یہ لوگ نئی اصطلاحات وضع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

{ سیاحت نامہ کپتان لٹل از ایڈورڈ مور
مطبوعہ لندن و ماڈرن میسور صفحہ ۲۲۰ }

لٹل کی شہادت سلطان کی بریت کے لئے بالکل کافی ہے۔ اور اس سے

بڑھ کر خود سلطانی مکاتیب شہادت دے رہے ہیں کہ ان کا مصنف کس شخصیت کا حامل تھا۔

افسوس اور حد درجہ افسوس ہے کہ کرک پیٹرک نے نہایت چالاکی سے ان مکاتیب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو سلطان نے مرہٹوں کو لکھے تھے۔ اگر یہ مکاتیب منصۂ شہود پر آجاتے۔ تو سلطان کے خیالات اپنی ہمسایہ ہندو حکومت اور ہندوؤں کے متعلق بہت زیادہ واضح ہو جاتے۔ مگر یہ مورخ یا مُصنِّف جن کا منتہائے نظر ہی یہ ہو کہ پھُوٹ ڈال کر حکومت کریں۔ ان سے اس قسم کی اُمید کیب ہو سکتی ہے۔ تاہم جو دوسرے خطوط اس مجموعہ میں ہیں۔ اہلِ نظران سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

Marfat.com

مکاتیبِ سلطانی کا تجزیہ

کرک پیٹرک نے اپنی کتاب میں جن مکاتیب کا ترجمہ دیا ہے اور جس رجسٹر سے اُس نے وہ مکاتیب لئے ہیں، وہ سلطنت کے انتظامی خطوں کا رجسٹر ہے۔ دوسرے تمام مکاتیب اور رجسٹروں کا اُس نے ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس لئے، یہاں کرنل ہٹسن کی کتاب (صفحات ۱۷۹ - ۱۹۷) سے جو معلومات مکاتیب سلطانی کے متعلق حاصل ہوئی ہیں، دی جاتی ہیں۔

وہ (کرنل ہٹسن) لکھتا ہے کہ سلطانی کاغذات کے معائنہ کے لئے گورنر جنرل نے کرنل ولیم کرک پیٹرک کو مقرر کیا۔ کرک پیٹرک نے اس عہدہ کو قبول کرتے ہوئے گورنر جنرل کو یہ اطلاع دی:۔

"یور لارڈ شپ کی ہدایات پر میں یہ اہم ذمہ داری قبول کرتا

ہوں اور ٹیپو سلطان کے کاغذات جو محل میں پائے گئے۔ ان کی تفصیل آپ کی اطلاع کے لئے دیتا ہوں۔

۱۔ نواب حیدر علی کی خط و کتابت۔ جن سے ان کی تاریخ اور ان کے عادات و اطوار پر روشنی پڑتی ہے۔

۲۔ ٹیپو سلطان کی خط و کتابت۔ اس کو مندرجہ ذیل عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) کاغذات جو فرانسیسی زبان میں ہیں۔ یہ فرانسیسیوں سے خط و کتابت کے متعلق ہیں۔

(۲) کاغذات جو فارسی زبان میں ہیں۔ یہ بھی فرانسیسیوں سے خط و کتابت کے متعلق ہیں۔

(۳) سلطان کی خط و کتابت کابل کے امیروں کے ساتھ۔ (تیمور شاہ اور زمان شاہ سے)[1]

---

[1] کرنل بٹسن نے اپنی کتاب میں بہت سے خطوط دیئے ہیں۔ جو سلطان نے فرانسیسیوں کو لکھے تھے یا فرانسیسیوں نے سلطان کو۔ تمام کا ماحصل یہی ہے کہ ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کے لئے سلطان نے فرانس سے فوجی کمک طلب کی تھی اور اس کے عوض وہ فرانسیسیوں کو تجارتی مراعات دینا چاہتا تھا اور دوسری طرف سے جواب میں وعدے کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں انگریزی مورخوں نے سلطان پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں اور عملی طور پر میسور کی چوتھی جنگ کا سبب بھی یہی بتایا جاتا ہے۔ لیکن سلطان ایک آزاد حکمران تھا اس کو حق حاصل تھا کہ جس سے چاہے خط و کتابت اور معاہدے کرے کیا انگریزی حکومت یہی نہیں کر رہی ہے۔

(۴) سلطان کی خط وکتابت ترکی حکومت کے ساتھ۔

(۵) سلطان کی خط وکتابت پیشوائے پونہ اور دولت راؤ سندھیا کے ساتھ۔ یہ سلسلہ سلطان کے ابتدائے عہد سے زوالِ سلطنت تک ہے[1]

(۶) سلطان کی خط وکتابت حیدرآباد کے ساتھ۔ یہ سلسلہ بھی سلطان کے ابتدائے عہد سے زوالِ سلطنت تک ہے۔

(۷) دہلی میں اپنے ایجنٹوں کے ساتھ۔

(۸) اپنے ایجنٹوں کے ساتھ جو مالابار میں تھے (۱۷۹۲ء کے بعد سے یہ خطوط شروع ہوتے ہیں)

(۹) ہدایات جو قسطنطنیہ جانے والے وکیلوں کو دی گئیں۔

(۱۰) ہدایات جو سفارت کابل کو سلطان نے دی تھیں۔

(۱۱) سلطان کے خطوط ہندوستان کے مختلف درباروں کو۔ ان خطوط میں جودھپور۔ جے پور۔ حتیٰ کہ راجہ نیپال تک کے نام خطوط موجود ہیں۔ ان خطوط میں اس نے آزادیٔ ہند کے لئے سب کو متفق ہونے کی دعوت دی ہے)

(۱۲) سلطان کے خطوط ایران مسقط اور عرب کے دوسرے مسلمان حکمرانوں کے نام

---

[1] کاش ملک کی کوئی علمی انجمن ان خطوط کو حاصل کر کے شائع کرے)

Marfat.com

(۱۳) "سلطان کے خطوط۔ انگریزی گورنر جنرلوں اور گورنروں کے نام"

(۱۴) "سلطنت کے انتظامی خطوط۔"

بٹسن لکھتا ہے۔ کہ سوائے ان خطوط کے جو انگریزوں کے نام ہیں۔ باقی تمام خطوط میں انگریزوں کے خلاف دشمنی کا اظہار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ میسور کی چوتھی جنگ میں مرہٹوں کے شریک نہ ہونے کا سبب سلطان کے خطوط ہی ہیں۔ جو دربار پونا کو لکھے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ ان رجسٹروں کا ذکر کرتا ہے، جن میں آئے ہوئے جوابات علیحدہ علیحدہ رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حیدر کے رجسٹر میں اسد علی خاں کے لکھے ہوئے چند خطوط پائے گئے ہیں۔ جو ۱۷۹۱ء میں اس نے سلطان کو لکھے تھے۔ ان خطوں کے ذریعہ سلطان کو دھوکہ میں رکھنا اس شخص کا مقصود معلوم ہوتا ہے۔

(نوٹ:۔ اسد علی خاں شاید ریاست بیگن پلی والا تھا جو ہمیشہ سلطان کے خلاف رہا۔ اور حیدر آباد میں رہ کر سلطان کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔) (محمود)

بیاضِ سلطانی

کرنل ہٹسن نے اپنی کتاب میں جو ضمیمے دیئے ہیں۔ اُس کے صفحہ ۱۱۵ پر لکھا ہے
ہادت کے بعد ٹیپو سلطان کی ایک جیبی بیاض ملی جس میں یہ فارسی اشعار خود
طان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ ذیل میں ان کا انگریزی ترجمہ جو ہٹسن
لیا ہے۔ دیا جاتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ ہٹسن نے بجنسہٖ فارسی اشعار نہیں
ے۔ اس لئے یہ مجبوری یہاں انگریزی کا اردو ترجمہ بھی دیا جاتا ہے

1. Oh, my soul be thy devotion that of the heart if thou wouldst seek God,

For otherwise the Ka'aba and the idol house are both the same.[1]

2. Great and small are at a loss
to recount thy praises.[2]

The service of thy altar is
preferable to both the
worlds.

Thou takest away sickness,
thou restorest health,

Oh father, out of Thy Good-
ness take (from me) sickness
and grant (me) health.

3. I am full of sin, Thou art a
sea of mercy,

Where Thy merey is, what
became of my sin.

Notes.—1. Meaning that it is true devotion alone that makes the difference between them, otherwise both Ka'aba and idol house are built of stone.

2. These are ejaculatory lines for persons labouring under sickness.

3. *i.e.*, Great as are my sins, they are nothing in comparison to the extent of Thy mercy.

Marfat.com

اُردو ترجمہ

۱۔ اے میری روح!۔اگر تجھے خدا کی تلاش ہے تو تو بھی دل کی طرح اس کی پرستار بن جا ورنہ کعبہ اور بتکدے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ چھوٹے اور بڑے دونوں تیری تعریف میں قاصر ہیں۔
تیرے در کی دربانی، دونوں جہان کی دولت سے بڑھ کر ہے
تو ہی ہے جو مرض کو دُور کرتا ہے اور صحت بخشتا ہے۔
اے مالک!۔اپنے کرم سے میرے مرض کو دُور کر اور مجھے شفا عطا کر

۳۔ میں سرتا پا گناہوں سے بھرا ہوا ہوں اور تو دریائے رحم ہے۔
تیری رحمت بے پایاں کے آگے میرے گناہوں کی کیا حقیقت ہے۔"

Marfat.com

تقویم سُلطانی

(از کتاب گورگس پیر ہک)

اس کتاب میں سلطان کے خطوط میں انگریزی تاریخوں کے ساتھ ساتھ سلطان کی ایجاد کردہ تقویم کے مہینے بھی دیئے گئے ہیں چونکہ اسلامی مہینے لگان کی وصولی کیلئے فصلی اعتبار سے وقت پر مطابقت نہ قائم رکھ سکتے تھے۔ اس لئے سلطان نے یہ نئے نام فصلوں کی مطابقت کے لحاظ سے جاری کئے تھے چند سال بعد اُن میں چند ناموں کی ترمیم کی گئی تھی۔

مہینوں کے ہندی نام	سلطانی نام	ترمیم شدہ نام
۱۔ چیت	احمدی	احمدی
۲۔ بیساکھ	بہاری	بہاری

Marfat.com

۳- جیٹھ	جعفری	تقی
۴- اساڑھ	دارائی	شمری
۵- ساون یا سراون	ہاشمی	جعفری
۶- بھادوں	واسطی	حیدری
۷- اسوج	زبرجدی	خسروی
۸- کارتک	حیدری	دینی
۹- مگھر	طلوعی	ذاکری
۱۰- پوہ یا پوس	یوسفی	رحمانی
۱۱- ماگھ	یانزدی	رازی
۱۲- پھاگن	بیاضی	ربانی

مکاتیبِ سلطانی

خط نمبر ۱

بنام[۱] مرزا محمد علی ۔ ناظم اصطبل فیلاں نگر[۲] مورخہ ۲ بیاضی ۱۲۱۳ھ[۳] (۱۷ فروری ۱۷۸۵ء)

"تمہارا خط موصول ہوا ۔ تم نے لکھا ہے ۔ کہ تمہارے ماتحت جو

۱؎ خطوں میں حسب درجہ آداب و القاب ہوتے تھے اور سلطان اپنی ذات کے لئے ما بدولت کے الفاظ استعمال کرتا تھا ۔ کرک پیٹرک نے انگریزی ترجمہ میں انہیں حذف کر کے مکتوب الیہ کو حسب مراتب "آپ" یا "تم" اور سلطان کے "ہم" استعمال کیا ہے ۔ مطالعہ کی سہولت سامنے رکھتے ہوئے ہم نے بھی ان خطوں میں وہی الفاظ اختیار کئے ہیں ۔

۲؎ نگر ۔ اس کا قدیم نام بدنور تھا ۔ نواب حیدر علی نے اس کو حیدر نگر کا نام دیا ۔ سلطنت خداداد میں سرنگا پٹم کے بعد دوسرا بڑا شہر اور گورنر کا صدر مقام تھا ۔ موجودہ وقت قریباً ویران اور نگر کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کی تاریخ میں نے اپنی کتاب "ناول حیدر علی" میں دی ہے ۔

۳؎ سلطان کی دی ہوئی تاریخوں کے ساتھ ناظرین کی سہولت کے لئے کرک پیٹرک کی کتاب سے لی ہوئی ان کے مطابق انگریزی تاریخیں بھی دے دی گئی ہیں ۔

متصدی ہیں، احکام طلب ہو گئے ہیں اور نگر میں وقت گنوا رہے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ نگر کے تعلقدار سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پندرہ پندرہ دن کے حسابات التوا میں پڑ گئے ہیں اور مسٹر فاس غیر نگر کے حساب کے جہاں ایک گنتری منشی رکھ دیا ہے ساتھ کام کر رہا ہے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے

تمہارے اس بیان کو دیکھ کر بہت تعجب ہوا ہے لوگ جب کبھی کام میں تساہل کریں۔ اور تمہارا حکم نہ مانیں تو تازیانہ کاری سے کام لیا جائے۔ اور جن حسابات اور ضروری معلومات کی فراہمی کے لئے تم کو حکم دیا گیا تھا جلد سے جلد حضور میں پہنچ جائیں۔"

تبصرہ[2]

کرکپیٹرک اس خط پر اپنی رائے یوں دیتا ہے:۔

"نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام مشرقی ممالک خصوصاً چین اور روس میں بھی تازیانہ کاری کا عام رواج تھا۔ بالعموم مشرقی سلاطین اس سزا کو استعمال کرتے تھے ٹیپو نے بھی یہی کیا۔ اس کے سامنے خود اس کے والد کی مثال تھی جس نے خود ٹیپو کو بر سر عام یہ سزا دی تھی۔

کرنل مائلس اپنی تاریخ کے صفحہ ۹۹ پر لکھتا ہے کہ سلطان نے یہ سزا اپنی مملکت میں موقوف کر دی تھی۔ مورخ کرمانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ چونکہ اس قسم کی سزا انگلستان کے ملک میں پہلے سے موجود تھا ممکن ہے کہ

---

[1] [illegible] کر دیا اور فاتحہ پور میں بھی تھا۔

[2] کتاب میں کرکپیٹرک نے جہاں اپنی رائے دی ہے Observations کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی تشریح، تنقید و تبصرہ کی ہو سکتی ہیں۔ میں نے ہر جگہ تبصرہ استعمال کیا ہے۔

سلطان نے بھی اپنے عہد کے شروع میں اس کو بحال رکھا ہو
اور بعد میں اس کو منسوخ کر دیا ہو۔

خط نمبر ۲

بنام میر کاظم۔ تجارتی قنصل و ناظم کوٹھی مسقط — مورخہ ۵ بیاضی
(۲۰ فروری ۱۷۸۶ء) وقت شب

تاجران مسقط کو یہاں (ہماری سلطنت میں) آنے کی ترغیب دی جائے۔ اور ان سے کہا جائے۔ کہ اپنی خالی ڈونگیوں (کشتیوں) میں تجارت کے لئے گھوڑے لائیں۔ اور واپسی میں بدستور یہاں سے چاول لے جائیں۔ اس کے متعلق امام مسقط سے احکام حاصل کئے جائیں۔

تبصرہ

مسقط۔ ساحل خلیج فارس پر ایک چھوٹی سی عرب ریاست ہے۔ ہندوستان اور عرب کے درمیان اکثر و بیشتر تجارت مسقط ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ سلطان نے یہاں ایک تجارتی کوٹھی قائم کی تھی۔ جس کے ذریعہ سے ہندوستان، خصوصاً سلطنت خداداد کا مال یہاں آکر فروخت ہوتا تھا۔ نیز یہاں سے عرب و ایران کا مال خرید کر ہندوستان روانہ کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

خط نمبر ۳

بنام محمد غیاث۔ سفیر سلطنت خداداد بہ دربار پونا ۶ بیاضی (۲۱ فروری ۱۷۸۵ء)

آں حشمت مآب کا ۵ فروری کا خط ملا مضمون سے آگاہی ہوئی۔ رقم متعینہ بتایا ہے جب کبھی حاکمانِ پونا طلب کریں گے، ہنڈوی بھیج دی جائیگی۔

"زمیندار نرگند" کی سرکشی کی اطلاع گذشتہ سال نور محمد خاں کو کئی بار دی گئی تھیں یقین ہے کہ انہوں نے ان حالات سے حاکمانِ پونا کو اطلاع دے دی ہوگی۔ اگر ایک معمولی زمیندار اور رعایا کے ایک فرد کو بھی ہم سزا نہ دے سکیں۔ تو ہمارا اقتدار کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ ہماری اس دلیل کو راؤ راستا نے بھی قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا اس زمیندار کی سرزنش ضروری ہے۔ اگر حاکمانِ پونا اس کو نصیحت کر کے راہِ راست پر لے آئیں۔ تو اچھا ہے، ورنہ اس کو ختم کر دیا جائیگا۔

اگر حاکمانِ پونا ہمارے گذشتہ احسانات کو بھول کر، نرگند کے زمیندار کی تائید میں فوج بھیجتے ہیں تو اس کا مطلب کیا ہوگا؟ خدا کی تائید پہ بھروسہ کرتے ہوئے، نرگند کی تسخیر کے لئے ہم نے ایک زبردست فوج بھیج دی ہے۔ اور اس اثنا میں اگر مرہٹہ فوج آ بھی جائے۔ تو ہمیں خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

تبصرہ

اس خط پر کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اگرچہ ظاہر میں نرگند کا معاملہ ایک معمولی سا سبب تھا لیکن در اصل مرہٹوں کا مقصد اس سے یہ تھا کہ ٹیپو سلطان سے وہ پیش کش حاصل کی جائے۔ جو آٹھ سال

سے روا سبب الدواپس آتی تھی"

اس خط میں بہت سی باتیں حل طلب ہیں۔ اگر ان کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو اس سلسلہ کے جتنے خطوط بھی اس مجموعے میں ہیں ان کے سمجھنے میں بہت آسانی ہو جائیگی۔

(۱) محمد غیاث و نور محمد خاں، دربار پونا میں سلطان کی جانب سے سفیر تھے۔

(۲) نرگنڈ ایک چھوٹی سی زمینداری تھی جو سلطنت خداداد کے حدود میں سرحد پر واقع تھی یہ پہلے مرہٹوں کی باجگذار تھی۔ بعد میں نواب حیدر علی نے اس کو ختم کر کے خراج دینے پر مجبور کر دیا تھا یہ سرحدی ریاستیں اپنی سرحد سے جس کسی کا پلہ بھاری دیکھتی تھیں اس کی طرف مل جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں بڑی سلطنتیں بھی خود ان کو ابھارتی تھیں۔

(۳) راؤ راستا۔ یہ پونا کا ایک بہت بڑا سردار تھا۔ اور اس کا خاندان اثر و اقتدار کے لحاظ سے پیشوا کے خاندان کے بعد یا اس کے قریب قریب مانا جاتا تھا۔

(۴) اس زمانہ کا یہ ذکر ہے۔ اس وقت سوائے مادھو راؤ ایک بالکل کم عمر لڑکا، پونا میں پیشوا بنایا گیا تھا۔ اور تمام امور سلطنت نانا فرنویس کے ہاتھ میں تھے۔ جو وزیر اعظم تھا۔

(۵) سلطان نے اس خط میں لکھا ہے کہ "تم متعینہ تیار رہے

جب کبھی حاکمانِ پونا طلب کریں گے۔ ہنڈی بھیج دی جائے گی"
رقم سے مراد پیش کش کی رقم ہے۔ پیش کش، خراج کا دوسرا اور معزز نام ہے۔ یہ رقم مرہٹے عرصۂ دراز سے نہ صرف میسور سے بلکہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بھی وصول کرتے تھے۔ مرہٹے جس بنیاد پہ یہ پیش کش، سلطنتِ خداداد سے وصول کرتے تھے۔ اس کی اصلیت یہ ہے:۔

۱۷۰۷ء میں شہنشاہِ عالمگیر اورنگ زیب کی وفات کے بعد، جب اس کا بیٹا محمد معظم تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اپنے دورِ حکومت میں متواتر شورشوں سے تنگ آکر اور مرہٹوں کو اپنا طرفدار بنانے کے خیال سے انہیں خاص مرہٹواڑی میں چند محدود علاقوں میں چوتھ اور سردیش مکھی (ایک قسم کا ٹیکس) وصول کرنے کی اجازت اس شرط پہ دی تھی کہ ضرورت کے وقت مرہٹے اپنی فوج سے شہنشاہ کی مدد کریں۔ اس کے بعد سید بھائیوں (سید عبداللہ و سید حسین جو دہلی میں "بادشاہ گر" تھے) نے نظام الملک کی طاقت کو کچلنے کے لئے، مرہٹوں کی غاقت کو بہت بڑھا دیا۔ اور پھر نظام الملک نے بھی انہیں گجرات اور مالوہ پر قبضہ کر لینے کی اجازت دے دی ۱۷۴۸ء میں مرہٹوں کی طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی۔ کہ صفدر جنگ وزیرِ اعظم سلطنتِ مغلیہ نے شورشوں کو دبانے کے لئے ان سے مدد چاہی۔ اور شمالی ہند کے کچھ علاقوں پر انہیں قبضہ دلا دیا۔ اور اس کے بعد تو مرہٹہ طاقت،

ہندوستان میں اس قدر زور پکڑ گئی کہ وہ ہر علاقہ سے چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے لگے تھے۔ اور اس کو اپنا حق سمجھتے تھے، گو ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی جنگ میں ان کی طاقت کو بالکل کچل دیا تھا، لیکن اس کے واپس چلے جانے سے وہ کچھ سنبھلنے لگے۔ اور چوتھے پیشوا مادھوراؤ کے ماتحت انہوں نے پھر مختلف علاقوں پر فوج کشی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں میسور پر کئی بار انہوں نے فوج کشی کی، اور یہاں کے پالیگاروں نے جن میں میسور کا زمیندار (راجہ) بھی شامل تھا۔ یہ رقم انہیں دے دی اور دیتے رہے جب نواب حیدر علی نے زمام سلطنت سنبھالی۔ تو مرہٹوں نے ان سے بھی یہ رقم طلب کی۔ جو کبھی دی گئی۔ اور کبھی دینے سے انکار کیا گیا جس کی وجہ سے مرہٹوں اور حیدر علی میں کئی خونریز لڑائیاں ہوئیں اور باوجود فتح پانے کے بھی حیدر علی کو یہ رقم کچھ گھٹا بڑھا کر دینی ہی پڑی۔ اس لئے کہ مرہٹے یہ رقم ان فرمانوں کے تحت طلب کر رہے تھے۔ جو انہیں دہلی سے حاصل ہوئے تھے۔

اس سلسلے میں جو آخری لڑائی اور صلح حیدر علی اور مرہٹوں میں ہوئی اس کے متعلق کرنل ولکس اپنی تاریخ میسور کے صفحہ ۴۱۰ تا ۴۱۹ پر لکھتا ہے:۔

"جس وقت نواب حیدر علی، اپنی بیٹی و بیٹے کی شادیوں کے جشن منا رہے تھے۔ مرہٹوں کا وکیل گنیش راؤ، سرنگاپٹم آیا۔ اور سوائے مادھوراؤ

(پیشوا) کی جانب سے مبارکباد کا خط پیش کرتے ہوئے کہا کہ :-

انگریزوں نے پیشوا نارائن راؤ کے قاتل رگھوبا (رگھوناتھ راؤ) کی حمایت کرتے ہوئے مرہٹوں سے جنگ شروع کر دی ہے - آپ بھی تو انگریزوں سے برگشتہ خاطر ہیں - اور نظام الملک بھی - لازم ہے کہ ہم تینوں مل کر انگریزوں سے لڑیں اور کامل اتحاد سے رہیں - لیکن اس اتحاد کے لیئے ضروری ہے کہ :-

(۱) آپ اُس کو پچیس[۲۵] لاکھ کی رقم ادا کریں - جو اگلے صلحنامہ کی رُو سے واجب الادا ہے -

(۲) آٹھ سال سے پیش کش کی رقم جو رُکی ہوئی ہے - ادا کر دی جائے -

(۳) ہرپن ہلی اور اُس کے مضافات کے پالیگار، مرہٹوں کے باجگذار ہیں - آپ فوج کشی کر کے ان سے جو پیش کش وصول کر رہے ہیں - وہ واپس کی جائے -

(۴) دریائے تنگ بھدرا اور دریائے کرشنا کے درمیان جس علاقہ پر آپ نے قبضہ کیا ہے - وہ مرہٹوں کا علاقہ ہے - اس کو چھوڑ دیا جائے ۔"

نواب حیدر علی نے ان مطالبات پر جواب دیا - کہ :-

(۱) ہرپن ہلی اور اُس کے مضافات ایام قدیم سے نوابی سرا کے ماتحت تھے - اور بہ حیثیت نواب سرا[۱] مجھے ان سے پیش کش لینے کا حق حاصل ہے

[۱] "حاشیہ دیکھو اگلے صفحہ ۱۲۲ پر"

(۲) دریائے تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان کے جس علاقہ کو مرہٹے اب مانگ رہے ہیں وہ بھی سرا کے ماتحت ہی تھا۔ مرہٹوں نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔

(۳) اب رہی صلحنامہ کی رو سے پچیس لاکھ کی واجب الادا رقم اور آٹھ سال کی پیش کش کا معاملہ، تو ان دونوں کے متعلق رگھوبا سے ایک نیا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ رقمیں واجب الادا نہیں ہیں ان باتوں کو سن کر گنیش راؤ نے کہا۔ کہ "رگھوبا" مسند پونا کا جائز حقدار نہیں ہے۔ حقدار صرف سوائے مادھو راؤ ہے۔ اس لئے رگھوبا سے جو معاہدہ ہوا ہے۔ وہ جائز قرار نہیں دیا جا سکتا"۔ اس کے جواب میں حیدر علی نے کہا۔ کہ "خود مرہٹوں میں ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں ہوا کہ جائز حقدار کون ہے۔ اور ناجائز کون[1]۔ اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو جائے، رگھوبا سے کیا ہوا معاہدہ برقرار رہے گا" آخر بہت قیل وقال کے بعد یہ طے ہوا کہ :۔

(۱) حیدر علی نے جس علاقہ پر قبضہ کیا ہے، وہ حیدر علی کے قبضہ ہی میں رہے گا۔

(۲) پچھلی تمام رقم چھوڑ دی جائے گی"۔

(حاشیہ صفحہ ۱۲۱) نظام الملک نواب صلابت جنگ نے مدد کے بالعوض سرا کی نوابی، نواب حیدر علی کو شہنشاہ ہند سے سفارش کر کے دلا دی تھی۔

[1] مرہٹوں میں اس وقت بھی پیشوائی کے لئے کشمکش ہو رہی تھی۔

(۴) آئندہ سے یعنی اس سال سے پیش کش کی رقم سالانہ گیارہ لاکھ مقرر کی جاتی ہے۔

اس معاہدے کے بعد واقعات کچھ ایسے پیش آئے۔ کہ اُدھر پونا میں مرہٹے مسند نشینی کے متعلق جھگڑوں میں لگ گئے اور انگریزوں سے لڑتے رہے۔ اور ادھر نواب حیدر علی نے بھی مرہٹوں کی تائید میں انگریزوں سے جنگ شروع کر دی[1]۔ جنگ جاری ہی تھی۔ کہ نواب حیدر علی کا ۱۷۸۲ء میں انتقال ہو گیا[2] اور سلطان ٹیپو تخت نشین ہوا۔ یہ جنگ جاری رہی آخر ۱۷۸۴ء میں صلحنامہ منگلور سے اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس وقت مرہٹوں کو بھی چین حاصل ہو چکا تھا۔ تو انھوں نے بجائے سلطنتِ خداداد کا ممنون ہونے کے، پیش کش کی تمام واجب الادا رقم سلطان سے طلب کی۔ وہ متحیر رہ گیا کیونکہ سلطنت خداداد نے چار سال سے لاکھوں روپیہ اور ہزارہا جانوں کا نقصان جو برداشت کیا، وہ مرہٹوں کی مدد کے لئے تھا۔ سلطان نے جواب دیا کہ:۔

۱۷۸۰ء کی جنگ جو چار سال جاری رہی۔ اور جس پر لاکھوں روپے

۱۔ اس جنگ کے علل و اسباب اور بھی ہیں۔ جو تاریخ سلطنت خداداد میں دیئے گئے ہیں۔

۲۔ یہ خبر جب پونا پہنچی۔ تو مرہٹوں نے انگریزوں سے ڈر کر بغیر ٹیپو سلطان کو اطلاع دیئے صلح کر لی۔ تاریخ میں اس کو معاہدۂ سالبائی ۱۷۸۲ء کا نام دیا گیا ہے۔ مرہٹوں اور خصوصاً نانا فرنویس کی یہ ایک فاش غلطی تھی۔ اس کو سلطان کی قابلیت کا اندازہ نہیں تھا۔ اگر مرہٹے سلطان کا ساتھ دیتے۔ تو ۱۷۸۴ء میں معاہدہ منگلور کچھ اور صورت کا ہوتا۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملے گی۔

Marfat.com

خرچ ہوئے، صرف مرہٹوں کی تائید میں تھی۔ تو پھر یہ پیشکش کی طلب کس بنا پر کی جاتی ہے۔ میرے والد نے ترکہ میں صرف چند بندوقیں اور توپیں چھوڑی ہیں جو حاضر ہیں۔" (کرمانی)

اور اس کے ساتھ وہ احسانات یاد دلائے۔ جو سلطنت خداداد نے مرہٹوں پر کئے تھے۔ اس کا بیان خود سلطان کی تحریر سے کسی اور جگہ دیا گیا ہے۔ مرہٹوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ مرہٹوں اور نظام علی خاں نے سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ڈر کر بمقام ایت گیر ۱۷۸۶ء ہی میں ایک معاہدہ کیا[۱]۔ کہ ٹیپو سلطان پر فوج کشی کی جائے۔ اس معاہدہ پر حیدرآباد کی جانب سے نظام علی خاں اور مرہٹوں کی جانب سے نانا فرنویس نے دستخط کئے تھے۔ یہ خبر جب سلطان کو ملی۔ تو اس نے حد درجہ کوشش کی۔ کہ نظام علی خاں اس ناجائز اتحاد سے باز آجائے۔ سلطان نے اس موقع پر جو کوششیں بھی کیں وہ اسی کتاب میں کسی اور جگہ لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو خط نمبر ۲۴۶ اور خود حیدرآبادی مورخین بھی اس معاملہ میں نظام علی خاں کو حق بجانب نہیں سمجھتے[۲]۔ اس معاہدہ کے بعد مرہٹوں نے سب سے

---

[۱]۔ یہ معاہدہ صلحنامۂ منگلور کے چند دن بعد ہی ہوتا ہے۔ صلحنامۂ منگلور انگریزوں اور ٹیپو سلطان کے درمیان میسور کی دوسری جنگ کے خاتمہ پر ہوا تھا۔ اس جنگ میں سلطان فتحیاب ہوا تھا۔ اور اس کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی۔ یا تو مسلسل چار سال کی جنگ کی وجہ سے سلطنتِ خداداد کو کمزور سمجھ کر یا سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو کچل دینے کے خیال سے مرہٹے اور نظام سازش کر کے ایت گیر کا معاہدہ کئے تھے۔

[۲]۔ ملاحظہ ہو کتاب "نظام علی خاں" مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۱۴۳۔

Marfat.com

پہلے ونکٹ راؤ (کالا پنڈت) زمیندار نرگنند کو جس کو ڈیسائی کہا جاتا تھا اُکسایا کہ وہ ٹیپو سلطان کے علاقہ کو لوٹے۔ اور اپنی پیشکش بند کر دے اس کے بعد ہی جنگ شروع ہو گئی جس میں نظام علی خاں اور مرہٹے ایک جانب تھے، اور دوسری جانب سلطان، اس جنگ کے واقعات اور تفصیل ان خطوں میں ملے گی جو محمد غیاث اور نور محمد خاں سپہ سالار برہان الدین قمر الدین اور بدر الزماں کے نام اسی کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔

خط نمبر ۴

بنام راجہ رامچند۔ دیوان و تربیت علی خاں[1] (مورخہ ۱۲ بیاضی = ۲۷ فروری ۱۷۸۵ء)

نائب دیوان۔ بنگلور۔

تمہارا خط ملا۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ "جو فرنگی قیدی پائین گھاٹ میں ملا تھا، اس کو روزانہ دو نمہ کا وظیفہ مقرر تھا۔ اس کی نااطاعتی کے سبب یہ وظیفہ ایک فنم کر دیا گیا اس کو توپ چلانے میں اچھی مہارت ہے۔ نیز اس نے یہ بھی ارادہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اسے حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا جائے۔"

---

[1] تربیت علی، اہل نوائط سے تھا، یہ ارکاٹ کے مرتضیٰ علی کا فرزند تھا جو ارکاٹ کی حکومت انوری (والاجاہی) خاندان میں منتقل ہونے سے ملازمت سلطانی میں آ گیا تھا۔ اس کو راجہ رامچند کے ماتحت بنگلور کا نائب دیوان مقرر کیا گیا۔ اس کتاب میں اس کے نام جو دیگر خطوط ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ا۔ راجہ رام چندر کے ماتحت کام کرنا پسند نہیں تھا۔"

Marfat.com

ان امور کے متعلق تم نے منشائے ہمایونی دریافت کی ہے۔ سو وہ تم کو معلوم ہی ہے۔ اگر یہ شخص اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو اس کا سابقہ وظیفہ بحال کر دیا جائے۔ اور اس کو توپ خانہ میں مامور کیا جائے۔ ہم نے خود توپ چلانے میں اس قدر مہارت حاصل کر لی ہے۔ کہ اس سے فائدہ اٹھا کر، دس بارہ سال کا بچہ بھی بہ آسانی نیزہ کی انی کا بالکل ٹھیک نشانہ بنا سکتا ہے۔

تم نے ایک بھنگی کو نوکر رکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔ یہاں ایک بھنگی کو ماہانہ دس بارہ فنم[1] پر ملازم رکھ لیا جائے۔ اور اس سے روزانہ رنگ[2] محل اور دیوانی واحشام کے کمروں کی صفائی کرائی جائے۔

تبصرہ

اس خط میں تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس خط سے سلطان کی مرضی پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ اس لئے کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ کہ اس نے قیدی کو مسلمان بنانے کا حکم دیا یا نہیں تاہم یہ یقینی ہے۔ کہ اس نے ہمارے بہت سے قیدیوں کو اسلام لانے پر مجبور کیا تھا۔ اور ملیبار و کورگ میں اس نے اسی لئے مظالم ڈھائے۔۔۔

---

[2] رنگ محل بنگلور کے قلعہ میں ایک محل تھا اسی کے قریب ایک مسجد بھی تھی۔ جہاں سر قاضی کا قبر بھی تھا۔ یہ محل اور مسجد سقوط سرنگاپٹم کے بعد توڑ دیئے گئے۔ اب بھی محل کے صدر دروازہ کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اور اسی کو سلطانی محل کہا جاتا ہے۔ سرنگاپٹم میں بھی گنبد کے قریب ایک رنگ محل اور بارہ دری تھی۔ یہ بھی توڑ دیئے گئے۔

اس کتاب میں ملیبار اور کورگ کے واقعات کسی اور منا سب موقع پر دیئے گئے ہیں۔ رہا انگریزی قیدیوں کو بہ جبر مسلمان بنانا، یہ کرک پیٹرک کی افترا پردازی ہے، کیونکہ جو کمیشن کہ انگریزوں کی جانب سے ۱۷۹۲ء میں قیدیوں کے متعلق تحقیقات کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا، اس کی رائے ہے کہ:۔

سلطان نے صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء کے بعد سب قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ماسوا ان چند لوگوں کے جو از خود یہاں رہ گئے یا جنہوں نے از خود اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر ان کی تعداد دو تین سے بڑھ کر نہیں تھی''

اس خط کی عبارت بھی سلطان کے رویہ کو صاف بتلا رہی ہے کہ اس انگریز کو جو پائین گھاٹ میں پلا یا پائین گھاٹ سے آیا تھا۔ اس نے اس کو اسلام لانے کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔

خط نمبر ۵

بنام۔ گورنر پانڈی چری ۱۹ ربیع الثانی (۲۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

آپ کا خط موصول ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ملک فرانس اور انگلستان میں صلح ہو گئی ہے، اور اس کی رو سے پانڈی چری پر آپ کا قبضہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس خبر سے خوشی ہوئی۔ اطلاع دیں۔ کہ آپ کے جنگی جہاز ات کب آنے والے ہیں اور امیر البحر سفرن (Saffron) نے کتنی مسافت طے کی ہے

خط نمبر ۶

بنام محمد اشرف۔ داروغہ کچہری دیوانی۔ گوتی
(۱۶ بیاضی۔ ۳۰ مارچ ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ کورنگی پگوڈا کی قیمت بازار میں پونے چودہ فنم ہوگئی ہے تمہارا ارادہ ہے۔ کہ اس کی قیمت (بشرح تبادلہ) ایک فنم اور چار آنے مزید اضافہ کرکے، اس نرخ پر پیادوں کی تنخواہ تقسیم کی جائے۔"

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ تبادلہ کا نرخ کبھی بھی ایک فنم سے نہ بڑھایا جائے اور اس کے بڑھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ بات کئی بار تمہارے ذہن نشین کرائی گئی۔ مگر تعجب ہے۔ کہ پھر بھی تم شرح بڑھانا چاہتے ہو۔

خط نمبر ۷

بنام شاہ نور اللہ
(۲۲ بیاضی۔ ۹ مارچ ۱۷۸۵ء)

عثمان خاں کا بھیجا ہوا خط آں سیادت دستگاہ کے ملاحظہ کے لئے ملفوف ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ بصرہ پہنچکر بادشاہ (سلطان ترکی) سے ملنے کے لئے روانہ ہوچکے ہیں۔ گورنر بصرہ نے بھی ہمارے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے عثمان خاں اور ان کے ساتھیوں کو آگے کے سفر پر روانہ کر چکا ہے۔

ان حالات میں آپ (سلطان نے یہاں آپ کے عوض "آں رفعت نشاں" استعمال کیا ہے) کو جہاز فخر المراکب کی فوری مرمت کا انتظام کرنا چاہیئے، جیسا کہ پہلے بھی حکم دیا گیا تھا۔

تبصرہ

(عثمان خاں کو بطور سفیر دربار ترکی میں (۱۷۸۶ء) میں بھیجا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مدراس میں حیدر علی کی جانب سے وکیل تھے)

اس خط میں وہی اطلاع ہے کہ وہ بصرہ سے قسطنطنیہ روانہ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد سلطان نے ایک اور وفد ترکی اور فرانس کو بھیجا جس میں شاہ نور اللہ اور لنگڑا غلام علی وغیرہ شامل تھے۔ اسی وفد کی روانگی کے لئے جہاز "فخر المراکب" کی مرمت کے لئے لکھا گیا ہے)

اس پر کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ "سلطان نے یہ وفود کس لئے بھیجے اس کا اس کو علم نہیں ہے"

(سلطان کا مقصد ان وفود سے تجارتی اور سیاسی تعلقات قائم کرنا تھا۔ جس کی تفصیل آیندہ صفحات میں ملے گی۔)

خط نمبر ۸

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ (یکم احمدی - ۱۸ مارچ 1785ء)

(سفیران سلطنت خداداد بہ دربار پونا)

حاکمان پونا مرہٹے نے اپنے اس عہد و پیمان کو بھلا دیا ہے جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ لہذا اب ہمارا ارادہ ہے کہ ساحل کرشنا کے علاقہ پر قبضہ کر لیں۔ اس لئے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر ہماری مرضی کے مطابق صلح ہو جائے۔ تو اچھا ہے۔ ورنہ آپ اور نور محمد خاں، راو راستا سے اجازت لے کر واپس آ جائیں

Marfat.com

ہمارا ارادہ ہے کہ ۱۴ احمدی کو فوج کو کوچ کا حکم دیں۔ اس عرصہ میں اگر وہ (مرہٹے) آپ کی بات نہ مانیں۔ تو آپ پونا سے واپس چلے آئیں۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ پیر محمد "منشی جن کی تنخواہ گھٹا کر چالیس روپیہ کر دی گئی ہے، عیال دار ہونے کی وجہ سے اس قدر میں گزارہ نہیں کر سکتے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر وہ آپ کے ساتھ یہاں واپس آنا چاہیں تو ان کی تنخواہ ساٹھ روپیہ کر دی جائے ورنہ چالیس کافی ہیں۔

خط نمبر ۹

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا ۱۲۰۱ احمدی ۔ ۲۳ مارچ ۱۷۸۵ء

آپ کے دونوں مکتوب موصول ہوئے جن میں ان خطوط کی نقول بھی ہیں جو آپ نے راؤ راستا کو تحریر کئے تھے۔ یہ خطوط بالکل ہماری مرضی کے مطابق ہیں آپ دونوں کو اس معاملہ میں مہارت تامہ ہے۔ امید ہے۔ کہ کوئی جزوی امر بھی نظر انداز نہ ہوگا۔

تبصرہ

(راؤ راستا، مرہٹوں کا ایک سردار اور سلطان کا دوست تھا۔ اور پونا میں، پیشوا کے بعد اس کے خاندان کا بہت بڑا اثر تھا)

خط نمبر ۱۰

بنام برہان الدین

اگر آں نور چشم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ دشمن کی فوج بہت بڑی تعداد میں آ رہی ہے

تو تم کو چاہیے۔ کہ قلعہ کا محاصرہ اٹھا کر اور توپوں کو ساتھ لے کر، دہاڑ واڑ کے قریب کیمپ کرو) وانشاء اللہ ہم بھی چودھویں تاریخ احمدی کو یہاں سے کوچ کر کے جلد وہاں پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد جو مناسب ہوگا، کیا جائیگا۔ اس عرصہ میں نرگند کے پہاڑ کو کوئی سر پر اٹھا کر تو لے نہ جائیگا

تبصرہ

برہان الدین، سلطان کا نسبتی برادر، سپہ سالار اور بانوئے سلطنت، رقیہ بانو کا حقیقی بھائی تھا۔ یہ خط نرگند کے محاصرہ کے متعلق ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تو پونا سے خط و کتابت تھی۔ اور دوسری طرف سلطانی فوجوں نے نرگند کا محاصرہ کر لیا تھا خط کے آخیر میں سلطان نے یہ فارسی جملہ لکھا تھا۔ "کوہ نرگند را کسے برداشتہ نمی برد، جائے کہ ہست، ہست"

یہ فارسی جملہ کرک پیٹرک نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر دیا ہے

خط نمبر ۱۱

بنام میر قمر الدین (۱۱ احمدی = ۲۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا۔ کہ تم مقام "چکری" میں پہنچ گئے ہو۔ تم کو بارود اور چقماق کی ضرورت ہے برہان الدین سے پچاس چقماق بارود اور جو کچھ ضرورت ہے منگوا لیا جائے۔ امید ہے۔ کہ سپہ دار محمد علی اپنی قشون کے ساتھ آ کر تم سے مل گئے ہونگے۔ کیونکہ انہیں متعدد حکمنامے بھیج

دئیے گئے تھے۔ تمہاری فوج کا وہ حصہ جو گرڑ پہ میں مقیم تھا، وہ بھی تمہاری فوج سے ملنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔

تبصرہ

میر قمر الدین، یہ سلطان کے ماموں کا بیٹا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے برہان الدین کی تائید کے لئے ایک اور فوج میر قمر الدین کے ماتحت روانہ کی تھی۔

خط نمبر ۱۲

بنام تربیت علی خاں۔ بنگلور (۱۱ احمدی = ۲۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا۔ کہ تمنا نائیک دار ڑی، رشوت لے کر لوگوں کو پائین گھاٹ میں جانے اور آنے کی اجازت دیتا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے۔ کہ دو دیانت دار اور ہوشیار آدمیوں کو چند پیادوں کے ساتھ اُس، درے کے قلعہ پر متعین کریں (جو پائین گھاٹ کے راستہ میں ہے) تاکہ وہ اُس کا سدِ باب کر سکیں۔ اس محافظتی دستہ کو ہر تین ماہ بعد بدل دیا جائے۔

تبصرہ

اس خط پر کرک پیٹرک نے طنزاً لکھا ہے "اس کارروائی سے سلطان کا مقصد یہ تھا۔ کہ اُس کی سلطنت کے راز انگریزوں کو معلوم نہ ہوں"۔ آج بھی سلطنتیں اپنی جنگی رازوں کی اسی طرح محافظت کرتی ہیں۔

خط نمبر ۱۳

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۱-احمدی = ۷اپریل ۱۷۸۵ء)

آپ کا ۹ تاریخ کا مکتوب ملا۔ ہمارے فارسی خط کا ترجمہ جو آں مہربان نے راؤ راستا کے پاس بھیجا تھا۔ اور جس کی نقل آپ نے ملفوف کی ہے۔ اس سے آپ کی فراست اور معاملہ فہمی کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ نے نرگند کے معاملہ کے متعلق راؤ راستا کی تجاویز مفصل طور پر لکھی ہیں۔ جن کا اجمال یہ ہے۔ کہ "ہم اپنے موجودہ اور گذشتہ مطالبوں کے عوض اسی ہزار روپیہ، زمیندار نرگند سے قبول فرما کر محاصرہ اُٹھالیں۔ ہمیں یہ یقین دلایا جاتا ہے۔ کہ یہ زمیندار آئندہ ہر سال اپنی مقررہ پیش کش ادا کرتا رہے گا۔"

اس دوستی کا لحاظ کرتے ہوئے جو راؤ راستا اور ہمارے درمیان ہے، ہم اس تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ زمیندار مذکور مقررہ رقم کے علاوہ اُس تباہی کے عوض بھی جو اُس نے ہمارے علاقہ میں کی ہے، ہرجانہ ادا کرے۔ اگر یہ بات منظور ہے۔ تو ہم فوراً اپنی فوج کو محاصرہ اُٹھانے کا حکم دے دینگے۔ یہ قلعہ خدا کے فضل سے اب قابلِ تسخیر ہو گیا ہے۔

آپ کو چاہئے۔ کہ جو تجاویز بھی راؤ راستا کی خدمت میں پیش کریں، وہ اپنے قلم سے تحریر نہ کریں اور نہ ہمارے خطوط کی نقلیں دیں۔ بلکہ آپ کو جو کچھ کہنا ہے اس کو خود راؤ راستا کے متصدی کو بلا کر اسی کے ہاتھ سے لکھوائیں۔ اس صورت میں اگر کوئی غلطی بھی ہو جائے۔ تو آپ قابلِ گرفت نہ ہونگے"

معلوم ہوا کہ ہمارا وہ خط جو راؤ راستا کے لئے تھا، آپ نے روک لیا ہے

Marfat.com

مذکور خط یہاں واپس بھیجدیا جائے، اس کے عوض آپ نے جو اشارات کئے ہیں ان کے مطابق دوسرا خط بھیجدیا جائیگا۔

ہمیں اطلاع ملی ہے، کہ مرہٹہ فوج کے دس ۱۰ یا بارہ ۱۲ ہزار سوار، ہماری فوج پر حملہ کرنے کی نیت سے دریائے کرشنا کو عبور کر چکے ہیں۔ اگرچہ مرہٹوں نے ہماری مہربانیوں کو بھلا دیا ہے، تاہم ہم نے ابھی تک کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جو معاہدہ کے خلاف ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے ان گنت احسانات کو بھول کر اور عہدناموں کو توڑ کر وہ ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ تو جنگ کی ساری ذمہ داری انہیں پر ہوگی، اور اس وقت ہم پر لازم ہوگا۔ کہ ان کے حملوں کا جواب دیں۔ ان کارروائیوں کے بعد، دوستی کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔

تبصرہ

کرکپیٹرک نے اس خط پر اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے۔ کہ :-

ٹیپو نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ "راؤ راستا کو آپ اپنے قلم سے نہ لکھیں۔ بلکہ اسی کے متصدی کو بلا کر لکھوائیں"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ٹیپو سیاست میں امانت دار نہیں تھا"

کرکپیٹرک کا مقصد اس رائے سے یہ بتانا ہے۔ کہ ٹیپو اپنے قول و فعل میں سچا نہیں تھا۔ حالانکہ خط کی عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سلطان نے بہ نظر احتیاط سفیروں کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ ان کو جو کچھ کہنا ہے۔ وہ راؤ راستا کے متصدی سے لکھوائیں۔ تاکہ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے۔ تو اس کا خمیازہ سلطنت کو نہ اٹھانا پڑے۔ حکومت پونا کی جانب سے

جو خطوط آتے تھے۔ ان کا جواب بھی حکومت ہی سے دبا جاتا تھا۔ سلطان نے یہ حکم سفیروں کو صرف ان کی اپنی رائے کے ظاہر کرنے کے متعلق دیا تھا سلطان کی زندگی کے پورے حالات میں کہیں نہیں ملتا۔ کہ اس نے کبھی دورخی پالیسی سے کام لیا ہو۔ نہ صرف سلطان بلکہ پورا ہندوستان اس منافقانہ چال بازیوں سے ناواقف تھا۔ قول و فعل کی یہ منافقت ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ سے نظر آتی ہے۔ کرک پیٹرک کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ ہندوستانی رئیس یا عوام کس طرح اپنی بات کے پکے ہوتے تھے۔ یہ تو ایسٹ انڈیا کمپنی ہی تھی۔ جو ہمیشہ دوہری (dual) پالیسی اختیار کرتی تھی۔ اور خطوں اور معاہدوں میں ایسے الفاظ استعمال ہونے لگے۔ کہ ضرورت کے وقت جیسے چاہیں، ویسے معنی لیں۔ ادھر رئیسوں سے معاہدے بھی ہوتے تھے۔ اور دوسری طرف ان کے دشمنوں یا خود ان رئیسوں کے نمک حرام ملازموں سے سازشیں بھی کی جاتی تھیں۔ جیسا کہ خود سلطنت خداداد اور مرہٹوں کے ساتھ گزر چکا ہے۔ اور کرک پیٹرک کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ اس واقعہ کے ۴۲ سال پہلے کلائیو نے راجہ امی چند سے کلکتہ میں روپوں کا معاہدہ کیا تھا۔ اس کی دو نقلیں لی گئیں۔ ایک امی چند کو دی گئی جس میں روپوں کا ذکر تھا۔ لیکن اپنے پاس کلائیو نے جو نقل رکھی اس میں وہ ذکر ہی نہیں تھا۔ اس طرح امی چند کو صاف دھوکہ دیا گیا۔ اور اس طرح ثابت کر دیا گیا۔ کہ اگر ناجائز فائدہ اٹھانے کا کوئی

Marfat.com

موقع ملتا ہو۔ تو اس سے فائدہ نہ اُٹھانا، انگریزی ڈپلومیسی میں گناہ ہے۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات تاریخ ہند سے ثابت کئے جا سکتے ہیں۔"

خط نمبر ۱۴۸

بنام عبد الحکیم خاں۔ حاکم شاہنور (۲۴-۲-احمدی = ۱۰ اپریل ۱۷۸۵ء)

بابو راؤ، شیام راؤ، اور دیگر متصدیوں کو جو آپ نے اپنی مشروط جاگیر کی حساب فہمی کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ اس متفقہ فیصلہ پر پہنچے ہیں۔ کہ آپ کی جانب ۵ ،۷۸۵ ،۳۸۴۰ روپے واجب الادا ہیں۔ آپ کی دوستی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس رقم سے دو لاکھ روپے منہا کئے جاتے ہیں۔ بقیہ ۳۶۴۰۷۸۵ روپوں کے لئے آپ کے متصدیوں نے تحریری ضمانت دی ہے۔ جو وصولی کے لئے یہاں کے مہاجنوں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ آپ کے متصدیوں کے ساتھ یہ مہاجن وہاں آ رہے ہیں اُمید ہے۔ کہ اس رقم کو جلد سے جلد ادا کر کے آپ ان مہاجنوں کو جلد واپس بھیج دینگے۔ یقین ہے۔ کہ اس معاملہ میں کوئی تاخیر نہ ہوگی۔

کیا میں اُمید کر سکتا ہوں۔ کہ آپ اس موقع پر وہ دس لاکھ روپے بھی ادا کر دیں گے۔ جو آپ کے متصدیوں نے پہلے تسلیم کر لیا تھا اور آپ بھی اس کی تصدیق کر چکے تھے

تبصرہ

عبد الحکیم خاں میانہ شاہنور کا زمیندار تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی

زمینداری تھی۔ جو پہلے مرہٹوں کے زیر اثر تھی نواب حیدر علی نے جب اس کو فتح کیا۔ تو اس پٹھان خاندان کو اپنا طرفدار بنانے کیلئے اپنی بیٹی کی شادی حکیم خاں کے بیٹے سے کر دی تھی یہ لڑکی ٹیپو سلطان کی سوتیلی بہن تھی اور حکیم خاں کی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے کریم شاہ سے کی جو ٹیپو سلطان کا سوتیلا بھائی تھا۔ باوجود اس رشتہ داری کے بھی حکیم خاں ہمیشہ مرہٹوں کا طرفدار ہی رہا۔ اس نے اس جنگ میں جو ہونے والی تھی سلطانی فوج کی نقل و حرکت سے مرہٹوں کو آگاہ کیا۔

شاہنور کی یہ زمینداری بیجاپور کے زمانہ ہی سے مشروط جاگیر کے طور پر چلی آرہی ہے۔ یہاں کے حاکموں کو کبھی نواب کا خطاب حاصل نہیں تھا۔ مغلیہ بلکہ صوبہ دار دکن کے ریکارڈوں میں بھی انہیں زمیندار ہی لکھا گیا ہے۔ نواب حیدر علی نے بھی بہ حیثیت صوبہ دار سرا، یہ جاگیر مشروط طور پر سالانہ چار لاکھ روپے پیش کش کے عوض دی تھی۔ اس کے ساتھ اور بھی چند شرائط تھے۔ جن کا ذکر آگے آئیگا کرک پیرٹک نہ صرف پٹھانوں کے اس خاندان کے متعلق بلکہ تمام پٹھانوں کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"یہ پٹھان جو دراصل افغانستان اور ترکستان کے رہنے والے ہیں تعجب ہے کہ اپنا سلسلۂ نسب حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) سے ملاتے ہیں۔ درآں حالیکہ یہ لوگ بنی اسرائیل سے ہیں۔ جو شام سے ہجرت کر کے ترکستان اور افغانستان میں آکر آباد ہو گئے۔"

کرنل وکس نہ صرف پٹھانوں کے متعلق بلکہ مسلمانوں کے اور خاندانوں کے متعلق بھی لکھتا ہے کہ:-

"یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ اس سلسلہ نسب میں کچھ صداقت بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں جب کبھی امیری آجاتی ہے تو سب سے پہلے وہ اپنا نسب نامہ تیار کرنے لگتے ہیں۔"

یہ ایک حقیقت ہے۔ جو وکس نے لکھی ہے۔ اس زمانہ میں بھی یہی ہو رہا ہے بلکہ اب تو نسب نامے بھی تیار نہیں ہوتے۔ ادھر کچھ امیری آئی اور دوسرے ہی دن ان کا نسب خلفائے راشدین یا اہلِ بیت سے تک ملجاتا ہے۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی (غالب)

اور سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کی عزت میں چار چاند لگ جائیں گے لیکن خدا کے یہاں نہ سید کا امتیاز ہے۔ نہ شیخ کا۔ نہ مرزا کا اور نہ پٹھان کا۔ بلکہ حقیقی عزت تو اسی کو حاصل ہے۔ جو پرہیزگار ہے۔ حضرت سلیمان فارسیؓ سے کسی نے آپ کا نسب پوچھا تھا۔ تو آپ نے کہا تھا:-

"مسلمان ابنِ اسلام"۔

نسب کا یہ تعلق شاید گزشتہ عہد میں لوگوں کو دھوکہ دے سکتا تھا۔ کیونکہ شمالی ہند اور دکن کے اسلامی سلاطین، سیدوں وغیرہ کی بہت خاطر و مدارت کرتے تھے۔ اسی امتیاز کو دیکھ کر مجہول النسب

لوگ بھی نقل مکانی کرتے ہوئے دوسری جگہ پہنچکر نسب نامے تیار کرتے ہوئے سید یا شیخ بن جاتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں اس کی کثرت

شد پریشان خواب من از کثرتِ تعبیر ہا

کا مصداق بن چکی ہے۔

اسلام تو اسی امتیاز رنگ و نسل کو جو ایام جاہلیت کا طرۂ امتیاز تھا، مٹانے کے لئے آیا۔ لیکن مسلمان ہے کہ اس کو چھوڑ کر پھر جاہلیت کی طرف دوڑ رہا ہے!

لفظ پٹھان کے متعلق راقم الحروف کی رائے ہے۔ کہ یہ لفظ پختہان یا پشتھان سے نکلا ہے۔ قدیم جغرافیہ میں یہ اس علاقہ کا نام ہے۔ جہاں اس نام کے لحاظ سے زبان کا نام بھی پختون یا پشتو ہے۔ موجودہ وقت اس علاقہ کو افغانستان کہا جاتا ہے۔ اور اسی جغرافیائی لحاظ سے باشندے بھی اپنے آپ کو افغان کہتے ہیں۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ پشتھان یا پختہان ترکستان کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ جہاں سے ترک وطن کر کے یہ لوگ افغانستان میں آ کر آباد ہوئے اور افغان بھی کہلانے لگے۔ لیکن ان کی زبان وہی قدیم پشتو رہی۔

موجودہ وقت شاہنور کی یہ ریاست جس کو انگریزی میں ساونور لکھا جاتا ہے۔ بمبئی علاقہ میں شامل ہے۔ رقبہ ۷۰ اتھتر مربع میل ہے اس میں ۲۵ گاؤں ہیں۔ اور آبادی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق بائیس ہزار چار سو چالیس نفوس پر مشتمل ہے۔

خط نمبر ۱۵

بنام برہان الدین (۲۲ - احمدی = ۸ - اپریل ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا کہ تم دشمن کی سرکوبی کے لئے بالکل تیار ہو۔ اگر دشمن کی فوج بہت زیادہ تعداد میں آجائے تو تم نرگنند کا محاصرہ اٹھا کر، اپنا بھاری توپ خانہ دھارواڑ کو بھیج دیں گے۔" ٹھیک ہے۔ اس درمیان میں تم دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لیتے رہو۔ اور موقع کے لحاظ سے جو کارروائی مناسب ہو، اختیار کریں۔ اس معاملہ میں ضرور ان تین کمانڈروں (کمیدان یا افسر) جو آپ کے ساتھ یعنی آپ کے سٹاف میں ہیں، سے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ اور تمام کارروائی اس مشورہ پر منحصر ہو ہمیں دشمن کی فوج کی پوری تعداد کی اطلاع ملی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمہاری فوج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ تاہم تم کو پوری احتیاط اور سخت خبر گیری کی ضرورت ہے۔

تمہاری خواہش کے مطابق دلیر دل خان وغیرہ کو خطوط بھیج دیئے گئے ہیں۔ یقیناً وہ اپنے فرائض خلوص و وفاداری سے ادا کریں گے، اور تم سب لوگ مل کر، ہماری ہدایات کے مطابق باہمی مشوروں سے کام کو سرانجام دیں گے اس کے بعد پردہ غیب میں جو ہے۔ وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

تبصرہ

دلیر دل خاں وغیرہ سے مراد افسروں کا وہ سٹاف ہے۔ جو برہان الدین کے ساتھ تھا یعنی سپہ دار دلیر دل خاں، سید حمید، سید غفار ملاحظہ ہو خط نمبر ۱۳۱

خط نمبر ۱۶

بنام دلیر دل خاں، سید حمید و سید غفار (سپہ داران) (۲۲۔ احمدی = ۸۔ اپریل ۱۷۸۵ء)

ہماری تحریر کے مطابق تم تمام افسر باہمی تحریری مشوروں سے کام کریں۔ اس کام سے تمہارا اخلاص اور وفاداری نمایاں ہوگی۔ تم صاحبوں کو بغیر آپس میں مشورہ کے کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔ اُس کے بعد خدا کو جو منظور ہوگا، ہو کر رہے گا اس معاملہ میں دیر اور تساہل کو جگہ نہ دی جائے۔

خط نمبر ۱۷

بنام راجہ رامچند۔ دیوان بنگلور (۲۳۔ احمدی = ۹۔ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے دونوں خط موصول ہوئے تم نے لکھا ہے۔ کہ سرخ رنگ ہماری مملکت میں نہیں ملتا۔ صرف پانڈیچری میں مل سکتا ہے۔ نقد رقم بھیجکر منگوالیں۔ ان کے عوض مال بھیجنا ضروری نہیں۔

تم نے لکھا ہے کہ "تمہارا سررشتہ دار، لوگوں کے بہکانے سے تمہارے خلاف ہمیں لئے شکایتیں کر رہا ہے۔ کہ ہم تم سے ناراض ہو جائیں" ہم کو اپنے فرائض کے متعلق تحریری احکام دیئے گئے ہیں۔ اگر تم اپنا فرض برابر ادا کرو گے۔ تو تم کو خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر اس پر بھی تمہاری شکایتیں ہمارے پاس آئیں تو ہم کو معلوم ہے پھر ان پر کیا عمل کیا جانا چاہیئے۔ تم کو امانت دار۔ ذہین اور محنتی سمجھ کر ہم نے یہ بڑا عہدہ تم کو دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ تم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرتے ہوئے

Marfat.com

سرکارِ خداداد کی بہبودی میں ساعی ہونگے ؛

خط نمبر ۱۸

بنام میر قمرالدین (۲۳-۱-احمدی - ۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کدے ہال پہنچ گئے ہو - تم کو چاہیئے - کہ اپنی فوج کا کیمپ ، برہان الدین کے کیمپ کے قریب ڈال دو جو کچھ ضروری تھا گذشتہ رات کے خط میں لکھ دیا گیا ہے - اُس پر عمل کیا جاسے ؛

معلوم ہوا ہے - کہ دشمن کی تعداد بالکل کم ہے - اس لئے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہماری فوج سے فوراً ہی الجھے گا

خط نمبر ۱۹

بنام گورنر پانڈی چری (۲۳-۱-احمدی - ۹-اپریل ۱۷۸۵ء)

آپ کے خط سے معلوم ہوا - کہ پانڈیچری کے اُن تاجروں کو جو ہماری سلطنت میں تجارتی مال لاتے ہیں ، ان کی واپسی کے وقت سیلم کا تعلقدار انہیں ستاتا ہے - اور آگے بڑھنے نہیں دیتا - آپ چاہتے ہیں - کہ ہم اس کو لکھیں - آپ کی خواہش کے مطابق اُس کو لکھ دیا گیا ہے -

آیندہ جب کبھی پانڈیچری سے تاجر یہاں آئیں - تو آپ اپنی جانب سے سیلم کے تعلقدار کو ایک خط اردو یا تلنگی (تمل یا تلنگو زبان) زبان میں لکھیں - یہاں اس معاملہ میں احتیاط اس لئے کی جاتی ہے کہ ابھی حال میں بعض بدیشی لوگ ہماری

سلطنت میں اگر مختلف قسم کی ناگفتہ بہ شرارتیں کر چکے ہیں۔

"ہمیشہ آپ کی خیریت سے آگاہ کرتے رہیں"

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس خط میں بدلشیوں سے مراد انگریز دول سے ہے سیلم کی جامع مسجد سلطان کی تعمیر کردہ ہے۔)

خط نمبر ۲۰

بنام میر قمر الدین (۲۴-۱ احمدی ۱۲۰۰- اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط جس میں سپہ دار محمد علی کے متعلق شکایات ہیں موصول ہوا۔ تم نے سپہ دار نذکور کے متعلق جو رائے قائم کی ہے۔ اس سے آگاہی ہوئی۔ سپہ دار مذکور ابھی نئے بھرتی ہوئے ہیں۔ اور ابھی اپنے فرائض اور ان طریقوں سے جن پر ہماری حکومت چل رہی ہے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کے ماتحت ایک پوری قشون (بریگیڈ) دی گئی ہے۔ انہوں نے اس کو ابھی پوری طرح اور باقاعدہ درست نہیں کیا ہے۔ اور اس طرح اپنی ناقابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ نزاکتِ وقت کا لحاظ کرتے ہوئے مصلحت یہی ہے۔ کہ ان کی ماتحت قشون کو ضروری سامان مہیا کرنے کے متعلق تم احکام صادر کرو۔ اور جس طرح چاہو اس قشون سے کام لو

گرم پر سے جو فوج نکلی تھی۔ وہ گوتی پہنچ گئی ہے اور بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جائیگی۔ لیکن تم کو اس کا انتظار کرنا چاہئیے۔ بلکہ نرگند کی طرف بڑھ کر

وہاں ہماری فوج سے مل جاؤ"

تم نے یہ بالکل صحیح کیا - کہ لوہا اور دوسرا ضروری سامان خرید لیا - اس کے علاوہ تم کو چاہیئے - کہ سپہدار محمد علی کے قشون کے لئے بھی ضروری سامان خرید لو اور توپ خانہ کی جن گاڑیوں کی مرمت کی ضرورت ہے، اُن کی مرمت کر لو تم نے لکھا ہے - کہ دشمن کی فوج، جو سولہ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں پر مشتمل ہے ہزگنڈ سے سولہ کوس کے فاصلہ پر کیمپ ڈالے پڑی ہے - خدا کے فضل سے اس قلعہ کی تسخیر پر ہماری جو فوج متعین ہے - وہ نہ صرف قلعہ ہی سر کرے گی بلکہ دشمن کی سرزنش بھی کر سکے گی - ہماری اس فوج کے ہوتے ہوئے، دشمن کو آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہو سکے گی - لہٰذا آں برخوردار کو چاہیئے کہ جلد سے جلد ہماری نزگنڈ کی فوج سے مل جائے - اور اگر دشمن راستے میں حائل ہو - تو تم اپنے افسروں (سٹاف) سے باہمی مشورہ کرتے ہوئے ایک متفقہ فیصلہ پر پہنچکر اُس کو قرار واقعی سزا دو -

تبصرہ

"کرک پیٹرک تعجب کرتا ہے - کہ "جب سلطان نظم ونسق قائم رکھنے کے لئے سخت سے سخت سزا دیتا تھا - تو اُس نے سپہدار محمد علی سے اس قدر نرم برتاؤ کیوں کیا" تعجب ہے - کہ کرک پیٹرک یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ سپہدار مذکور نیلا ہے - اعتراض کرنے سے باز نہیں رہا - یہ سپہدار ۱۷۸۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر سلطانی ملازمت میں داخل ہوا تھا -

خط نمبر ۲۱

بنام راجہ رامچندر - دیوان بنگلور - (۲۴-۲- احمدی = ۱۰- اپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے - کہ تمہاری ذات برادری کا کوئی مناسب آدمی نہ ملنے کی وجہ سے تم، اپنی بیٹی کی شادی پائین گھاٹ میں کرنا چاہتے ہو) - اس لئے برات کو پائین گھاٹ سے یہاں آنے کے لئے پروانہ طلب کیا ہے - پروانہ ملفوف ہے - جس شخص کے ساتھ تمہاری بیٹی کی شادی ہو - اُس کو شادی کے بعد یہیں ٹھہرا لیا جائے - پائین گھاٹ واپس بھیجنے کی ضرورت کیا ہے - اگر یہ ناممکن ہو - تو کوشش کر کے یہیں اپنی ذات برادری کا کوئی بَر تلاش کیا جائے - ضرورت ہے - کہ ہمارے ملک کی آبادی بڑھائی جائے "

خط نمبر ۲۲

بنام میر قمر الدین (۲۶-۱- احمدی = ۱۲- اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط بلاحظہ سے گزرا جس میں اطلاع دی گئی ہے - کہ تم نرگند سے پیچھے ہٹ گئے ہو - اور برہان الدین بھی یہاں سے ہٹ کر اپنا کیمپ دریائے سبا ملا کے کنارے ڈالے ہوئے ہے - تم کو چاہئے کہ فوراً اس فوج سے مل جاؤ - اور ہماری سابقہ ہدایات کے مطابق دشمن کی سرزنش میں مصروف ہو جاؤ -

تم نے جو یہ لکھا ہے - کہ بار برداری کے سامان کو کم کر دیا گیا ہے - تو یہ امر ہماری عین مرضی کے مطابق ہے -

خط نمبر ۲۳

بنام برہان الدین (۲۶-احمدی = ۱۲-اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط موصول ہوا تم نے لکھا ہے۔ کہ نرگند کا محاصرہ اُٹھا کر تم دریائے بناہالہ (Bnahala) کے کنارے کیمپ ڈالے ہوئے اور تم اپنی سوار فوج کو ہدایت دو۔ کہ دشمن کے بازوؤں اور عقب پر چھاپے مار کر اس کو پریشان کرتے ہوئے، جس قدر گھوڑے مل سکتے ہوں، پکڑ لیں۔ گھوڑے حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

ہماری ہدایات کے مطابق، تعلقدار نگر نرسیا نے تمہاری فوج کی تنخواہ کے لئے چالیس ہزار بہادری پگوڈے ارسال کر دیئے ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ رقم تم کو مل گئی ہوگی۔

خط نمبر ۲۴

بنام میر قمر الدین (۲۸-احمدی = ۱۴-اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط مورخہ ۲۵-احمدی سے اطلاع ملی۔ کہ تم مع فوج کے نرگند پہنچکر برہان الدین کی فوج سے مل گئے ہو۔ اور برہان الدین سے ملاقات بھی ہو چکی ہے۔" تم اور وہ مل کر اب روز روشن (کھلے طور پر) میں دشمن پر حملہ کر کے اس کی ایسی سرزنش کرو۔ کہ وہ پھر ہمارے مقابلہ میں نہ آسکے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۸-احمدی ۱۲۱۲= ۱۴ اپریل ۱۷۸۵ء)

آں حشمت مآب کا خط موصول ہوا۔ راؤ راستا کی خواہش کے مطابق نرگند کا محاصرہ اٹھا دیا گیا ہے۔ اور ہماری فوج اب اس مقام سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر اپنا کیمپ ڈالے ہوئے ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ راؤ راستا سے کہیں کہ ہم اس زمیندار سے جرمانہ لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہمارے ملک میں اُس نے جو تباہی پھیلائی ہے۔ ہمیں اس کا ہرجانہ۔ مع اُس خراج کے جو کئی سال سے واجب الادا ہے، ملنا چاہیئے۔"

خط نمبر ۲۶

بنام برہان الدین (۱۲-احمدی= ۱۷-اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا مصری کوٹ میں کیمپ کرنا اور ترکل کے قاضی کو حضوری میں بھیجنا، ٹھیک ہے۔ تمہاری درخواست کے مطابق تعلقوں کے عاملوں اور قلعہ داروں کو ہدایات بھیج دی گئی ہیں۔ کہ دشمن کی نقل و حرکت کی خبروں سے تم کو اطلاع دیتے رہیں۔

تمہاری غارت گر سپاہ (سوار اور پیادوں) کو حکم دو۔ کہ دشمن کو دق کرتے ہوئے ان کے گھوڑے گرفتار کریں، اور تم اپنی فوج کو موقع کے لئے ہمیشہ تیار رکھو۔"

Marfat.com

خط نمبر ۲۷

بنام میر قمرالدین (۴ - احمدی = ۱۹ - اپریل ۱۷۸۵ء)

آں نورِ چشم کا خط ملا - اس میں تم نے خواہش کی ہے - کہ وہاں کے عاملوں کے نام پروانے روانہ کئے جائیں - کہ وہ تم کو مورچوں کے اونچا کرنے کے لئے لکڑیوں کے گٹھے اور سیڑھیاں فراہم کریں - اور یہ بھی تم نے اطلاع دی ہے - کہ تم پھر نرگند کا محاصرہ کرتے ہوئے رام درگ کے قلعہ پر بھی چڑھائی کرنے والے ہو - تم کو چاہیئے - کہ فی الوقت نرگند کا محاصرہ نہ کرو - بلکہ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے اس کو دریائے کرشنا کے اس پار دھکیل دو - تاکہ وہ پھر مقابلہ کو آنہ سکے -

عاملان دھارواڑ (Dharwar) بادامی (Badami) اور گجیندر گڑھ (Gajan Gargarh) کے نام پروانے ملفوف ہیں - انہیں بھیجکر تم کو جن چیزوں کی ضرورت ہو - منگوا لو -

ہماری واقفیت کے لئے رام درگ (Ramdrug) کے حالات سے پوری طرح اطلاع دیں -

خط نمبر ۲۸

بنام برہان الدین (۸ - احمدی = ۲۳ - اپریل ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا - کہ دشمن کی فوج رام درگ کے قلعہ سے ایک توپ کے فاصلہ پر مقیم ہے - میر قمرالدین سے مل کر اس فوج پر حملہ کرتے ہوئے اس کی سرزنش اس طرح

کر دو۔ کہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکے تم کو چاہیئے۔ کہ پندرہ دن کا رسد اپنے ساتھ رکھو۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خان موصوف (میر قمر الدین) کی طبیعت ناساز ہے اس لئے حکیم کشنا پنڈت کو جو تمہارے ساتھ ہیں ہے، ان کے معالجہ کے لئے بھیجدو۔

خط نمبر ۲۹

بنام برہان الدین (۹۔ احمدی = ۲۴ اپریل ۱۷۸۵ء)

نورِ چشم من! کیا تم اس فرزندِ عزیز، قمر الدین سے مل کر مشورہ کرتے ہوئے متفق رائے سے دشمن پر اس طرح حملہ کرو گے۔ کہ وریائے کرشنا کے اس پار اس کو دم لینے کی بھی مہلت نہ ملے۔ اس سرزنش کے بعد رام درگ پر دوبارہ حملہ شروع کیا جائے۔"

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر لکھتا ہے کہ:۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ برہان الدین اس مہم کا سپہ سالار اعلیٰ تھا۔ چونکہ میر قمر الدین بھی یہی عہدہ رکھتا تھا۔ اس لئے سلطان نے دونوں کو لکھا۔ کہ ایک دوسرے کے مشورہ سے کام کریں۔"

یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ برہان الدین، سلطان کا نسبتی برادر اور قمر الدین ممیرا بھائی تھا۔ سلطان دونوں سے یکساں محبت کرتا تھا لیکن قمر الدین کو یہ گوارا نہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو سلطان کے بعد سب سے بڑا

Marfat.com

سمجھتا تھا۔ اور اسی لیے برہان الدین سے حسد کرتا تھا۔ اسی برائی کو دُور کرنے کے لئے سلطان نے حد درجہ کوشش کی لیکن افسوس ہے کہ سلطان انہیں کامیاب نہ ہو سکا۔ برہان الدین کو سلطان سے جو محبت تھی۔ وہ سچی محبت تھی۔ قمر الدین خود غرض تھا۔ اس نے سلطنت کی تباہی میں جو حصہ لیا۔ اس کا ذکر تاریخ سلطنت خداداد میں مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں بھی کچھ مختصر بیان آیندہ صفحات میں ملے گا۔

خط نمبر ۳۰

بنام میر قمر الدین (۹۔ احمدی = ۲۴۔ اپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے دشمن کی فراری اور اس کے بہت سے گھوڑے گرفتار کئے جانے کی خبر دی ہے۔ اور تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ابراہیم علی خاں اور راجو پنڈت عاملان علاقہ کے نام سپلائی کے لئے حکمنامے روانہ کئے جائیں۔ یہ حکمنامے بھیجدئے گئے ہیں۔

لوٹ میں جو گھوڑے ملیں، ان میں جو عمدہ ہوں، ہمارے خاص دستے کے لئے چھانٹ کر، باقی اُن سلحداروں میں تقسیم کر دیں، جو بغیر سواری کے ہیں، تم برہان الدین اور دیگر سپہ داروں سے مشورہ کرتے ہوئے دشمن کو اس قدر پریشان کرو۔ کہ وہ دریائے کرشنا سے ادھر دم نہ لے سکے۔ اس قسم کی سرزنش کے بعد پھر رام درگ کے آگے کیمپ ڈالو۔

تم کو چاہیئے۔ کہ وقتاً فوقتاً برہان الدین کے کیمپ میں جا کر ان سے اور دیگر

سپہ داروں سے مشورہ کرو کہ رام درگ کا محاصرہ بہترین طور پر کس طرح کیا جائے۔ اور اسی طرح وقتاً فوقتاً تم برہان الدین کو اپنی جگہ بلاؤ۔ ہم نے برہان الدین اور ان کے ماتحت سپہ داروں کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے۔

خط نمبر ۳۱

بنام برہان الدین (۱۰-احمدی = ۲۵-اپریل ۱۷۸۵ء)

میر قمر الدین کی علالت کے متعلق تمہارا خط موصول ہوا تم نے لکھا ہے۔ کہ دو یونانی طبیب اور چند ایک ویدک طبیب بھیجے جائیں۔ تم کو چاہیئے کہ خان موصوف کے علاج کے لئے کشنا پنڈت کو حکم دو۔ اور ایک یونانی طبیب کے لئے عبد الحکیم خاں (حاکم شاہنور) کو لکھو۔ ان دونوں طبیبوں کو سخت تاکید ہونی چاہیئے۔ کہ خان موصوف کا علاج نہایت ہوشیاری اور غور و فکر سے کیا جائے۔ تاکہ وہ جلد سے جلد شفایاب ہوں۔

دھارواڑ کے قلعہ دار کے نام حکمنامہ ملفوف ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ توپ خانہ کے لئے بیل روانہ کئے جائیں۔ ان بیلوں کے آنے کے بعد ان میں سے عمدہ اور مضبوط بیلوں کو منتخب کر کے سپہ دار سید غفار کے حوالے کر دیا جائے۔"

خط نمبر ۳۲

بنام میر قمر الدین (۱۴-احمدی = ۲۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا معلوم ہوا۔ کہ تم نے سپہ دار سید غفار کی قشون کو باربرداری

کے سامان کی حفاظت پر چھوڑ کر سپہ دار محمد علی کی قشون کو اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ اب سوائے بڑے اور چھوٹے خیموں کے، تمہارے اور برہان الدین کے ساتھ باقی تمام سامان موجود ہے۔ اس لئے سید غفار کی قشون کو صرف خیموں کی حفاظت کے لئے چھوڑنا مناسب نہیں۔ بارش کا موسم قریب ہے۔ ضروری ہے۔ کہ تمام خیمے بھی تمہارے ساتھ رہیں۔ اس طرح سید غفار کی قشون بھی بہ وقت ضرورت کار آمد ثابت ہوگی۔

تم کو اور برہان الدین کو باہم محبت سے رہنا چاہیئے۔ یہ مناسب نہیں کہ تم دونو عزیز ایک دوسرے کی مخالفت کرو۔ بلکہ دونوں کو متحد ہو کر دشمن کی سرزنش کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ تم خود اس معاملہ میں سبقت کر کے کبھی کبھی برہان الدین سے ان کے کیمپ میں جا کر ہو اور کبھی ان کو اپنے کیمپ میں آنے کی دعوت دو۔

خط نمبر ۳۳

بنام راجہ رامچند۔ دیوان بنگلور (۱۴۷-احمدی = ۲۹ اپریل سنہ ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ ہرکارہ راما، بنگلور کے لوگوں کے خلاف غلط افواہیں پھیلاتا رہتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہاں کے لوگ بدظن ہو رہے ہیں۔ تم کو چاہیئے۔ کہ ہرکارۂ مذکور کو قید میں ڈال دو۔

Marfat.com

خط نمبر ۳۴

بنام میر قمر الدین و برہان الدین (۱۶۱-احمدی، یکم مئی ۱۷۸۵ء)

تمہارے دونوں خط ملے۔ اس جنگ میں ہم نے تم دونوں کے علاوہ تین پیرداروں (سید حمید، سید غفار اور شیخ انصر) کو بھی جو نہایت قابل اور ہوشیار ہیں متعین کیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ تم تمام افسر باہمی مشورہ سے دشمن کی قرار واقعی سرزنش کر دو گے۔ سپہ داروں کو بھی اس معاملہ کے متعلق احکام بھیج دیئے گئے ہیں۔

یہ سن کر تعجب ہوا۔ کہ فوج کے لئے رسد ناکافی ہے۔ کوتوال اور اس کے ماتحت لمبانیوں کو سخت تاکید کی جائے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ اناج فراہم کریں۔ تاکہ فوج کو وقت پر پریشان نہ ہونا پڑے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ خدا کے فضل سے اب تمہاری طبیعت اچھی ہے۔ اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی۔ شاہنور کے طبیب کو واپس بھیج دیا جائے۔

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ باربرداری کا سامان پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ مناسب نہیں تھا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ تمہاری سوار فوج نے دشمن کو بھگا دیا۔ اور وہ درہ رام درگ سے نکل کر بھاگ گیا۔ اب تم رسالداروں کو حکم دو۔ کہ موقعے سے فائدہ اٹھا کر علیحدہ علیحدہ دستے روانہ کریں۔ تاکہ جس قدر گھوڑے مل سکیں پکڑ لائیں اور جس قدر رسد مل سکے اس پر قبضہ کر لیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دشمن کے بارے میں اطلاعات بھی حاصل کرتے رہیں۔

Marfat.com

خط نمبر ۳۵

بنام محمد غیاث سفیر دولت خداداد بہ دربار پونا (۱۶۱-احمدی = یکم مئی ۱۷۸۵ء)

آپ کا خط ملا۔ اس کا جواب ہندوی زبان میں لکھا گیا ہے۔ تاکہ آپ کو تفصیلات سے آگاہی ہو سکے۔ انہوں (مرہٹوں) نے باوجود موثق عہد ناموں کے بیجودغابازی کی ہے۔ خوب معلوم ہے ایسی صورت میں کس بنا، اور کس اعتماد پر، ان کو بڑی رقم (پیش کش کی) بھیجی جائے۔ اس کا کیا بھروسہ کہ وہ رقم حاصل کر لینے کے بعد پھر بدعہدی نہ کریں گے۔ نور محمد خاں کو ہم نے اسی لئے طلب کیا تھا۔ کہ ان (مرہٹوں) کے خیالات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ ماسوا اُس کے اور کوئی مقصد نہیں تھا آپ کو یہ معاملہ راؤ راستا کو واضح کرتے ہوئے، ان کے دل سے تمام شکوک وشبہات کو دُور کر دینا چاہیئے۔ وہاں کے معاملات سے آگاہی کے لئے نور محمد خاں کا یہاں آنا ضروری ہے۔ اگر مرہٹے یہ چاہتے ہوں۔ کہ آپ بھی چلے جائیں۔ تو آپ کو دیر نہ کرنا چاہیئے۔

آپ نے راؤ راستا کی زبانی لکھا ہے۔ کہ "اگر نرگند کا محاصرہ اُٹھا لیا جاتا جیسا کہ انہوں نے تجویز کیا تھا۔ تو حاکمان پونا سے معاملات کے سلجھانے میں انہیں بڑی تقویت ملتی لیکن حالیہ واقعات کی وجہ سے وزیر نانا فرنویس کی بدگمانی اور بڑھ گئی ہے، جس کی وجہ سے ان (راؤ راستا) کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا ہے"

آپ کو کہنا چاہیئے۔ کہ "ہم نے ان (راؤ راستا) کی ہدایات سے سرمو فرق

نہیں کیا۔ اور نرگند کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اب رہی مرہٹہ فوج کی سرزنش۔ یہ اس لئے ضروری تھی کہ وہ ہمارے ملک کے اندر آئی تھی۔ یہ آخر الذکر بات اس قدر مشہور ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر اپنی رائے یوں لکھتا ہے: کہ "گو سلطان نے نرگند کا محاصرہ اُٹھا لیا تھا لیکن راؤ رستا کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ اس کے کہنے سے نہیں بلکہ مرہٹہ فوج کے آجانے سے ایسا کیا تھا۔ دیز حاکمانِ پونا کا بھی یہی خیال تھا۔ کرک پیٹرک نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ہنڈی زبان میں خط بھیجنے سے سلطان کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر وہ خط حاکمانِ پونا کو مل جائے۔ تو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔

خط نمبر ۳۶

بنام محمد غیاث سفیر سلطنتِ خداداد بہ دربار پونا (۱۶۱-احمدی۔ یکم مئی ۱۷۸۵ء)

پونا کی آب و ہوا کے اختلاف کے متعلق، آپ نے جو کچھ لکھا ہے معلوم ہوا ہمارے اطبا نے اس مرض کو دفع کرنے کا موثر علاج دریافت کر لیا ہے علاج یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے مریض کے جسم سے غلیظ مواد دور کرنے کے لئے سینگیاں لگا کر غلیظ خون کو کھینچ لیا جائے اس کے دور ہوتے ہی مریض کی حالت قابو میں آجائیگی۔ اس کے بعد بقیہ جو کچھ ہے، اس کو ادویات کے ذریعہ دور کر دینے سے مریض جلد صحت یاب ہو جائیگا۔"

تبصرہ

"اکرک پیٹرک اس خط کے مضمون سے یہ مراد لیتا ہے۔ کہ پونا کی آب وہوا کے اختلاف سے سلطان کی مراد وہ تنازعہ ہے۔ جو اُس کے اور مرہٹوں کے درمیان تھا۔ طریق علاج سے مراد جنگ ہے۔"

خط نمبر ۳۷

بنام نور محمد خاں۔ پونا   (۱۶ / احمدی۔ یکم مئی ۱۷۸۵ء)

آپ کا خط ملا۔ اس کے متعلق ہمیں جو کچھ کہنا ہے۔ وہ محمد غیاث کے خط میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ آپ اس خط کو پڑھیں اور عمل پیرا ہوں ؟

خط نمبر ۳۸

بنام برہان الدین   (۲۰ / احمدی = ۴ مئی ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا ہے۔ کہ قلعہ امدرگ کی فوج نے ہتھیار ڈال دینے کی تجویز پیش کی تھی جس کو تم نے مسترد کر دیا۔ یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ کس مصلحت کی بنا پر ایسا کیا گیا! اور کیوں فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ تم کو قلعہ کا محاصرہ جاری رکھنا چاہیئے۔ دھارواڑ سے قلعہ شکن توپیں منگوا کر اور دوسرے سامان کے ساتھ تم کو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ دشمن کے دل میں تمہارا خوف بیٹھ جائے اور اگر وہ تمہاری پیش کردہ شرائط پر اطاعت قبول کر لے تو منظور کر لو۔ اس کے

Marfat.com

جدان کو اجازت دو - کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار لے کر قلعہ سے باہر نکلیں۔ اگر وہ اس طرح کریں تو ان کو دریائے کرشنا کے اُس پار پہنچا دیا جائے - اور قلعہ میں اپنی فوج کو متعین کر دیا جائے۔

تعلقدار نگر، نرسیا نے ہمارے حکم کے مطابق مزدور بھیج دیئے ہیں۔

تم کو اور میر قمرالدین دونوں کو چاہیئے - کہ متحد الخیال اور ہم آہنگ رہو - تاکہ سرکاری کام بہترین طور پر سر انجام پاتا رہے - اس بارہ خاص میں ہم نے پیشتر بھی تم دونوں کو لکھا تھا۔

نوٹ:۔ (اسی مضمون کا خط میر قمرالدین کو بھی لکھا گیا)   ازکرک پیٹرک

خط نمبر ۳۹

بنام برہان الدین   (۲۴۳ احمدی = ۵ مئی ۱۷۸۵ء)

خوش خبری ملی کہ رام درگ کا قلعہ فتح ہو گیا - اور اب قلعہ میں ہماری فوج متعین ہے - دہاڑ واڑ سے قلعہ شکن توپیں طلب کر کے نرگند پر پیش قدمی کرو - اس میں دیر نہ ہونی چاہیئے - نرسیا نے جن مزدوروں کو بھیجا تھا! پہنچ گئے ہونگے پہلے سے تمہارے پاس کپل (Koppal) اور باداملی (Babamil) کے مزدور موجود ہیں - لہذا نرگند کے محاصرہ کی پوری تیاری جلد از جلد مکمل کر لی جائے - رام درگ میں دو جوق رکھنے کے لئے علیحدہ ہدایات ارسال ہیں۔

ہمیں امید ہے - کہ تم اور قمرالدین کامل باہمی اتحاد سے کام کر رہے ہونگے۔

Marfat.com

خط نمبر ۴

بنام غلام احمد سفاضئ نگمہ

(۲۸ احمدی = ۹ مئی ۱۷۸۵ء)

آپ کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ نو فرانسیسیوں اور ان کے ایک افسر نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے یعنی اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کر لیا ہے اس افسر کو امید ہے کہ اس کو احمدی رسالہ کی کمان دی جائیگی" آپ کو چاہیئے۔ کہ ان لوگوں کو ضروری محافظوں کے ساتھ حضوری میں بھیجدیں، سفر خرچ کے لئے انہیں فی کس دس روپیہ دئے جائیں یہاں آنے کے بعد اس افسر کی خواہش کو پورا کیا جائیگا

سفر خرچ اور حفاظتی دستہ کے لئے نگر کے تعلقدار کو لکھ دیا گیا ہے۔

تبصرہ

اس خط میں احمدی رسالہ کا ذکر آیا ہے۔ اس میں صرف نومسلموں کو بھرتی کیا جاتا تھا۔ احمدی فوج دو قسم کی تھی۔ ایک سوار اور دوسری پیادہ اس فوج کو سلطان نے ترکی کی جاں نثاری فوج کی طرز پر تیار کیا تھا۔ اس کے خاص باڈی گارڈ کا دستہ بھی احمدیوں پر مشتمل تھا۔ یوں تو کورگ اور ملیبار میں جو لوگ مسلمان ہوئے۔ وہ بھی احمدی کہلائے۔ لیکن ان کی بنیاد شمالی و جنوبی کنارا اور نگر علاقہ کے نومسلموں سے پڑی تھی۔ پرتگالی مقبوضہ گوا کے نزدیک ہونے کی وجہ سے ان علاقوں پر پرتگالی پادریوں نے تبلیغ عیسائیت کا نہایت مضبوط جال بچھا رکھا تھا۔ سلطان کی دوربین نظریں یہ دیکھ چکی تھیں۔ کہ بنگال اور کرناٹک میں یہی معصوم عیسائی

Marfat.com

پادری کس طرح مذہب کا جال بچھا کر عیسائی حکومت کے لئے راستہ صاف کر چکے تھے۔ اس لئے اس نے متواتر اعلانات شائع کئے۔ جس کو خود انگریزی مورخین نے اس طرح لکھا ہے :۔

"اگر ہندو عیسائی مذہب قبول کرتے جاتے تھے۔ تو سلطان نے اس پر انہیں لکھا۔ کہ وہ اپنے آبائی مذہب کو ترک نہ کریں۔ مگر جب چھ دفعہ لکھنے پر بھی ان پر اثر نہ ہوا۔ تو آخر سلطان نے لکھا کہ آیندہ تم میں سے کوئی شخص اپنا آبائی مذہب ہرگز ترک نہ کرے۔ اور اگر ایسا ہی تبدیل مذہب کا شوق ہو۔ تو خود اپنے بادشاہ کا جو ظل اللہ ہے۔ مذہب اختیار کریں۔"

(بورنگ)

مگر جب اس کے باوجود عیسائی پادریوں اور ہندو آبادی پر اس کا اثر نہ ہوا۔ تو سلطان نے وہی کیا۔ جو اس کو کرنا چاہئے تھا۔ اس کے متعلق وہ اپنی یادداشتوں میں خود اپنے قلم سے لکھتا ہے :۔

"قریباً تین سو سال آگے پرتگال کے نصرانی اس ملک میں آکر ساحل سمندر پر سوندا کے راجہ سے صرف تجارت کرنے کے بہانے ایک علاقہ (گوا) حاصل کیا۔ پھر زمانہ نے ان کے لئے جو سہولتیں بہم پہنچائیں، اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، انہوں نے اطراف کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس سے تین یا چار لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ اس علاقہ میں انہوں نے ہندؤں کو بت پرستی اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ جن لوگوں نے ان کا حکم نہیں مانا، ان کو شہر (گوا) سے باہر نکال دیا۔ پرتگالیوں نے باشندوں کو صرف تین دن کی مہلت دی۔ کہ اگر وہ اس عرصہ

میں ماہر نہ گئے۔ تمام کو زبردستی عیسائی بنا لیا جائیگا بعض لوگ تو ڈر کر اپنا گھر بار چھوڑ کر باہر چلے گئے لیکن اکثر و بیشتر آبادی جس کا کوئی وسیلہ نہ تھا وہیں ٹھہر گئی۔ آخر میں ان بے دین نصرانیوں نے تین دن کے بعد انہیں مجبور کر دیا۔ کہ وہ ان کے جھوٹے مذہب کو اختیار کر لیں۔

اس کے بعد اطراف کے علاقہ کے حاکموں اور راجاؤں سے روپیہ اور انعامات حاصل کر کے انہوں نے ان نو عیسائیوں کے ہاتھ سے نگر۔ سونڈہ اور کوڑیال بندر (بنگلور) میں گرجا گھر تعمیر کئے۔ اور یہاں ایک ایک دو دو پادری بھی مقرر کئے گئے، جن کے ذریعہ سے انہوں نے مکاری اور طرح طرح کے لالچ دے کر یہاں کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کر لیا۔ حالات بدستور یہی تھے۔ کہ خدا کے فضل سے کوڑیال بندر ہمارے ہاتھ آیا۔ اور یہاں پرتگالیوں کے تمام مکر و فریب ہم پر کھل گئے تو اس وقت ہم نے حضور کچہری سے دیوان کو حکم دیا۔ کہ تمام عیسائی مکانات کی مردم شماری کی جائے۔ دیوان نے سونڈا نگر اور کوڑیال بندر کے متفرقیوں کو ساتھ لیکر یہ مردم شماری کی ہم نے ایک افسر اور چند سپاہیوں کو ان مقامات پر متعین کیا۔ جہاں عیسائی آباد تھے۔ ان افسروں سے ہم نے کہا۔ کہ آئندہ کارروائی کے متعلق احکام دیئے جائیں گے۔ جن پر پورا عمل کرنا ہوگا۔ اس وقت تک تمام کارروائی مخفی رکھی جائے۔"

اس کے بعد افسروں کو حکمنامے بھیج دیئے گئے۔ کہ مقررہ روز، مقررہ وقت پر (جو صبح کی نماز کا وقت تھا) تمام عیسائی آبادی کو

Marfat.com

(عورتوں اور بچوں سمیت) گھیر کر اس طرح قید کر لیا جائے۔ کہ ایک آدمی بھی بچ کر نہ نکل سکے۔ فوج نے اس پر عمل کیا۔ اس طرح ساٹھ ہزار عیسائی ہاتھ آئے۔ ان کے متعلق حکم دیا گیا کہ حضوری میں بھیجدئے جائیں۔ ان کو پانچ پانچ سو کی تعداد میں علیحدہ علیحدہ ٹکڑیوں میں بھیجا گیا۔ ان کو مختلف مقامات پر رکھا گیا اور کپڑا دے کر رکھا گیا۔ اور یہاں انہیں اسلام کی دعوت بھی دی گئی۔ یہ لوگ جب اسلام لے آئے تو اُن کا نام "احمدی" رکھا گیا۔"

"کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس طرح ان لوگوں میں سے سلطان کو اپنی فوج کے لئے پندرہ ہزار نوجوان مل گئے۔ بعد میں ملیبار اور کورگ کے نومسلموں کو بھی شامل کر کے احمدیوں کی تعداد بڑھائی گئی۔ یہ لوگ مملکت کے ہر حصہ میں آباد کئے گئے اور سلطان نے وہاں کے حاکموں اور دوسرے لوگوں کو سخت حکم دیا۔ کہ ان لوگوں سے نہایت مہربانی کا سلوک کیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں"

نوٹ:۔ ان نومسلموں کے نام کے ساتھ اگرچہ عام طور پر "شیخ" کا لفظ بطور لقب مستعمل ہے۔ مگر ان میں اکثر نام کے ساتھ "خان" کا لقب بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب بھی ان علاقوں یعنی جنوبی ہند و میسور وغیرہ کے اکثر و بیشتر خاندانوں کو جو اپنے نام کے ساتھ "خان" استعمال کرتے ہیں، یہ فخر حاصل ہے۔ کہ ان کے آباؤ اجداد کو یہ شرف سلطان سے حاصل ہوا تھا۔ (مترجم)

Marfat.com

خط نمبر ۱۴۱

بنام میر قمر الدین (۲۵؍ احمدی = ۱۰؍ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا معلوم ہوا۔ کہ بیڈے (Bede) سواروں نے جو باقاعدہ سرکاری ملازم نہیں ہیں، سرکاری علاقہ میں بہت سی زیادتیاں کی ہیں تم کو چاہیئے۔ کہ انہیں قطعی حکم دو۔ کہ وہ مرہٹہ علاقہ میں لوٹ مار مچا کر جس قدر گھوڑے مل سکتے ہوں، لے آئیں، اور ہمارے علاقہ میں قطعی کوئی شورش نہ کی جائے۔

تم کو اور برہان الدین کو بالکل سگے بھائیوں کی طرح مل جل کر رہنا چاہیئے اُمید ہے کہ نرگند کے محاصرہ کا تمام سامان تیار ہو گیا ہو گا۔ ترکل (تور و توکل) کے زمیندار سے جو کہ لپالپور کے علاقہ میں ہے، ہمارا دوستانہ ہے۔ اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ صرف اس علاقہ پر تاخت کی جائے۔ جو راہ راست پونا کے ماتحت ہو۔ اس کے متعلق پہلے بھی تم کو صریح احکام دیئے گئے تھے۔

تبصرہ

بیڈے سوار۔ یہ ایک بے قاعدہ فوج تھی۔ جو بیڈر قوم کے لوگوں پر مشتمل تھی ان کا کام صرف لوٹ مار کرنا تھا۔ بینڈر، اضلاع اننت پور۔ بلاری وغیرہ میں آباد ہیں۔ اور یہ ہندو قوم کا ایک فرقہ ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۴۲

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں پونا (۲۹ راحمدی = ۲۴ مئی ۱۷۸۵ء)

آپ کے گیارہ اور بارہ تاریخ کے دونوں خط ملے۔ اور راؤ راستا کے پیش کار سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ اس کا حال معلوم ہوا۔

مرہٹہ فوج ہمارے علاقہ میں گھس کر لوٹ مار کرتی ہوئی، قریباً آٹھ لاکھ پگوڈوں کا نقصان کر چکی ہے۔ لہذا ہمارے افسروں نے مجبور ہو کر اس کو ایسی سخت سزا دی ہے۔ کہ وہ مجبور ہو کر دریائے کرشنا کے اُس پار بھاگ گئی ہے۔ واپسی پر ہماری فوج نے "رام ورگ" کا قلعہ فتح کیا۔ اور اب نرگند کا محاصرہ کر رہی ہے۔

ہم اب بھی نرگند کا محاصرہ اٹھا لینے پر تیار ہیں، بشرطیکہ زمیندار اپنی پیش کش جو باقی ہے، ادا کر دے۔ اور ہمارے علاقہ کو جو نقصان پہنچایا گیا ہے، اس کا ہرجانہ بھی دے۔ ورنہ نرگند پر ضرور قبضہ کر لیا جائیگا۔

آپکے اور نور محمد خاں کے پاس جو ہنڈیاں ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ انہیں بذریعہ ڈاک واپس کریں۔ اگر حاکمان پونا نور محمد خاں کی واپسی کو منظور کر لیں۔ اور وہ یہاں آجائیں تو ہم ان سے وہاں کے حالات دریافت کرنیکے بعد رسید بھیجنے کے متعلق غور فرمائیں گے۔

آپ کا ارسال کردہ حساب موصول ہوا۔ سفارت خانہ کے خرچ کے لئے اور رقم بھیجدی جائیگی۔"

Marfat.com

خط نمبر ۴۳

بنام میر قمر الدین ــــ دیکم بہاری ــــ ۱۵ مئی ۱۷۸۵ء

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ "باوجود حکمنامہ جاری ہونے کے، وہاں کے کسی عامل نے بھی ابھی تک نرگند کے محاصرہ کے لئے جو سامان ضروری ہے، نہیں بھیجا۔ اس لئے تم چاہتے ہو کہ دوبارہ حکم نامے جاری کئے جائیں"

نور چشم!۔ ابھی تک تمہارا بچپن نہیں گیا۔ ورنہ تم دوبارہ حکمنامے جاری کرنے کے لئے نہ لکھتے۔ ایک حکم نامہ کافی ہے معلوم نہیں وہ کون عامل ہے جس نے ہمارے احکام کی تعمیل نہیں کی۔ اگر کوئی ہے۔ تو اس کو فوراً گرفتار کر کے سزائے موت دو۔ اور ان حکمناموں کو حاصل کر کے یہاں بھیجدو۔

وہ مزدور جو مختلف تعلقوں سے کام کے لئے اب آئے ہیں۔ اور ان مزدوروں کو جو پہلے سے برہان الدین کے پاس ہیں، ملا کر تم اور برہان الدین آپس میں مساوی تقسیم کرتے ہوئے، فوراً محاصرہ کی کارروائی شروع کر دو کیونکہ بارش کا موسم جلد شروع ہونے والا ہے۔ اور جب وہ شروع ہو جائیگا تو مشکلات پیش آئیں گی۔"

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط کے اُس جملہ پر جس میں سلطان نے لکھا ہے۔ کہ:- "ابھی تک تمہارا بچپن نہیں گیا" لکھتا ہے کہ دراصل سلطان کو اس کی قابلیت پر بھروسہ نہیں تھا۔ اس لئے اُس نے ایسا لکھا" حالانکہ

یہ الفاظ وفورِ محبت پر دلالت کرتے ہیں

خط نمبر ۴۴

بنام میر قمر الدین (۳۱ بہاری ۱۲۱۳ھ، ۷ امئی ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا۔ معلوم ہوا کہ برہان الدین کے سپاہیوں نے ان مزدوروں کو جو دہارواڑ سے آئے تھے۔ دق کیا ہے۔ اسی خط میں تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ بارود اور ۱۸ و ۲۴ پونڈ کے گولے برہان الدین کی فوج میں بہت کم ہیں۔ لہٰذا دہارواڑ کے قلعہ دار کو حکم دیا جائے۔ کہ اس سامان کو جلد بھیج دے۔ اس سے پہلے لکھا گیا تھا۔ اور اب پھر لکھا جاتا ہے۔ کہ جو سامان بھی تعلقوں سے آئے۔ وہ تم اور برہان الدین مساوی طور پر تقسیم کر لو۔

قلعدار دہارواڑ کے نام حکم نامہ ملفوف ہے مطلوبہ سامان آنے کے بعد تقسیم کر لیا جائے۔ نرگند پر ایک طرف سے تم حملہ کرو۔ اور برہان الدین دوسری طرف سے کریں۔

خط نمبر ۴۵

بنام محمد اشرف۔ ناظم دیوان کچہری (Goot) گوتی (۳۱ بہاری ۱۲۱۳ھ، ۷ امئی ۱۷۸۵ء)

خط کے ساتھ حساب بھی موصول ہوا۔ اور بلاری اور ہنڈے اننت پور (Hindy Anantapur) کے تعلقوں کی باقی بٹی بھی ملی تم نے لکھا ہے کہ باوجود چار سزاول (Suzawal) مقرر کئے جانے کے بھی بلاری اور گتی سے

صرف ایک ہزار گھوڑے حاصل ہوئے ہیں۔ لہٰذا تم نے لکھا ہے کہ وہاں کے عاملوں کے نام تہدیدی احکام بھیجے جائیں ۔" یہ ملفوف ہیں۔

تبصرہ

سزاول ۔ اب بھی ان علاقوں میں دستور ہے۔ کہ باقی وصول کرنے کے لئے آدمیوں کو بھیجا جاتا ہے۔ جو باقی داروں کی دہلیز پر اس وقت تک بیٹھے رہتے ہیں، جب تک کہ باقی وصول نہ ہو جائے ان لوگوں کو کھانا پانی باقی دار ہی دیتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلے زمانہ میں حکومت کی جانب سے بھی یہ کارروائی ہوتی تھی۔ ان لوگوں کو ہی سزاول کہا جاتا ہے۔

خط نمبر ۷۶

بنام میر قمر الدین (۱۱ بہاری = ۲۵ مئی ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ پہلے دو مورچے تیار ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک برہان الدین کی طرف مورچے تیار نہیں ہوئے۔ یہ ایک پہاڑی قلعہ ہے۔ جب تک اس کے بالکل قریب پہنچکر فصیل میں ایک وسیع شگاف ڈالا نہ جائے، حملہ کرنا عقلمندی نہیں ہے لہٰذا برہان الدین کے مورچے تیار ہونے تک تم انتظار کرو۔ لیکن اس عرصہ میں قلعہ پر لگاتار گولہ باری اس وقت تک ہوتی رہے۔ جب تک کہ تمہاری طرف کی فصیل بالکل مسمار نہ ہو جائے۔ برہان الدین کو لکھا گیا ہے۔ کہ مزدوروں اور توپوں کی نصف تعداد تمہارے پاس بھیجدے، جن کی مدد سے تم اپنے مورچوں کو آگے

بڑھا کر قلعہ کو جلد فتح کر سکو گے۔

خط نمبر ۴۷

بنام برہان الدین (۱۱ بہادری = ۵ مئی ۱۷۸۵ء)

کنٹری منشی کی ضرورت کی اطلاع ملی۔ تم اپنی خواہش کے مطابق ایک کنٹری منشی رکھ لو۔ قمر الدین کو توپوں اور مزدوروں کی نصف تعداد دے دی جائے۔ سنا گیا ہے کہ کالا پنڈت (زمیندار نرگند) اپنے اہل وعیال کے ساتھ نرگند سے فرار ہو گیا ہے۔ تحقیق کر کے اطلاع دی جائے۔ کہ اب قلعہ کی کمان کس کے ہاتھ میں ہے۔"

خط نمبر ۴۸

بنام محمد کاظم۔ برادر زین العابدین سابق منشی جیش کچہری (۱۲ بہاری = ۲۶ مئی ۱۷۸۵ء)

یہ خدا کی مرضی تھی کہ تمہارے بھائی فوت ہو جائیں۔ اس خبر سے ہمیں سخت رنج ہوا۔ تالیفِ قلب و تعزیت داری کی نیت سے ہماری خواہش ہے۔ کہ تم فوراً حضوری میں آؤ۔ اور اپنے آپ کو ہماری مہربانیوں کا مورد بناؤ

خط نمبر ۴۹

بنام زین العابدین۔ (۱۹ بہاری = ۲ جون ۱۷۸۵ء)

للال گرمیھی کی آمد و خرچ کا حساب اور تمہارا خط ملا۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ :۔

اس گرڈھی کا عامل لاپتہ ہوگیا ہے "۔ اور چاہتے ہو۔ کہ ایک نئے عامل کو مقرر کرکے بھیجا جائے "۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ سابق عامل کیوں اور کس طرح لاپتہ ہوگیا۔ اس معاملہ میں پوری تحقیقات کرکے اطلاع دی جائے۔

خط نمبر ۵۰

بنام بدرالدین ۲۱ بہاری = ۴ جون ۱۷۸۵ء

اطلاع ملی ہے۔ کہ تم نے قمرالدین سے درخواست کی تھی۔ کہ شیخ انصر کی قشون تمہارے سپرد کی جائے۔ اور اس کے عوض محمد علی کی قشون کو وہ لے لے۔ لیکن خان مذکور نے لکھا ہے۔ کہ "بہ حالتِ موجودہ یہ تبدیلی مناسب نہیں" بالکل ٹھیک ہے۔ محمد علی کی قشون جہاں ہے۔ وہیں رہے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بڑی توپوں اور مزدوروں کی نصف تعداد تم قمرالدین کے حوالے کر دوگے۔ اور نصف تم رکھو گے، بالکل درست ہے۔ اسی خط میں مذکور ہے۔ کہ کنٹور کا وکیل تمہارے پاس آیا تھا۔ اور اس نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ کہ ایک یا دو ہفتوں کے بعد آکر وہ ہماری ملازمت میں داخل ہو جائیگا۔ جب وہ آئے تو اس کو ضرور داخل کر لو۔

خط نمبر ۵۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا ۲۲ بہاری = ۵ جون ۱۷۸۵ء

آپ کے پانچوں خط ملے۔ آپ نے اطلاع دی ہے کہ:-

ہم (سلطان) نے راؤ راستا کے خط میں یہ لکھا تھا۔ کہ آپ (یعنی راؤ راستا) نے ہمارے سفیر محمد غیاث و نور محمد خاں سے کہا تھا۔ کہ آپ دخل دے کر نرگند سے واجب الادا پیش کش اور ہرجانہ پونا سے دلوا دیں گے"

آپ نے لکھا ہے۔ کہ آپ کے خط کا یہ مطلب نہیں تھا۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ:- راؤ راستا نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ اسی ہزار روپیہ بطور ہرجانہ اور دس ہزار روپیہ بطور پیش کش نرگند سے دلائے جائیں گے۔ اور آئندہ پیش کش کی رقم کو وہ اپنے ذمہ لیتے ہیں"۔ ان حالات میں آپ نے دریافت کیا ہے۔ کہ راؤ راستا نے یہ دریافت کیا۔ کہ اول الذکر بات انہوں نے کب کہی تھی۔ تو اس کا کیا جواب دیا جائے"

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ راؤ راستا کو جو کچھ لکھا گیا ہے۔ سوچ سمجھ کر ہی لکھا گیا ہے۔ اس کی مصلحت آپ کو بعد میں معلوم ہوگی۔

آپ نے راؤ راستا کے فرزند آنند کے فوت ہو جانے کی خبر دی ہے۔ آپ کو چاہئے۔ کہ ہمارا ملفوفہ تعزیتی خط اور لباس جو اس موقع کے لئے بھیجا گیا ہے ان کی خدمت میں پہنچا دیں۔

اگر پونا میں اور زیادہ ٹھہرنے سے ہماری سرکار کی سبکی اور آپ کی ہتک کا باعث ہے۔ تو آپ رخصت طلب کر کے فوراً واپس آجائیں۔ لیکن آنے سے پہلے وہاں یہ سنا آئیں:-

"باوجود ہمارے آقا کی آپ پر مہربانیوں کے آپ نے اس کے ایک باغی پالیگار کو مدد دی ہے۔ اور تمام احسانات کو بھلا کر اپنی فوج اس کے ملک میں بھیج دی ہے۔ اور ملک کو کئی لاکھ کا نقصان پہنچایا ہے

حالانکہ راؤ راستا کی خواہشوں کے مطابق ہمارے آقا نے نرگند کا محاصرہ اُٹھا لینے کا حکم دیا تھا لیکن پھر بھی آپ کے سپہ سالار پرسرام بہاؤ نے سرکاری ملک پر حملہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرکاری فوجوں نے اس کو شکست دی۔ اور وہ دریائے کرشنا کے پار بھاگنے پر مجبور ہوا۔ باوجود اس کے راؤ راستا کا اصرار ہے۔ کہ ہم نرگند سے محاصرہ اُٹھالیں۔ اور اسّی ہزار روپیہ کا جرمانہ اور پیشکش کے دس ہزار روپیہ قبول کرلیں۔ اور یہ کہ یہ پیش کش آئندہ برابر ادا ہوتی رہے گی۔ اب یہ آپ ہی انصاف سے دیکھیں۔ کہ نرگند کے پالیگار پر جب دس لاکھ پگوڈے باقی ہیں اور سرکاری علاقہ کو بھی بہت نقصان پہنچایا گیا ہے۔ تو کس طرح اسّی ہزار کی رقم پر معاملہ طے کرلیا جائے۔

ایک دوسرے خط میں آپ نے لکھا ہے کہ:۔ راؤ راستا نے جو تجویز پیش کی ہے، وہ نانا فرنویس کی ہے اس لئے راؤ راستا پر کوئی الزام نہیں۔" آپ نے مزید یہ بھی لکھا ہے۔ کہ" نانا نویس نے کہا ہے۔ کہ جب سلطان کی جانب سے پیش کش (چوتھ) کی رقم آتی ہی نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ہماری دوستی رکھنا نہیں چاہتے۔ اور اب بھی اگر رقم بھیجدی جائے۔ تو دوستی قائم رہ سکتی ہے۔ ورنہ آپ کا پونا میں رہنا بے کار ہے۔"

اس میں شک نہیں۔ کہ ہم نے ان کی دوستی کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ انہوں نے عہد ناموں کو جس طرح نباہا ہے۔ ظاہر ہے۔ اب ان تمام باتوں کو دہرا کر فائدہ ہی کیا؟۔ اگر کسے در خانہ ہست، یک لفظ بس ہست" ہم نے بارہا لکھا تھا

کہ وکیل نور محمد خاں کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ ہم حالات کو کما حقہٗ سمجھ کر کچھ عمل کریں۔ تو انہوں نے ان کو اجازت ہی نہیں دی۔ اب بھی ہماری خواہش یہی ہے۔ کہ وہ نور محمد خاں کو اجازت دے دیں۔ تو ہم حالات سننے کے بعد مناسب طریق اختیار کریں گے۔ اگر اس کے عوض وہ حکومت آپ کا وہاں رہنا بھی مناسب نہیں سمجھتی۔ تو آپ دونوں اجازت حاصل کر کے فوراً آجائیں۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ خفیہ تحریر میں سرکار کے دوست کے نام کو بیس کے عدد سے اور سرکار کے بہی خواہ کے نام کو ساٹھ کے عدد سے، آیندہ خط و کتابت میں تعبیر کریں۔ تاکہ اگر کوئی خط دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو وہ کچھ سمجھ نہ سکیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ بیس اور ساٹھ ان لوگوں کے نام کے اعداد ہیں۔ ان سے وہ نام دریافت کریں گے۔ اس کے بجائے، جس شخص کا نام گاف سے شروع ہوتا ہے اس کو گلاب خاں لکھا جائے۔ اور جس کا نام "س" سے ہے، اس کو سردار خاں لکھا جائے۔ اس سے کوئی شبہ پیدا نہ ہو سکے گا۔"

تبصرہ

کرک پیٹرک اس آخری پیراگراف پر یہ رائے دیتا ہے۔ کہ "حیدر علی کے وکیل بھی اسی قسم کے اعداد و الفاظ استعمال کرتے تھے۔ مدراس کے قلعہ کی کارروائیوں کے کاغذات جو اس مخفی کوڈ کے ذریعہ سلطنت خداداد کے وکیلوں نے لکھی تھیں۔ ہم کو زوالِ سرنگاپٹم کے بعد محل میں دستیاب ہوئے۔"

خط نمبر ۵۲

بنام چشتی یار خاں (۲۳ ربہاری - ۶ جون ۱۸۸۵ء)

دیوان کچہری، گتی کے ناظم محمد اشرف نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے تم کو اطلاع دی تھی۔کہ بسونت راؤ عامل بیگن پلی کو حساب فہمی کے لئے مع دفاتر بھیجا جائے۔"

یہ سن کر ہماری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔کہ جب ناظم مذکور کا خط تمہارے سامنے پیش ہوا۔تو تم نے غصہ میں آکر خط کو چاک کر دیا۔اور سخت سست کہتے ہوئے خط کے ٹکڑے واپس لے جانے کے لئے کہا۔ہم کو اُمید نہیں تھی۔کہ تم جیسے عاقل شخص سے اس قسم کی کارروائی ہوگی۔لہٰذا تم فوراً عامل بیگن پلی کو محمد اشرف کے پاس دفاتر کے ساتھ بھیج دو۔۔ اور آیندہ اس قسم کے حرکات سے باز رہو کیونکہ یہ ہماری ناراضگی کا موجب ہیں۔

تبصرہ

بیگن پلی جس کو انگریزی میں بنگن پلی (Banganapalli) لکھا جاتا ہے، ضلع کرنول میں ایک چھوٹی سی زمینداری یا نوابی ہے۔ جس کا رقبہ ۲۷۵ مربع میل اور آبادی قریباً چالیس ہزار ہے۔جو زیادہ تر ہندوؤں کی ہے۔سالانہ آمدنی ۲۳۷۵۵۴۵ روپے ہے۔پورے مدراس علاقہ یعنی جنوبی ہند میں یہی ایک اسلامی ریاست ہے۔

خط نمبر ۵۳

بنام میر قمر الدین (۲۵ بہاری ۱۲۰۰ھ ۸ جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ نرگند کی فتح تک سپہ دار محمد علی کو سبکدوش کرنا مناسب نہیں اور وہ بدستور محاصرہ میں شریک رہے" چونکہ سپہ دار مذکور ابھی ناتجربہ کار ہے اور اس کا قشون بھی نیا ہے۔ ہم نے معلوم کرایا تھا۔ کہ تم شیخ انصر اور ان کی قشون کو تمہارے پاس بلالیں۔ اور محمد علی اور اس کے قشون کو برہان الدین کے پاس بھیجدیں۔ جس سے یہ فائدہ متصور تھا۔ کہ تم کو ایک تجربہ کار سپہدار اور سپاہی مل جائیں گے۔ اور دوسری طرف محمد علی اور ان کے سپاہی، برہان الدین کے پاس رہ کر تجربہ حاصل کریں گے۔ دراصل ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ سپہ دار مذکور اور اس کے سپاہیوں کو تجربہ کار بنایا جائے۔ اور یہ مقصد نہیں۔ کہ ان کا تنزل کیا جائے یا کسی دوسرے کو ان پر فوقیت دی جائے۔ لہٰذا تم ان سے مل کر ہمت افزا الفاظ میں اس کا ذکر کرو۔ اور انہیں برہان الدین کے پاس بھیجدو:۔

معلوم ہوا۔ کہ محمد ناصر کے رسالہ کا کچھ حصہ، محمد علی کے قشون میں ملادیا گیا ہے اور بقیہ حصہ برہان الدین کے پاس بھیج دیا گیا۔ خیال رکھا جائے۔ کہ یہ رسالہ تمہارے اور برہان الدین کے پاس عارضی طور پر ہے۔ جب کبھی یہاں سے طلبی ہو۔ تو اس کو یہاں بھیج دیا جائے۔

تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے۔ کہ اناج اور چارہ کی قلت کی وجہ سے خاص سوار دستہ کے گھوڑے تم واپس بھیج رہے ہو۔ ہاں یہ ایک پہاڑی قلعہ کی تسخیر کا معاملہ

Marfat.com

ہے۔ سواروں کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا تمام گھوڑے کپورگڑھ (Kapoorgarh) بھیج دیئے جائیں۔ جہاں چارہ کثرت سے ہے۔ ہم نے یہ اطلاع پہلے بھی دی تھی۔ اور یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ اتنے سیدھے سادھے معاملہ کے متعلق بھی تم بار بار حکم مانگتے ہو

خط نمبر ۴۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۶ ر بہاری = ۹ ر جون ۱۷۸۵ء)

آپ کے تینوں خطوط اور پانچ ہنڈیاں، جن میں سے چار آپ کی جانب سے اور ایک نور محمد خاں کی جانب سے ہے، موصول ہوئیں۔ آپ نے ہرکارہ سدا نندیو کی سخت کلامی کے متعلق اطلاع دی ہے۔ وہ تو صرف ایک ہرکارہ ہی ہے۔ اس سے بات چیت کیا اور بحث کیا۔ تعجب ہے، کہ اس کو پرائیویٹ معاملات میں دخل دینے کی اجازت کیوں دی گئی؟۔ اس سے صرف وہی کام لیا جائے، جس کے لئے وہ مقرر ہے۔

اگر مرہٹہ حکومت، نور محمد خاں کو واپس جانے کی اجازت دے دے تو انسب ہوگا۔ اور اگر وہ آپ دونوں کو بھی اجازت دے دے۔ تو یہ اور بھی بہتر ہے۔ اس صورت میں آپ دونوں واپس آجائیں

خط نمبر ۵۵

بنام راجہ رامچند۔ دیوان بنگلور۔ (۲۷ بہاری = ۱۰ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ ان تعلقوں سے، جو میر فتح علی تعلقدار چک بالاپور (Chick Balapoor) کے ماتحت ہیں، دس پندرہ ہزار پگوڈے واجب الوصول ہیں۔ اور کہ تم ان کی وصولی کے متعلق سخت کارروائی عمل میں لانے والے ہو۔ چونکہ تعلقدار مذکور اس عہدہ پر ابھی نئے نئے آئے ہیں۔ اور کام سے بالکل ناواقف اور خود ناتجربہ کار ہیں۔ لہذا ہماری خواہش ہے۔ کہ تم اتنی سخت کارروائیاں نہ کرو۔ اور آہستہ آہستہ وصول یابی کرو۔ تم نے جو سزاول بھیجا ہے۔ اس کو واپس بلالیا جائے تاکہ عامل پہ بار نہ ہو۔

خط نمبر ۵۶

بنام محی الدین علی خاں۔ دیوان کرپہ (۲۸ بہاری = ۱۱ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط اور علی نگر تعلق دہوبلی کے حسابات وصول ہوئے۔ تم کو چاہئے۔ کہ نہایت گہری نظر سے حسابات کا جائزہ لو۔ اور دیکھو۔ کہ وصول یابی باقاعدہ ہورہی ہے یا نہیں۔ اگر یہ معلوم ہو۔ کہ کسی نے غبن وغیرہ کیا ہے۔ تو اس کو بغیر کسی طرف داری کے سخت سزا دو۔ کیونکہ اسطرح کا غبن سرکار کی ناشکر گزاری ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۵۷

بنام میر قمر الدین (۲۹ ربہاری = ۱۲ جون ۱۷۸۶ء)

خط ملا۔ یہ دیکھ کر مسرت ہوئی۔ کہ سپہ دار محمد علی کو برہان الدین کے پاس بھیجکر شیخ انصر کو تم نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ یہ کمیدان اور ان کے سپاہی نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ہیں۔

تم کو چاہیئے۔ کہ یادامی کے قلعہ دار یا تورگل کے قاضی کی معرفت زرگنند دال سے خط و کتابت شروع کرو۔ اور کوشش کرو۔ کہ قلعہ جلد از جلد ہاتھ آجائے۔

خط نمبر ۵۸

بنام برہان الدین (۲ جعفری = ۱۵ جون ۱۷۸۵ء)

قریب کے قلعوں سے جو پیادے تمہاری فوج میں آکر شامل ہوئے ہیں، ان کے متعلق خبر ملی ہے کہ یہ لوگ کھانے پینے کی طرف سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اس لئے ہماری خواہش ہے۔ کہ ان کی تکالیف دُور کرنے کے لئے ان کو فی کس دیٹل فنم ماہانہ الاؤنس زیادہ دیا جائے۔

خط نمبر ۵۹

بنام برہان الدین (۳ جعفری = ۱۶ جون ۱۷۸۵ء)

تم کو چاہیئے۔ کہ تمہاری کمان میں جس قدر فوج ہے، خواہ وہ سوار ہو یا پیادہ یا کسو

قسم کی، اس کا ایک باقاعدہ نفری نامہ (مسٹر رول) اور آمد و خرچ کا حساب بھیج دو۔ ایک مہینہ گزر گیا کہ قمر الدین کا توپ خانہ قلعہ کے نزدیک نصب ہو گیا لیکن تمہاری جانب سے ابھی پیش قدمی نہیں ہوئی۔ اگرچہ تم نے ان سے پہلے تیاری شروع کر دی تھی کوئی تو سبب ہوگا، جس کی وجہ سے یہ دیر ہو رہی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ جس قدر جلد ہو سکے فصیل میں شگاف ڈالتے ہوئے قلعہ پر قبضہ کرنے کی تدبیر کرو۔

خط نمبر ۶۰

بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور (۳ر جعفری = ۱۶ر جون ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط مع ہنڈی بنام عامل ونکٹ گیری (VENKAT GIRI) موصول ہوا۔ تم فوراً عامل مذکور کو لکھو کہ وہ بابوراؤ عامل ویلور کو اطلاع دے کہ سرکار خداداد کے علاقہ میں چوروں کو پناہ نہ دی جائے۔ اور اگر کوئی چور مل جائے تو اس کو سزائے موت دو تاکہ دوسروں کو عبرت اور خوف ہو۔

خط نمبر ۶۱

بنام چشتی یار خاں (۵ر جعفری = ۲۸ر جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ گوتی کے داروغہ محمد اشرف نے آپ کے ضلع کی محاصل وصولی کے لئے پانچ سوار بطور سزاول بھیج دیئے ہیں۔ تم کو مستعد۔ قابل اعتماد اور سرکار کا خیر خواہ سمجھ کر، موجودہ عہدے پر بھیجا گیا ہے۔ تم کو چاہئے کہ سرکار کی فائدہ رسانی رعایا کی سرسبزی اور محاصل کی زیادتی کو مدّ نظر رکھو۔ اور خصوصاً تحریری معاہدے

کے مطابق تیسری قسط کی وصولی جلد کرو۔ اس کیلئے مزید ایک ماہ کی مہلت اور دی جاتی ہے۔ اسی خط میں ایک پروانہ ملفوف ہے۔ اس کو دارو غۂ مذکور کے پاس بھیج دیا جائے کہ وہ سزاول کو واپس بلائے۔ لیکن تم کو چاہئے کہ کام میں تساہل نہ کرو۔

خط نمبر ۶۲

بنام محی الدین علی خاں۔ دیوان کرپہ (Cuddapah) (۶ جعفری = ۱۹ رجون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ گرم کنڈہ کے قلعہ کی محافظ فوج کے چار سپاہی عرصہ ہوا کہ فوت ہوگئے۔ لیکن ان کی تنخواہ ابھی تک وہاں کے افسر وصول کر کے اپنے استعمال میں لا رہے ہیں۔ تم کو چاہئے کہ اس معاملہ میں پوری طرح تحقیق کرو۔ اور اگر الزام ثابت ہو جائے۔ تو یہ روپیہ ان افسروں سے وصول کیا جائے۔

خط نمبر ۶۳

بنام محمد غیاث۔ پونا (۵ جعفری = ۱۸ رجون ۱۷۸۵ء)

اگر حاکمان پونا (مرہٹے) نور محمد خاں کو اجازت دے دیں تو فوراً انہیں یہاں بھیج دیا جائے۔ اور آپ وہاں ٹھہر کر دربار پونا کی اطلاعات حاصل کرتے رہیں اگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر آپ دونوں اجازت ملنے تک ٹھہریں۔

Marfat.com

خط نمبر ۶۴

بنام محمد غیاث۔ پونا (۵ جعفری = ۱۸ جون ۱۷۸۵ء)

ایک بیت لکھی گئی ہے جو خفیہ کوڈ پر مشتمل ہے اُمید ہے کہ آپ اس پر حاوی ہو جائیں گے۔ ایک علیحدہ کاغذ پر مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ اس معمے سے سوائے آپ کے اور کوئی واقف نہ ہو۔ جب کبھی کوئی اہم معاملہ خفیہ طور پر لکھنا ہو۔ تو یہ کوڈ استعمال کیا جائے۔

نوٹ:۔ کرک پیرٹرک نے بیت نہیں لکھی ہے۔ ورنہ یہاں ضرور درج کی جاتی۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ "اس کا مطلب سمجھ میں نہ آنے سے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے"

خط نمبر ۶۵

بنام میر قمر الدین (۶ جعفری = ۱۹ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہُوا۔ کہ تم نے اپنی فوج سے ایک رسالہ کو علیحدہ کر کے کنک گیری (Kanakgiri) پر بھیج دیا ہے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ کونسا رسالہ بھیجا گیا اور اس میں کتنے سوار ہیں۔ تم کو چاہیئے۔ کہ اس رسالہ کی تنخواہ وغیرہ کے کاغذات محی الدین علی خاں، دیوانِ کڑپہ کے پاس بھیجدو۔

قلعہ کی فصیل کے نزدیک مورچہ نصب کرنے اور شگاف ڈالنے کے بعد تم کو چاہیئے کہ سپہ داروں اور دوسرے کمیدانوں کے متفقہ مشورے سے اس مقام پر حملہ کرو۔ بہتر تو

Marfat.com

یہ ہوگا۔ کہ حکمتِ عملی سے کام لے کر قلعہ تسخیر کیا جائے۔ تاکہ جانوں کا نقصان نہ ہو اشد ضرورت ہی پر عام حملہ کیا جائے۔

خط نمبر ۶۶

بنام محمد اشرف۔ دیوان گوتی
(۷ رجعفری = ۲۰ رجون ۱۷۸۵ء)

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ گوتی کا نام تبدیل کر کے "فیض حصار" رکھا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو۔ کہ بلاری کا نام "ظفر پٹن" اور چتیل درگ (Chitaldroog) کا نام "فرخیاب حصار" رکھا گیا ہے۔

خط نمبر ۶۷

بنام میر قمرالدین
(۸ رجعفری = ۲۱ رجون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ مقامی آب و ہوا کی خرابی سے تمہاری ماتحت جیش میں اموات واقع ہو رہی ہیں۔ تمہاری جیش کے ساتھ جو طبیب ہیں۔ انہیں سخت احکام دیئے جائیں کہ بیماروں کا نہایت غور و پرداخت سے علاج کیا جائے۔ اور افسروں کو حکم دو کہ سپاہیوں کو ردپوشی سے باز رکھیں۔ گھوڑے اور مویشی، ایسی جگہ بھیج دیئے جائیں جہاں چارہ افراط سے ہو۔ رسالداروں کو اس کے متعلق خاص احکام دیئے جائیں

یہ تم نے اچھا کیا کہ کمپنی افسروں کو قریب کے اضلاع میں رنگروٹوں کی بھرتی کے لئے بھیجدیا۔

ہماری سابقہ ہدایات کے مطابق محصورین کو اطاعت کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار اور خاص سامان اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ کالا پنڈت اس کے خاندان۔ اس کے خویش و اقارب اور مہاجنوں کو عہد نامے کے ذریعہ آمادہ کیا جائے۔ کہ قلعہ چھوڑ کر نیچے اُتر آئیں۔ اس کے بعد ان پر محافظ مقرر کر کے ان لوگوں سے دس لاکھ پگوڈے بطور ہرجانہ وصول کیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے علاقہ میں لوٹ مار کر کے اس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ اس رقم کو ادا کریں تو اچھا ہے۔ ورنہ ان کو حفاظت میں رکھو۔ بہر طور کسی طرح حکمت عملی سے کالا پنڈت اور مہاجنوں کو قلعہ سے نیچے اُتر آنے پر آمادہ کرو۔

جب تمہارا مورچہ فصیل قلعہ کے قریب نصب اور خندق پوری طرح بھر جائے تو اس وقت سپہ دار اگر مشورہ دیں۔ تو عام حملہ کا حکم دیا جائے۔ ورنہ حملہ کی کوشش نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ ایک پہاڑی قلعہ ہے۔

(نوٹ:۔ اسی مضمون کا ایک اور خط اسی تاریخ کو برہان الدین کو لکھا گیا)

(کرک پیٹرک)

خط نمبر ۶۸

بنام میر قمر الدین

(۱۰ جعفری = ۲۳ جون ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا کہ ترسیل کردہ رقم، ۱۲ ہزار پگوڈے تم کو مل چکی ہے تم نے لکھا ہے کہ یہ رقم پوری فوج تو کیا، صرف پیادوں تک کو کافی نہیں اسی لئے ہم نے پیشتر ہی تم کو لکھ دیا تھا کہ تمہاری کمان میں جس قدر فوج ہے اس کا جائزہ اور

تنخواہ کا حساب بھیجدو۔ تاکہ یہاں سے حسب ضرورت رقم بھیجدی جائے۔ اب پھر وہی ہدایت دی جاتی ہے۔ نفری نامہ اور حساب پہنچنے کے بعد پوری رقم بھیج دی جائے گی۔

خط نمبر ۶۹

عرضداشت بخدمت شاہ عالم شہنشاہ ہند۔ دہلی ۱۰ رجعفری ۔ ۲۳ رجون ۱۷۸۵ء [1]

حضور پر نور کا سرفرازنامہ شرف صدور لایا اور باعث صد عزت ہوا۔ آپ نے جو تحائف کہ راؤ بال مکن داس کے ذریعہ ارسال کئے تھے۔ ان سے آپ کی نوازشوں کا ثبوت مل رہا ہے۔ ان سے ہم چشموں میں ہماری عزت و توقیر متصور رہے۔ ان کی وصولی کے اقرار میں اطاعت شعاری کا یقین دلایا جاتا ہے۔

یہ خادم اسلام، دین محمدی کی حمایت میں نصرانیوں کی سرکوبی میں مصروف ہے جنہوں نے اس سرزنش کی تاب نہ لاکر ایک ذلیل صلح کرلی ہے۔ یہ معاملہ اس قدر مشہور ہے کہ اس عریضہ میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس خادم دین محمدی کی خواہش ہے کہ دشمنان دین سے جنگ کرے اور اُن کو مٹا دے۔

اس اخلاص و وفاشعاری کی سند میں جو اس خادم دین محمدی کو آپ کی ذات شاہانہ سے ہے، بطور نذر ایک اکتیس طلائی مُہر ارسال خدمت ہیں انہیں قبول فرماکر عزت افزائی کریں۔ امید ہے کہ حضور والا اپنے احکام سے وقتاً فوقتاً

---

[1] صلحنامہ منگلور ۱۷۸۴ء

سرفراز فرماتے رہیں گے۔ باقی حد ادب۔

تبصرہ

اس خط پر رائے لکھتے ہوئے کرک پیٹرک افسوس کرتا ہے کہ :۔
"ٹیپو کا یہ خط نہایت گستاخانہ تھا۔ اُس نے شہنشاہ ہند کے مراتب کا لحاظ نہیں رکھا۔ اور خط میں بجائے "آپ کا غلام یا خادم" لکھنے کے "خادم دین محمدی" لکھا اور طلائی مہریں جو اُس نے بھیجیں، ان پر شہنشاہ کا نام کندہ نہیں تھا۔ حالانکہ تمام ہندوستان میں اس وقت جو سکے رائج تھے یا مضروب ہوتے تھے ان پر شہنشاہ کا نام ضرور ہوتا تھا۔"

کرک پیٹرک کو شاید اس کی خبر نہیں تھی۔ کہ یہی برائے نام شہنشاہ ہند "شاہ عالم" اس وقت یعنی ۱۷۸۵ء میں راجہ سندھیا (مرہٹوں) کا وظیفہ خوار تھا اور اس کو پچیس لاکھ روپیہ سالانہ ملتے تھے۔ اس سے پہلے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار تھا۔ اسی برائے نام شہنشاہ ہند نے بکسر کی جنگ (۱۷۶۴ء) میں شکست کھا کر اپنے آپ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ اور اسی نے اپنے وزیر شجاع الدولہ سے غداری کر کے اس کے ملک اودھ پر کمپنی کو مسلط کر دیا تھا۔ اور اسی نے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی مستقل طور پر کمپنی کو دے دی تھی۔ اور یہی وہ شہنشاہ یا شاہِ شطرنج تھا جس نے کمپنی اور نظام علی خاں (نظام الملک) کے کہنے پر حیدر علی کے خلاف فرمان جاری کیا تھا۔ ان حالات کو جانتے ہوئے

سلطان کو اس شاہِ شطرنج کی اطاعت گزاری کا ڈھونگ رچانے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو صرف ان مکّار اور قابو چی حاکموں کا حصّہ تھا جو بظاہر تو اس کو شہنشاہِ ہند کہتے تھے اور بہ باطن آلۂ کار بنا کر اپنے مقاصد پورا کرتے تھے۔ مزید برآں، یہ انھی لوگوں کی نمک حلالی کا تقاضا تھا کہ جس دادا کے وہ غلام کہلاتے تھے۔ اور جس سے ملک چھینا یا حاصل کیا تھا، اسی کے بے گناہ پوتے کو جو اُسی طرح شہنشاہِ ہند کہلاتا تھا، قید و بند میں ڈال کر، ذلت کے ساتھ ملک بدر کیا۔ اور اس کے معصوم اور ننھے ننھے بچوں کے سر کاٹ کر بطور نذر اس کے سامنے پیش کئے۔

خط نمبر ۷

بنام منظور علی خاں۔ دہلی (۱۰ رجعفری = ۲۳ جون ۱۷۸۵ء)

راؤ بال مکن داس سے آن جناب کی نیکیاں اور فضائل معلوم ہوئے۔ ایک خریطہ ارسالِ خدمت ہے، جس میں حضور شہنشاہِ ہند کے ملاحظہ کے لئے ایک عرضی، اور نذر کے لئے ایک سو اکیس طلائی مہریں ہیں۔ آپ کی خوش اخلاقی و مہربانی سے اُمید ہے۔ کہ آپ اس کو بارگاہِ شاہی میں پیش کر دیں گے۔

اکثر مسلمانوں کو عادت ہو گئی ہے۔ کہ اپنی سہولت کے لئے مہر اور روپے جیبوں میں رکھتے ہیں۔ اور ان سونے اور چاندی کے سکوں پہ شاہانِ وقت کے نام کندہ رہتے ہیں، جو ہمارے رسم و رواج کے خلاف ہے۔ اس لئے ہم نے ایک نئی قسم کی مہر مضروب کی ہے، جس پہ خدائے تعالیٰ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے اسما کندہ ہیں۔ اس نئے سکوں سے شہنشاہ کے لئے نذر بھیجی گئی ہے۔ اور اس دوستی کی افزائش کے لئے جو آپ کے اور ہمارے درمیان ہے آپ کے لئے بھی ۲۵ مہر ارسال ہیں۔ یقین ہے کہ آپ اپنے خطوط سے مسرور فرمائیں گے یہاں کے دوسرے حالات راؤ بال کشن داس سے معلوم ہونگے۔ باقی بخیر۔

تبصرہ

خریطہ ایک تھیلی ہوتی تھی جس میں بادشاہوں اور امیروں کو خط بھیجے جاتے تھے۔ یہ زریں کپڑے یا کمخواب کی بنتی تھی۔ بادشاہوں کو خط لکھنے کے لئے زر افشاں کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، جس پر طلائی بیل بوٹے ہوتے تھے۔ ان سے کم درجہ والوں کو مہتابی کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، جس پر نقرئی بیل بوٹے ہوتے تھے

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ:۔ منظور علی خاں، دہلی میں شاہی حرم کے خواجہ سراؤں کا افسر تھا

خط نمبر ۱۷

بنام مول چند و سجن رائے، دہلی (۱۰ ار جعفری = ۲۳ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط اور خبریں جو تم نے بھیجی ہیں، موصول ہوئیں

حضور پر نور (شاہ عالم) کی نذر کے لئے ایک خریطہ، جس میں ایک سو پچیس نئی ڈھلی ہوئی مہریں ہیں، روانہ ہے۔ اور ایک دوسرا خریطہ بھی ارسال ہے جس میں منظور علی خاں کے لئے خط اور پچیس طلائی مہریں ہیں۔ مزید حفاظت کے لئے

طلائی مہریں ہرکاروں کے لباس میں سی دی گئی ہیں۔ انہیں ان کے لباس سے علیحدہ کرکے منظور علی خاں کی خدمت میں پچیس مہریں اور ان کی وساطت سے ایک سو کیس مہریں اور عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں پیش کی جائیں۔

ایک ہزار روپیہ کی ہُنڈی بھیجی جاتی ہے۔ اس رقم سے تم اپنی سولہ ماہ کی تنخواہ بحساب ۳۰ روپیہ فی ماہ لے لو۔ اور بارہ ماہ کی تنخواہ اسی حساب سے پیشگی رکھ لو۔ کل رقم ۸۴۰ روپیہ ہوتی ہے۔ ہرکاروں کو جو یہ خط لائے ہیں۔ اٹھارہ روپیہ دو اور باقی تمہارے پاس ۱۴۲ روپیہ رہیں گے۔ جن سے ہمارے ہرکاروں کو باقاعدہ تنخواہ دو۔ اب جو دو نفر ہرکارے بھیجے گئے ہیں۔ اُن میں سے تولارام کو دس اور مادھا کو ماہانہ ۹ روپیہ تنخواہ دی جائے۔ ہرکاروں کی دوسری نفری میں کشنا جی اور سنتا جی ہیں، ان کو ۹ روپیہ ماہانہ فی کس دیا جائے۔ دونوں نفریوں کو اس حساب سے ۳ ماہ کی تنخواہ رجب سے رمضان سنہ ۱۱۹۹ھ تک یہاں دے دی گئی ہے۔ اب وہ جبکہ تمہارے پاس ہیں۔ تو ان کو شوال سے تنخواہ دی جائے۔ اور جب انہیں یہاں بھیجدو۔ تو دو دو ماہ کی تنخواہ پیشگی دے کر روانہ کر دو۔

وقتاً فوقتاً وہاں کی خبریں بالکل صحیح اور ایمانداری سے روانہ کرتے رہیں۔

تم نے لکھا تھا۔ کہ کرایہ کے دو نفر ہرکاروں کے ہاتھ تم نے دو ٹوکرے بے دانہ انار اور خط بھیجا تھا۔ ابھی تک یہ ہرکارے یہاں نہیں پہنچے۔

تمہاری خواہش کے مطابق کرایہ کے ہرکاروں کی آخری جوڑی جو یہاں پہنچی، اس کو ۷۲ بہتر روپیہ دے دیئے گئے ہیں۔ باقی تفصیلات تم کو راؤ بال مکن داس سے معلوم ہونگے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۷

بنام میر قمر الدین (۱۲ رجعفری = ۲۵ جون ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ برہان الدین کا توپ خانہ مکمل ہو چکا ہے اس سے پہلے کئی خطوط میں لکھا گیا تھا۔ کہ تم اپنے توپخانہ کو فصیل قلعہ کے بالکل قریب نصب اور خندق کا بھراؤ کرتے ہوئے سپہ داروں کے مشورہ سے اگر مناسب سمجھا جائے۔ تو قلعہ پر یلغار کر دو تعجّب ہے۔ کہ ان صریح احکام کے ہوتے ہوئے تم ہر وقت حکم کے منتظر رہتے ہو۔ اس لئے پھر ایک بار سابقہ احکام کو دہرایا جاتا ہے۔

خط نمبر ۳۷

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۴ رجعفری = ۲۷ جون ۱۷۸۵ء)

اگر حاکمانِ پونا صرف نور محمد خاں کو واپس ہونے کی اجازت دیں تو اچھا ہے اگر آپ دونوں کو بھی اجازت دے دیں۔ تو آپ بھی واپس آجائیں۔ واقعات کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔

خط نمبر ۴۷

بنام شیخ احمد بن محمد مکرم۔ تاجر (۱۵ رجعفری = ۲۸ جون ۱۷۸۵ء)

میر محمد رضا اور تمہارے والد محمد مکرم کی زبانی تمہارے حالات معلوم ہوئے۔

Marfat.com

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اس قول نامہ کی وصولی پر تم دلی اطمینان کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور ان لوگوں کو جو یہاں آنا چاہتے ہوں، لے کر آجاؤ۔ تمہاری نگہداشت اور حفاظت کا پورا ذمہ لیا جاتا ہے۔ تمہاری خواہش کے مطابق تم کو تجارتی سہولتیں دی جائیں گی۔ اور تمہارے کارخانہ کے لئے ایک مناسب جگہ اور رقم مہیا کی جائے گی۔ تاکہ تم تجارت کر کے فائدہ اٹھا سکو۔ دو سال تک تم ہر قسم کے محصول سے بری رہو گے۔ باقی حالات تم کو محمد یکرم کے خط اور میر محمد رضا کی زبانی معلوم ہوں گے۔

خط نمبر ۷

بنام برہان الدین (۱۶ / جعفری = ۲۹ / جون ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ محصورین نرگند نے عامل بادامی کے توسط سے ہتھیار ڈالنے کی اجازت چاہی ہے۔ اور ان کی شرط صرف یہ ہے کہ ان کی جان و آبرو کی حفاظت کی جائے۔ لیکن اس معاملہ میں وہ حاکم ماگری کوٹہ (Magrikota) کی ضمانت چاہتے ہیں۔

اس تجویز کے متعلق ان سے کہا جائے۔ کہ اگر وہ براہ راست ہمارے سپہ سالاروں سے معاملہ کر لیں تو انہیں ہتھیار ڈالنے کی اجازت دی جائے گی۔ ماگری کوٹہ کا حاکم ہمارا ملازم نہیں ہے۔ اس کی ضمانت کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔

تم کو اطلاع دی گئی تھی کہ سوار فوج کے گھوڑے، چراگاہوں کو بھیج دیئے جائیں۔ اس حکمنامہ کو دہرایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ بارہ داری

کے بیل اور ٹٹو جو لاغر ہو گئے ہوں، ان کو بھی بھیج دیا جائے کیونکہ بارش کا موسم قریب ہے۔

خط نمبر ۷۶

بنام عبدالحکیم خاں۔ حاکم شاہنور
(۱۸ ارعجفری ۔ یکم جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ کی خیریت کی اطلاع سے خوشی ہوئی۔ آپ کی یہ تحریر گذشتہ الزامات کو قلمزد کر دیتی ہے۔ آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ آپ کے اس دوست کے دل پر آپ کی جانب سے کچھ بھی غبار نہیں ہے۔ آپ میں اگر کمی ہے تو صرف اس بات کی کہ آپ اپنے محاصل وصولی کا حساب احتیاط سے نہیں دیکھتے، جس کی وجہ سے روپیہ بالکل کم وصول ہوتا ہے۔

ہمارے محاسبوں نے آپ کی مشروطہ جاگیر کا پورا حساب بنایا ہے۔ اس کے بعد آپ کے اخراجات کا مناسب لحاظ رکھتے ہوئے اور فوج کی تنخواہ منہا کرنے کے بعد بتایا ہے کہ آپ کی جانب کس قدر رقم واجب الوصول ہے۔ لہذا آپ مہاجنوں کے ذریعہ یہ رقم بھیج دیں۔

آپ کو چاہیے کہ اپنے محاسبوں، اور دوسروں سے جو آپ کی ملازمت میں ہیں اور جنہوں نے حساب میں تغلب اور رولوں میں غبن کیا ہے، غبن شدہ رقم وصول کریں۔

پھر ایک بار آپ کو باور کرایا جاتا ہے کہ آپ کے علاقہ کے تعلقداروں اور ملازموں کے کام میں سرکار خداداد کے کسی افسر کو بھی دخل اندازی کا اختیار نہیں ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۷،

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۸ر جعفری = یکم جولائی ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا ہے۔ کہ راؤ راستا سے باتیں کرتے وقت (مرہٹہ سپہ سالار) ہری پنڈت بھی موجود تھے اور انہوں نے سخت کلامی سے آپ کی توہین کی ہے۔ ان حالات میں آپ کا وہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ جب حالات اس حد کو پہنچ گئے ہیں تو آپ اور نور محمد خاں اپنے تمام آدمیوں کو لے کر بہ اجازت یا بلغیر اجازت واپس آجائیں مزید احکام کا انتظار نہ کیا جائے۔

خط نمبر ۸،

بنام میر مولا خاں، قلعہ دار مدگل (۲۰ر جعفری = ۳ر جولائی ۱۷۸۵ء)

گجندر گڑھ کے نائب گورنر سے اطلاع ملی ہے۔ کہ تم نے کچھ فوج جمع کر کے اس قلعہ میں نہایت مضبوطی سے قائم اور ہماری مدد کے خواہاں ہو۔ اگر تم یہ اطلاع دو کہ تم کو کس قسم کی مدد ضروری ہے۔ تو ہم مدد بھیجنے کے لئے حاضر ہیں۔

(نوٹ:۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ مدگل اس وقت مرہٹوں کے ماتحت تھا۔)

خط نمبر ۹،

بنام برہان الدین (۲۳ر جعفری = ۶ر جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ سرہٹی (Sirhatti) کے پیادے جو

قمرالدین کے کیمپ میں تھے، فرار ہو چکے ہیں۔ اور اس نور چشم نے ان کے دلوائی اور وکیل پہ پہرہ بٹھا دیا ہے۔ بھاگے ہوئے پیادوں کے عوض تم اپنی قشون سے قمرالدین کو پیادے دو ۔ اور دلوائی اور وکیل کو حفاظت سے قید میں رکھو اور ان کے تمام گھوڑے اور اونٹ پکڑ لئے جائیں۔

نوٹ

دلوائی ایک ایجنٹ ہوتا تھا۔ جو ٹھیکہ پر پیادے مہیا کرتا تھا۔

"وکیل" مزدوروں کا نائب ہوتا تھا

خط نمبر ۸۰

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۷ جعفری = ۱۰ جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ کے دونوں خطوط ملے معلوم ہوا کہ ہری پنڈت اور دوسرے مرہٹہ سرداروں نے تجویز پیش کی ہے۔ کہ نور محمد خاں کو یہاں واپس نہ بھیج دیں۔ اور ان کی غیر حاضری میں آپ سے روپے کی ادائیگی کی ضمانت لے لی جائے۔ آپ کو کہنا چاہیئے کہ آپ صرف ملازم اور احکامِ سلطانی کے تابع ہیں۔ اس لئے بغیر اجازت ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ نور محمد خاں کے یہاں آنے کے بعد حالات سے واقف ہو کر ہم روپیہ بھیجنے کا انتظام کریں گے۔

آپ لکھتے ہیں۔ کہ راؤ راستا نے کہا ہے کہ "نرگند کے زمیندار کو ہدایت بھیج دی گئی ہے کہ ہمارے تمام مطالبات کے عوض ایک لاکھ چھہتر ہزار روپیہ ادا کر دے اور ہم نرگند کا محاصرہ اٹھالیں"۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ نرگند کے زمیندار نے ہماری

Marfat.com

رعایا سے دس لاکھ پگوڈے وصول کئے ہیں۔ دوسرے مطالبات کو چھوڑ کر اگر وہ صرف اس رقم کو جو ہمارے علاقہ سے وصول کی ہے، دے دے تو ہم ضرور محاصرہ اٹھالیں گے۔"

خط نمبر ۸۱

بنام برہان الدین (یکم دریائی ۔ ۱۵ر جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ تم کارساز سے کبھی گھوڑے نہیں خرید کرتے۔ خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ تم اپنے مسلح داروں کو حکم دے دو کہ اپنی مرضی کے مطابق خرید لیں۔ تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمہارے پاس جو مزدور ہیں۔ وہ اپنے علاقوں کے عاملوں سے معاش حاصل کرتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم براہ راست جس تاریخ سے کہ وہ مزدور تمہارے پاس آئے ہیں، تنخواہ دو۔

برخوردار میر قمرالدین کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ راؤ راستا کا ایک سانڈنی سوار ڈاکیہ تمہارے اور ان کے نام خط لایا ہے مطالعہ کے بعد ان کا مناسب جواب دے دیا جائے۔

خط نمبر ۸۲

بنام برہان الدین (۲ر دریائی ۔ ۱۶ر جولائی ۱۷۸۵ء)

ابراہیم خاں کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سید حمید۔ بیر علی بیگ اور بابر ابراہیم خاں رسالداروں نے مختلف لوگوں سے رشوتیں وغیرہ لی ہیں۔ اس خط کی نقل ملفوف ہے

Marfat.com

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ تحقیقات کرنے کے بعد اگر الزام صحیح ثابت ہو۔ تو ان لوگوں سے کمان واپس لیتے ہوئے، ان سے روپیہ بھی وصول کیا جائے۔ اور یہاں سے احکام کے آنے تک انہیں پہرہ میں رکھو، جس کے بعد ہم یہاں سے دوسرے رسالدار بھیج دینگے۔

تبصرہ

کتاب فتح المجاہدین میں سلطان کے احکام، افسروں کے متعلق ان الفاظ میں ہیں: "ملزم کی تلوار لے کر اس کو گارڈ روم (پہرہ کا کمرہ) میں تا تکمیلِ تحقیقات رکھا جائے۔ اس کے بعد جب تک کہ سلطان کا حکم نہ ہو، تلوار واپس نہ دی جائے"

خط نمبر ۳۰۸

بنام برہان الدین (۳۱ ردریائی = ۱۶ جولائی ۱۷۸۵ء)

سپہ دار محمد علی کے خط سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے مورچہ کو خندق تک بڑھا دیا ہے۔ اور اس طرف کی فصیل اور توپوں کو زمین کے برابر کر دیا گیا ہے۔ اور اب صرف خندق کا بھرنا باقی ہے۔ یہ تو ایک معمولی کام ہے۔ خندق بھرنے کے بعد تمام افسروں کے مشورہ سے عام حملہ کا حکم دے دیا جائے۔ اگر اس عرصہ میں محصورین اطاعت قبول کرلیں۔ تو بہتر ہے۔ سوائے کالا پنڈت کے باقی سب کو اپنے اپنے ہتھیار لے کر چلے جانے کی اجازت دے دو۔ کالا پنڈت کی حفاظت کی جائے۔ اگر خدانخواستہ محصورین ہتھیار نہ ڈالیں۔ تو حملہ ہی کرنا پڑے گا۔ لیکن احتیاط ہے۔ کہ کالا پنڈت

کی جان سلامت رہے۔

خط نمبر ۴۰

بنام میر قمر الدین (۳ ردریائی ۱۲۰۰ = ۱۶ ر جولائی ۱۷۸۵ء)

چونکہ شیخ انصر کی قشون تمہارے پاس ہے، آیندہ تم اس کی تنخواہ، اپنے حساب میں شامل کر لو)۔ اور برہان الدین کو چاہیئے، کہ محمد علی کے قشون کی تنخواہ اپنے حساب میں شامل کر لو۔

تم نے اطلاع دی ہے کہ ہاڑوار کے قلعہ دار سید میراں نے تم کو اطلاع دی ہے کہ جس قدر گولہ بارود ان کے پاس تھا۔ وہ سب کا سب برہان الدین کو بھیج دیا گیا ہے۔ اور اب ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس کے متعلق تعلقدار نگر اور سید میراں کو احکام بھیج دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ تم کو یہ سامان وقت پر مل جائے گا۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ تمہاری جانب محاصرہ کی کارروائی پوری ہو چکی ہے اور برہان الدین کی جانب اور تین چار دن کا عرصہ لگیگا۔ اس کے بعد سپہ داروں اور دوسرے افسروں کے مشورہ سے ———— نرگند کے قلعہ پر عام حملہ کر دیا جائیگا۔" اگر اس دوران میں محصورین اطاعت قبول کر لیں۔ تو اچھا ہے۔ اس طرح انسانی خون رائگاں نہ جائیگا۔ اس کے لئے کوشش کرو۔ اگر یہ کوشش ناکام رہے۔ تو پھر ہر طرف سے تیاری مکمل ہو جانے کے بعد خندق بھر کر عام حملہ کر دیا جائے یہ کام کمانڈروں اور دوسرے افسروں کے مشورہ سے ہو، حملہ کا وقت یا تو صبح ہی صبح ہو یا دوپہر کو۔

Marfat.com

اگر شاہنور سے کھائی کھودنے والے آگئے ہوں۔ تو ایک حفاظتی دستہ متعین کر کے انہیں یہاں بھیج دیا جائے۔ یہ بھی تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ راہداری کی جانب سے ایک سانڈنی سوار ڈاک تمہارے اور برہان الدین کے نام خطوط لایا ہے۔ اور یہ کہ ہم اس سے واقف ہوں گے۔ ہمارے پاس کوئی خط نہیں آیا۔ ورنہ ہم اس کا مناسب جواب دے دیتے۔ لیکن اب تم اور برہان الدین مل کر کوئی مناسب جواب دے دو۔

خط نمبر ۸۵

بنام سپہ دار محمد علی۔ (۱۳ روربائی = ۱۱ جولائی ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم خندق تک پہنچ گئے ۔ اور اب صرف دو ایک کا بھرنا باقی ہے۔ اس میں مشکل ہی کیا ہے۔ بھراؤ کے بعد قلعہ پر حملہ کی تیاری کرو۔

خط نمبر ۸۶

بنام میر قمر الدین (۱۵ دریائی = ۱۸ جولائی ۱۷۸۵ء)

محاصرہ کی تمام کارروائی مکمل اور فصیل کو ہموار کر دینے کے بعد حملے میں دیر کیوں ہے۔ اگر محصورین اطاعت قبول کر لیں تو خیر، ورنہ موقع ملتے ہی سپہ داروں اور افسروں کے مشورے سے عام حملہ کر دیا جائے۔

Marfat.com

خط نمبر ۸۷

بنام سپہ دار محمد علی (۵ رود یائی = ۱۸ ر جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے ۔کہ "جیش رسالہ کی پانچ کمپنیوں کو لے کر تم خندق پر بڑھے اور جو آدمی بھی راستہ میں مزاحم ہوا، اس کو تہ تیغ کر دیا گیا ۔اس کے بعد تمہاری قشون کے چند آدمیوں نے فصیل پر چڑھ کر ایک برج پر قبضہ بھی کر لیا لیکن بعد میں دشمن بندوقیں اور دستی گولے کر بہت زیادہ تعداد میں آ گئے ۔جس سے مجبوراً برج چھوڑ کر تم کو پیچھے ہٹ جانا پڑا لیکن ابھی راستہ پر تمہارا ہی قبضہ ہے ۔"

تمہاری جوانمردی قابلِ تحسین ہے ۔لیکن تمہارا کام وہی ہے ۔جس کا حکم تمہارے سپہ سالار سے تم کو ملے ۔تم کو صرف اپنی مرضی اور اختیار سے کوئی کام نہ کرنا چاہیے امید ہے ۔کہ آیندہ تمام افسروں کی رائے کے بغیر کوئی اس طرح کا کام نہ کیا جائیگا ۔

خط نمبر ۸۸

بنام برہان الدین (۶ رود یائی = ۱۹ ر جولائی ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے ۔کہ تمہارے مورچے قلعہ کی فصیل تک پہنچ چکے ہیں ۔اور دو تین دن میں یلغار کر دی جائے گی ۔تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے ۔کہ دلیروال خاں نے جانوروں کا چارہ حاصل کرنے کے لئے جانے کی اجازت مانگی ہے ۔تم کو اس وقت آدمیوں کی سخت ضرورت ہے ۔اس لئے تم ہمارے حکم سے خانِ موصوف کو آگاہ

کرتے ہوئے، انہیں کام ختم ہونے تک روک لو۔ اس کے بعد وہ جا سکتے ہیں۔"

خط نمبر ۸۹

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا۔ (۸ رودبائی = ۲۱ جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے، کہ "ہری پنڈت (مرہٹہ سپہ سالار) نے راؤ راستا کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی ہے کہ آپ کے ماتحت جو بار کے سپاہی ہیں، انہیں ہنرنگا پٹم واپس بھیج دیا جائے۔ کیونکہ ان کا پونا میں رہنا سزاوار نہیں ہے"

ہم نے اس سے پہلے بھی لکھا تھا کہ ان لوگوں کے معاندانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے آپ کا اور نور محمد خاں کا وہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے اب آپ اور وہ واپس آجائیں آپ کو کسی دوسرے حکم نامہ کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ اس معاملہ میں اور کوئی خط نہیں لکھا جائیگا۔"

نوٹ

بار۔ یہ باقاعدہ فوج کے سپاہی تھے۔ یہ نام میسور میں پہلے سے چلا آتا تھا

خط نمبر ۹۰

بنام برہان الدین (۹ رودبائی = ۲۲ جولائی ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ محصورین نرگند اطاعت کے لئے تیار ہیں۔ اور خط و کتابت جاری ہے۔ اگر وہ ہماری شرائط پر اطاعت کر لیں۔ تو تم اور قمر الدین مل کر قلعہ پر قبضہ

Marfat.com

کہ تم ہوتے اطاعت گزاروں سے اچھا سلوک کرو۔ خدانخواستہ اگر وہ اطاعت نہ کریں۔ تو تم دوسرے افسروں اور سپہ داروں سے مشورہ کرو۔ کہ قلعہ پر کس جانب سے حملہ کیا جائے تاکہ جانوں کا اتلاف بہت کم ہو۔

ہم بھی اپنی فوج کے ساتھ عنقریب وہاں پہنچیں گے لیکن اس درمیان میں تم ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرو۔ کہ محصورین اطاعت قبول کر لیں کیونکہ حملہ کی صورت میں سخت خونریزی ہوگی بصورت دیگر اگر محاصرہ طول کھینچتا ہے۔ تو فوج کے لئے مضر ہوگا۔

بارش کے موسم کے بعد ہمارے خیال میں ایک اور اہم معاملہ ہے۔ اس لئے اس قلعہ کے معاملہ کو جلد ختم کر لیا جائے۔ لیکن اس کا خیال رہے۔ کہ تمام کارروائی باہمی مشورہ سے ہو۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ سلطان نے جس اہم معاملہ کا اشارہ کیا ہے، وہ انگریزوں پر حملہ کا ہے اُس نے سلطان کے خطوں پر ہر جگہ ایسی ہی قیاس آرائی کی ہے جس میں سلطان پر حملے کئے ہیں۔ حالانکہ اس خط سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ سلطان کا ارادہ کیا تھا

خط نمبر ۱۹

بنام میر قمر الدین (۱۰ دریائی = ۲۴ جولائی ۱۷۸۵ء)

تمہاری خواہش کے مطابق کالا پنڈت کی عرضی کا جواب برہان الدین کے پاس

بھیج دیا گیا ہے۔ اُس نے اپنے کامل اطمینان کے لئے ہم سے قسم نامہ طلب کیا ہے جواب برہان الدین کے خط میں لکھ دیا گیا ہے۔ تم اور برہان الدین مل کر قلعہ کو کسی طرح خالی کرالو۔ شیخ النصر کے نام ایک خط، اسی خط میں ملفوف ہے۔

خط نمبر ۹۲

بنام برہان الدین (۱۰ اردیبائی ۔ ۲۳ جولائی ۱۷۸۵ء)

کالا پنڈت کی عرضی کا جواب ارسال ہے۔ اس کے ساتھ محمد علی اور دوسرے سپہ داروں کے نام بھی خطوط ملفوف ہیں۔

خط نمبر ۹۳

بنام جسارت الدولہ میر ابوالمعنی خان بہادر، جسارت جنگ (۱۲ اردیبائی ۔ ۲۵ جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ نے اطلاع دی ہے۔ کہ معاہدہ کی عزت برقرار رکھتے ہوئے، آپ شورش پسندوں کی سرزنش میں مصروف ہیں۔ اس سے آپ کی صفائی باطن اور دلیری کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر آپ کو اس معاملہ میں کسی مدد کی ضرورت ہو۔ تو اطلاع دیں، کیونکہ یہ حکومت بھی تو آپ کی ہی ہے۔ اطلاع ملنے پہ جس قسم کی مدد کی ضرورت ہوگی، دی جائے گی۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ جسارت جنگ غالباً جاگیردار معہ ہونی، لیسالت جنگ کا کوئی ماتحت افسر ہوگا

خط نمبر ۹۴

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۴ ر دریائی = ۲۷ ر جولائی ۱۷۸۵ء)

آپ نے اطلاع دی ہے۔ کہ حاکمانِ پونا، آپ کے محافظ دستہ کے واپس بھیج دینے پر اصرار کر رہے ہیں۔ آپ راؤ راستا کے پاس جا کر کہیں۔ کہ ہمیں اب نانا فرنویس یا دوسرے وزیروں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہماری راہداری کے پروانے حاصل کر کے دے دیجئے۔ ہم واپس چلے جائیں گے۔" حاکمانِ پونا، چاہے خوش ہوں یا ناخوش، آپ پروانے حاصل کر کے مع متعلقین یہاں واپس آجائیں۔ کشن راؤ نارائن، اور راؤ راستا کے نام دو خطوط ملفوف ہیں۔ آپ اپنے ہمراہ سید زین العابدین خاں کو بھی ساتھ لیتے آئیں۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ خرچ کے لئے روپیہ بھیجا جائے۔ جب آپ آنے ہی والے ہیں۔ تو روپیہ کی ضرورت کیا ہے۔ رکھبایت کے حاکم کا نام۔ ان کا درجہ اور القاب معلوم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ انہیں ایک خط لکھا جائے۔

اطمینان رکھیں۔ کہ ہم بھی جنگ کے لئے تیار رہیں۔ خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں آپ کو سفر شروع کر دینا چاہئے۔ اور اپنے ساتھ پیر محمد منشی اور دوسروں کو بھی لیتے آئیں۔

خط نمبر ۹۵

بنام میر معین الدین (۱۹ ر دریائی = یکم اگست ۱۷۸۵ء)

تمہارا ہندی زبان میں لکھا ہوا خط ملا۔ معلوم ہوا۔ کہ بدل نایک تمہارے پاس

Marfat.com

آنے والا ہے۔ جب نایک مذکور آئے۔ تو تم اس کو اس کے جرائم کی فہرست سنا دو
وراس سے کہو۔ کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی بلالے۔ اور کوئی حکمت عملی کرکے
ن سب کو گرفتار کرلو۔۔ اور اس امر کی حضوری میں اطلاع دو۔

خط نمبر ۹۶

بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور (۲۰ ردریائی = ۲ راگست ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ "سرکاری دکانوں (کوآپریٹو سوسائٹیوں) میں بکری بالکل کم
ہورہی ہے۔ یہ تو ابھی ابتدا اور تجربہ ہے۔ صرافوں کا مقرر کرنا یا نہ کرنا اس پر منحصر نہ
ہونا چاہیئے۔ تم صرافوں اور محاسبوں کو مقرر کردو۔ باہمی امدادی بنک گھروں کی
تجویز بھی ہمارے زیر غور ہے

تبصرہ

رئیس اپنی کتاب کے صفحہ ۹۸ پر لکھتا ہے۔ کہ "یہ تجارتی کوٹھیاں اور
امدادی بنک گھر پوری سلطنت میں کھول دیئے گئے تھے۔

خط نمبر ۹۷

بنام میر قمرالدین (۲۵ ردریائی = ۷ اگست ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ تم اور برہان الدین مل کر محصورین نرگند سے خط و کتابت
کررہے ہو۔ قلعہ دو تین دن میں ہاتھ آجائیگا۔ ہاں اگر بغیر خون ریزی کے ہاتھ آجائے تو
فوج کو کچھ آرام ملے گا، کیونکہ ہمارے مدنظر ایک اور اہم معاملہ ہے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے۔کہ "تم اور برہان الدین ہر معاملہ میں یکدلی سے کام کرتے ہو لیکن حاسدوں نے تم دونوں کا اتفاق ہم پر ظاہر کیا ہے" تم دونوں کو بالکل اطمینان رکھنا چاہیئے۔ جب آں نور چشم اور برہان الدین میں کامل اتفاق رہے گا۔ تو حاسدوں کو ضرور ناکامی ہوگی۔ تم دونوں ہم کو فرزندوں کی طرح عزیز ہو۔ اور دونوں کو ہم نے اسی لیئے اپنی نگرانی میں پرورش کیا ہے۔ اُمید ہے۔کہ تم دونوں یک جان دو قالب بن کر رہو گے۔ اسی میں سعادتمندی ہے۔

خط نمبر ۹۸

بنام میر قمر الدین (۲۶ردریائی = ۸ راگست ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔کہ تمہارے اگلے خط کی تاریخ کے دوسرے دن مجھکوین نرگند اطاعت پر راضی ہو گئے ہیں۔ یہ ہونے کے بعد تم قلعہ میں اپنی فوج متعین کر کے مزید اطلاع دو گے۔

قلعہ خالی ہونے اور ہماری فوج کے متعین کرنے کے بعد تمام آدمیوں اور پیادہ فوج کے سپاہیوں کو اطاعت کی شرائط کے مطابق رہا کر دیا جائے لیکن کالا پنڈت اور ان تین مہاجنوں کو مع ان برہمنوں اور متصدیوں کے۔ جو لائق التفات ہوں، اپنی حفاظت میں رکھ کر اطلاع دی جائے۔

خط نمبر ۹۹

بنام میر قمر الدین (۲۷ردریائی = ۹ راگست ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی تھی۔کہ آج کا دن (۴راگست) قلعہ پر ہمارا علم چڑھا دیا گیا

اور ہماری فوج قلعہ میں داخل ہو چکی ہے۔ اور محصورین کل قلعہ کو خالی کر دیں گے۔

کالا پنڈت مہاجن اور سوار فوج کے ذمہ دار افسروں اور دوسرے محکمہ کے افسروں کو حفاظت سے رکھا جائے۔ عام آدمیوں کو معاہدہ کے مطابق جدھر چاہیں چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

تم کو چاہیے کہ دھارواڑ کو ڈولیاں بھیجکر زخمی سپاہیوں کو یہاں بلا لو تاکہ وہ اپنے ساتھیوں اور عزیزوں کے ساتھ رہیں۔ اور ان کے علاج پر پوری توجہ کی جائے تم کو چاہیے کہ اب فوج گھوڑوں اور مویشیوں کو لے کر کسی ایسی اچھی جگہ کیمپ ڈالے جہاں نہ صرف بارش سے امان ہو، بلکہ اس قدر مشکلات جھیلنے کے بعد انہیں جس آرام کی ضرورت ہے۔ وہ بھی حاصل ہو جائے۔

تم نے مزید اطلاع دی ہے کہ (Sayar) سایر سوار فوج کے ایک رسالہ کو کنک گیری جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور تم نے کڑپہ کے دیوان محی الدین علی خاں کو اس کی تنخواہ کے لئے حکمنامہ بھیجدیا ہے ہم نے بھی خان مذکور کو لکھا ہے کہ تمہارے حکمنامہ کی تعمیل کرے۔ فوج کی تنخواہ کا روپیہ بھیجدیا گیا تھا۔ امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔ رپورٹ اور فرد حسابات وصول ہو گئے ہونگے۔ کل ہم مزید روپیہ بھیج دیں گے۔

خط نمبر ۱۰۰

بنام رن مست خاں۔ حاکم کرنول (بغیر تاریخ)

آپ کا خط، خواجہ لطف اللہ کے ذریعہ موصول ہو کر باعث خوشنودئ طبع مبارک ہوا مذکور السطور خواجہ کے ذریعہ آپ نے جو زبانی پیغام بھیجا تھا، معلوم ہوا۔ آپ کی جانب سے گیارہ لاکھ روپیہ واجب الادا ہیں لیکن اس اخلاص و محبت کی

بناپر جو آپ سے ہے، اس رقم سے چار لاکھ روپیہ وضع کیے جاتے ہیں۔ اُمید ہے کہ باقی سات لاکھ روپیہ کی ادائیگی جلد ہو جائیگی۔ اور یہ امر ہماری دوستی کو اور مستحکم کرائے گا۔ باقی حالات خواجۂ مذکور الصدر کی زبانی معلوم ہونگے۔ اپنی خیریت سے ہمیشہ آگاہ کرتے رہیں۔ اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔

تبصرہ

رن مست خاں حاکم کرنول، حیدرآباد کے ماتحت تھا۔ نواب حیدر علی نے اس پر چڑھائی کر کے خراج دینے پر مجبور کیا تھا۔ اس ریاست کی تاریخ اسی کتاب میں ضمیموں میں دیکھیں

خط نمبر ۱۰۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۳ ہاشمی = ۱۴ اگست ۱۷۸۵ء)

آپ کا خط ملا۔ آپ زیادہ سے زیادہ بیس دن یا ایک مہینہ وہاں ٹھہریں اس مدت کے بعد آپ کسی نہ کسی طرح حضوری میں آنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ وہاں پر اور زیادہ ٹھہرنا آپ کے رتبہ کی توہین کا باعث ہے۔

خط نمبر ۱۰۲

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۴ ہاشمی = ۱۵ اگست ۱۷۸۵ء)

مرہٹوں کا سلوک دیکھتے ہوئے آپ کا وہاں ٹھہرنا بے عزتی کا باعث ہے

Marfat.com

اس لئے آپ فوراً واپس آجائیں۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۴ راگست کا خط بھیج دینے کے بعد سلطان کو مرغیاث سا خط آیا ہوگا اس لئے سلطان نے سابقہ حکم منسوخ کرتے ہوئے سفیروں کو فوراً آجانے کے لئے لکھا ہے

خط نمبر ۱۰۳

بنام میر قمر الدین (۹ ہاشمی = ۲۰ راگست ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ شیخ انصر کی قشون کو برہان الدین کے ماتحت دے کر تم اپنی فوج کے ساتھ حضوری میں واپس آجاؤ۔

خط نمبر ۱۰۴

بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور (۱۱ ہاشمی = ۲۲ راگست ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ قلعہ داران کشن گیری (Kishangiri) تاج خاں وعبد الغفور خاں نے عامل بارہ محل؛ (Baramahal) ونکٹ راؤ کو لکھا ہے۔ کہ پانچ سو بیل کرایہ پر لے کر مع پانچ سو مزدوروں کے روانہ کئے جائیں ہم نے اس معاملہ میں ونکٹ راؤ کی عرضی بھی ملاحظہ کی ہے۔ ماسوائے کسی فوری ضرورت کے، بیل کرایہ پہ نہ لئے جائیں۔ سرکاری بیل معمولی کاموں کے لئے کافی ہیں۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۰۵

بنام محی الدین علی خاں۔ دیوان کوئمبٹور (۲۰ ہاشمی = ۳۱ راگست ۱۷۸۵ء)

تمہارے متعلق اطلاع ملی ہے۔ کہ دفتر میں حاضری کے عوض تم اپنا سارا وقت گھر میں گذارتے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ تم کو چاہئے۔ کہ دفتر میں مناسب وقت تک ٹھہر کر امور سرکار کی طرف توجہ کرو۔ اور کسی شخص کو بھی سرکاری کام کے متعلق تمہارے گھر پر آنے کی تکلیف نہ ہو۔

خط نمبر ۱۰۶

بنام مانیشو ریسولیاک۔ گورنر پانڈیچری (۲۳ ہاشمی = ۳ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے وکیل رام راؤ کے ذریعہ جو خیریت نامہ ارسال کیا تھا۔ اس میں آپ نے اطلاع دی تھی۔ کہ آپ نے پانڈیچری کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے یہاں سے اس کا جواب اور ایک خلعت آپ کی خدمت میں بھیج دی گئی تھی۔ اُمید ہے۔ کہ یہ چیزیں آپ کو مل گئی ہونگی۔

ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ ہمارے اور ملک فرانس کے درمیان جو دوستانہ ہے۔ وہ روز افزوں ترقی کرے۔ اور ہماری دعا ہے۔ کہ فرانس کو دن بدن تازہ شان و شوکت اور سرسبزی حاصل ہو۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آپ کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہیں۔ اور چونکہ آپ سیاسی معاملات میں تجربہ رکھتے ہیں۔ لہذا آپ سے مخفی نہ ہوگا۔ کہ اس مقصد کی حصولی کے ذرائع کیا ہیں۔

ایک مرتبہ جبکہ انگریزی فوج پونا سے آٹھ کوس کے فاصلہ پہ پہنچ گئی تھی تو مرہٹہ حکام نے ڈر کر، پونا کو نذرِ آتش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم سے پناہ اور امداد کے لئے بھی درخواست کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان کے عہدناموں اور اقراروں پہ بھروسہ کرتے ہوئے، کرناٹک میں انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا تھا جس کی وجہ سے مرہٹے تباہی سے بچ گئے۔ یہ حالات ہر ایک پر روزِ روشن سے زیادہ واضح ہیں۔ باوصف ہماری ان مہربانیوں کے، انہوں نے ایک زمیندار کو، جو ہمارے تابع ہے، بغاوت کرنے اور ہمارے ملک میں تباہی پھیلانے پہ آمادہ کیا ہے۔ لہٰذا ہم نے جب اس کے خلاف فوج کشی کی تو ہمارے گذشتہ احسانات کو بھول کر، اس زمیندار کی مدد کے لئے انہوں نے اپنی فوج بھیج دی ہے۔ اس وقت ہماری اور ان کی فوجوں میں جھڑپیں شروع ہو گئی ہیں۔ خدا کے فضل سے، آپ بہت جلد سنیں گے کہ ہم نے انہیں کیسی سزا دی ہے۔ باقی تفصیل آپ کو وکیل رام راؤ کی زبانی معلوم ہو گی۔ دوستانہ رسم کا لحاظ کرتے ہوئے، ہم نے آپ کے لئے چند تحائف، ان کے ذریعہ روانہ کئے ہیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک نے گو اس خط پہ تبصرہ کیا ہے لیکن مبہم ہونے کی وجہ سے دوسری تاریخوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔)

اس خط میں مرہٹوں اور انگریزوں کے درمیان جس جنگ کا ذکر ہے۔ وہ ۱۷۷۹ء کی جنگ ہے۔ جو انگریزوں اور مرہٹوں میں ہوئی تھی۔ اور جس کو تاریخوں میں پہلی جنگ مرہٹہ کے نام سے لکھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سلطان نے نہ صرف اس خط میں بلکہ اپنے متعدد خطوط میں "مرہٹوں پر سلطنت خداداد کی مہربانیوں" کا ذکر کیا ہے۔ اس کو بہترین طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان مہربانیوں کی وضاحت کر دی جائے۔ کیونکہ اس وضاحت سے نہ صرف انگریزوں اور مرہٹوں کی جنگ کے بلکہ میسور کی دوسری جنگ کے علل و اسباب بھی سمجھ میں آجائیں گے۔ اگرچہ مکاتیب سلطانی اور سلطان کے حالات کو چھوڑ کر اس لفظ کی وضاحت کے لئے ہمیں اس خط کی تاریخ سے بہت پہلے کے واقعات لینے پڑیں گے لیکن بغیر اس کے مفر بھی نہیں ہے۔

سنہ ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کا چوتھا پیشوا مادھوراؤ فوت ہو گیا۔ اور اس کا جانشین نارائن راؤ اس کا چھوٹا بھائی ہوا۔ اس کی کم عمری کا لحاظ کرتے ہوئے رگھوناتھ راؤ (رگھوبا) کو سرپرست مقرر کیا گیا۔ لیکن مسند نشینی کے چھ ماہ بعد ہی نارائن راؤ پر اسرار طور پر قتل ہو گیا۔ تو اس وقت مرہٹوں کی ایک جماعت نے جس کا لیڈر نانا فرنویس تھا، اس قتل کا الزام رگھوبا پر عاید کرایا اور نارائن راؤ کے اُس لڑکے کو مسند نشین کرایا۔ جو نارائن راؤ کے قتل کے بعد پیدا ہوا تھا۔ رگھوبا خود دعوے دار مسند تھا۔ مگر اس کی پونا میں کچھ چلتی نہ تھی۔ اس لئے رگھوبا پونا چھوڑ کر بمبئی میں انگریزوں کی پناہ میں آگیا۔ اور ان سے طالب امداد ہوا۔ انگریزوں نے اس سے ایک معاہدہ کیا۔ اور اُسے لے کر پونا کے خلاف فوج کشی کر دی۔

(تاریخ ہند از ڈی لا فوسی صفحہ ۱۸۵)

Marfat.com

اس جنگ میں گو شروع شروع میں مرہٹوں کو کامیابی ہوئی۔ لیکن حالات بہت جلد بدل گئے۔ اور انہیں شکستیں اُٹھانی پڑیں۔ اور ایک موقع ایسا بھی آگیا۔ کہ انگریزی فوج پونا کے بیس میل قریب آگئی (تاریخ ہندمانڈی لافوسی صفحہ ۱۸۵)

تو اس وقت مرہٹوں نے گھبرا کر نظام علی خاں اور نواب حیدر علی سے مدد مانگی۔ پونا کے وکیل سرنگاپٹم آئے اور اس وقت حیدر علی اور مرہٹوں میں جو بات چیت ہوئی۔ اس کو سلطان اپنی یادداشتوں میں اس طرح لکھتا ہے:۔

" اس وقت مرہٹے انگریزوں سے شکست کھا کر سخت مشکلوں میں پھنس گئے تھے۔ اور وہ اس قدر ڈرتے تھے۔ کہ اپنے مکانوں میں گھاس بھر کر تمام شہر پونا کو نذرِ آتش کر دینے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے اپنے چار بڑے افسروں اور معتمدوں کو میرے والدِ مرحوم کے پاس بھیجا اور درخواست کی۔ کہ اپنے علاقہ میں اپنے رئیس (پیشوا) کو رہنے کے لئے ایک قلعہ دیں اور اس وقت انہوں نے قسمیں بھی کھائیں "

" ان معتمدوں نے جو درحقیقت ناقابلِ اعتماد تھے، یہ بھی کہا۔ کہ نصرانیوں نے انہیں سخت شکست دی ہے۔ اور پونا سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئے ہیں۔ ایسے موقع پر سوائے آپ (حیدر علی) کے اور کوئی دوسرا نظر نہیں آتا جو ہماری مدد کر سکے ہمارا آقا ایک بچہ ہے۔ جس کی جان وآبرو، ملک اور دولت اگر سرکار حیدری بچالے۔ تو ان پر نہایت احسان ہوگا۔ اور

یہ احسان مادھوراؤ اور وہ بچہ جس کو پیشوا بنایا گیا تھا، اپنی زیست تک کبھی نہ بھولے گا۔ اور آخر میں ان معتمدوں نے یہ بھی کہا۔ کہ اس بچے کو وہ بمنزلہ اپنے فرزند کے سمجھیں۔"

ان درخواستوں کی نظام علی خاں نے بھی تائید کی تھی۔ کیونکہ انگریز اس وقت اس کو بھی دھمکیاں دے رہے تھے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مرہٹوں نے وعدے اور عہد ناموں کے ذریعہ اس کو بھی آمادہ کر لیا تھا۔ کہ وہ ان کی سفارش والد مرحوم سے کرے۔ اس پر والد مرحوم نے ان کی تجاویز کو قبول کرتے ہوئے انگریزوں سے جنگ کا ارادہ کر لیا۔ گو اس موقع پر سلطنت کے بڑے بڑے افسروں نے والد سے کہا۔ کہ اس وقت جنگ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور یہ کہ جنگ نہایت طویل اور سخت ہوگی۔ اور یہ امر ضروری نہیں۔ کہ ہم دوسروں کی مصیبت کو اپنے سر مول لیں۔ اور ان دونوں یعنی مرہٹوں اور نظام علی خاں کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن والد مرحوم نے جواب دیا۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ کہ "تم خیالات سے نہیں بلکہ اپنے اعمال سے جانچے جاؤ گے" ۔ (حدیث شریف) ہم ان دونوں کو اپنے احسانات سے جکڑ لیں گے۔ اور اگر وہ برائی کریں گے۔ تو ان کی برائی خود انہیں ذلیل کرے گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں

اس عہد نامہ کی رو سے جو اس موقع پر سرکار حیدری اور ان دو جھوٹوں کے درمیان ہوا، یہ طے پایا۔ کہ بغیر تینوں طاقتوں کے مشورہ اور

علم کے کوئی سا ایک فریق انگریزوں سے صلح نہ کر سکے گا۔"

(ماخوذ از کتاب کرک پیٹرک)

ادھر تو یہ عہد نامہ ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف اتفاق سے انگریزی فوج کو مرہٹوں کے ہاتھوں سخت شکست ہوگئی۔ اور انگریزی فوج جو پونا کے قریب پہنچ چکی تھی۔ نہایت ابتر حالت میں فرار ہونی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ وارگام میں مرہٹوں نے اس کو گھیر لیا۔ اس حالت میں انگریزی سپہ سالار نے مرہٹوں سے صلح کرلی۔ اور اس صلحنامہ میں:۔

(۱) انگریزوں نے اس نوزائیدہ بچے (سیوائی مادھو راؤ) کو پیشوا تسلیم کرلیا

(۲) رگھوبا کو مرہٹوں کے حوالے کر دیا گیا۔

اس کے عوض

(۳) مرہٹوں نے وعدہ کیا۔ کہ وہ حیدر علی کے خلاف میدانِ جنگ میں جلد اترنے والے ہیں۔"

(تاریخ میسور از کرنل ولکس صفحہ ۲۳۲)

مرہٹوں نے اس صلح کی خبر حیدر علی کو نہیں دی۔

لیکن اس صلح نامہ پر دستخط ہوئے چند دن بھی نہ گزرے تھے۔ کہ رگھوبا قید سے نکل کر پھر انگریزوں کے پاس آگیا۔ اور انہیں بہت سی مراعات دینے کا وعدہ کیا۔ اس وقت بمبئی کی حکومت نے وارگام کے صلحنامہ کو بالائے طاق رکھ کر پھر مرہٹوں سے جنگ شروع کر دی۔ اور وجہ یہ

Marfat.com

بتائی کہ مم انگریزی کمانڈر نے بغیر حکومت کی مرضی کے یہ صلحنامہ کیا تھا جس کو حکومت تسلیم نہیں کر سکتی۔

نواب حیدر علی نے جو وارگام کے واقعات سے بے خبر تھے مرہٹوں کی اعانت میں انگریزوں پر کرناٹک میں چڑھائی کر دی۔ تمام انگریزی مورخوں نے سوائے ڈی لافوسی کے نہایت چالاکی سے میسور کی دوسری جنگ کے علل و اسباب میں یہ اہم سبب کہ یہ جنگ مرہٹوں کی تائید میں تھی“ بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ ڈی لافوسی اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتا ہے:۔

”میسور کی پہلی جنگ کے بعد صلحنامہ مدراس (۱۷۶۹ء) کی رو سے انگریز پابند تھے کہ بہ وقت ضرورت حیدر علی کو مدد دیں لیکن جب آزمائش کا وقت آیا۔ تو انگریز اپنے عہد کے پورے نہیں نکلے۔

”مدراس کی حکومت نے اپنی نالائقی سے حیدر علی اور نظام کو اس قدر برافروختہ کر دیا۔ کہ یہ اپنے اختلافات بھول کر مرہٹوں سے مل گئے“

(صفحہ ۱۸۸)

مرہٹوں نے یہ حملہ ۱۷۷۰ء میں یعنی صلحنامہ مدراس[1] کے فوراً ہی بعد کیا تھا۔ اور یہ حملہ اس قدر مہیب تھا کہ ہر ایک کو یہ امید ہو چلی تھی کہ

---

[1] صلحنامہ مدراس میسور کی پہلی جنگ کے بعد ۱۷۶۹ء میں ہوا تھا مرہٹوں نے ۱۷۷۰ء میں مادھو راؤ پیشوا اور ترنبک راؤ سپہ سالار کی ماتحتی میں میسور پہ حملہ کیا۔ یہ جنگ ۱۷۷۲ء تک رہی۔

سلطنت حیدری پہنچنے والی تھیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزوں نے بھی اسی امید پر مدد نہیں دی تھی۔ لیکن دو سال کی سخت کشمکش کے بعد دشمنوں کی اُمیدوں کے خلاف سلطنت حیدری پھر پنپ گئی۔ اور اس وقت سے نواب حیدر علی کو انگریزوں سے سخت نفرت ہو گئی۔ اور جب ۱۷۷۹ء میں مرہٹوں اور انگریزوں میں جنگ چھڑ گئی۔ تو مرہٹوں کی تائید میں حیدر علی نے انگریزوں پر چڑھائی کر دی۔ اور اس وقت اس کے ساتھ دوسرے اسباب بھی پیدا ہو گئے تھے۔ جنہیں انگریزی مورخین نے اس طرح دیا ہے :-

اتفاق سے ۱۷۷۸ء میں فرانس و انگلستان میں جنگ چھڑ گئی۔ تو ان دونوں قوموں نے ہندوستان میں بھی آپس میں جنگ شروع کر دی۔ اس سلسلہ میں انگریزوں نے ماہی بندر پر جو حیدر علی کے علاقہ میں ساحل مالابار پر واقع تھا۔ مگر فرانسیسیوں کے قبضہ میں تھا۔ حاصل کرنا چاہا اور اس کے لئے انہوں نے بغیر حیدر علی کا حکم حاصل کئے ان کے علاقے سے اپنی فوجوں کو ماہی پر چڑھا دیا۔ اس وقت حیدر علی اور فرانسیسیوں میں کامل اتحاد تھا۔ حیدر علی نے انگریزوں کی اس کارروائی سے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا

(تاریخ ہند از سنکلیر صفحہ ۱۰۸)

"مرہٹے جب بار بار اس کے ملک پر حملہ آور ہوئے۔ تو اس نے متعدد مرتبہ انگریزوں سے مدد مانگی۔ لیکن انہوں نے نہیں دی جب

نواب نے انگریزوں کے قول و فعل میں یکسانیت نہیں دیکھی۔ تو وہ فرانسیسیوں کی حمایت کر کے ان کی دوستی کا متلاشی ہوا

(رسالہ انگلش ملٹری بیوگرافی)

تاریخ ہند میں اس جنگ کا نام میسور کی دوسری جنگ ۱۷۸۰ء سے ۱۷۸۴ء ہے۔ جس میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو سخت شکستیں دیں۔ انگریزوں نے گھبرا کر حیدر علی کے پاس اپنا سفیر صلح کے لئے بھیجا۔ اور جب وہ حاضر ہوا۔ تو حیدر علی نے اس سے کہا:-

"مجھے گمان تھا کہ انگریزی قوم میں سچائی اور وفاداری کا جوہر ہے مگر آزمائش سے معلوم ہو گیا۔ کہ وہ ان صفات سے معرا ہے۔"

(رولرس آف انڈیا)

لیکن اس کے چند دن بعد ہی حیدر علی کا ۱۷۸۲ء میں انتقال ہو گیا حیدر علی کی وفات کی خبر سن کر مرہٹوں نے گھبرا کر صلح کر لی۔ اور سلطان کو جو حیدر علی کا جانشین تھا۔ اور جنگ جاری رکھا تھا۔ اکیلا چھوڑ دیا لیکن سلطان نے صلحنامہ کی پابندی کرتے ہوئے مرہٹوں کو اکیلا چھوڑنا نہ چاہا۔ اور دوسری طرف فرانسیسیوں سے بھی عہد کو نباہتا تھا۔ بہرطور مرہٹوں کے معاملات کے متعلق سلطان اپنی یاداشتوں میں اس طرح لکھتا ہے:-

"اس عہد نامہ کی رو سے جو اس موقع پر سرکار حیدری اور سان دو محبوب الملک (نظام) اور مرہٹوں کے درمیان ہوا تھا۔ یہ طے پایا تھا۔ کہ

Marfat.com

بغیر تینوں طاقتوں کے مشورے اور علم کے کوئی ایک فریق انگریزوں سے صلح نہ کر سکے گا۔ اسی کے مطابق جب انگریزی سفیر سیاڈلیر (Sadlier) ابھی راستہ ہی میں تھا۔ اور صلح کے لئے ہمارے پاس آنے والا تھا۔ تو ہم نے اپنے ان سرداروں کو جو اس کے ساتھ ہم سفر تھے۔ لکھا کہ اس کے سفر میں ہر ممکن لطائف الحیل سے ڈھیل پیدا کریں۔ اس عرصہ میں ہم نے دس یا بارہ خطوط سیوائی مادھوراؤ کو لکھے کہ "اگرچہ آپ ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے۔ کہ ہماری اطلاع کے بغیر انگریزوں سے خفیہ طور پر علیحدہ صلحنامہ کر چکے ہیں لیکن پھر بھی اس معاملہ کی اطلاع ہمیں نہیں دی گئی۔ خیر جو خوشی آپ کی ہے۔ وہی ہماری بھی۔ انگریزوں کے معتمد صلح کے طالب ہو کر حضوری میں آرہے ہیں۔ اور اگر آپ کی خوشی ہو۔ تو خط کے ذریعہ اپنے مطالبات لکھیں تاکہ ہم اپنے مطالبات کے ساتھ آپ کے مطالبات بھی منوا لیں۔ اگر برخلاف اس کے آپ نے انگریزوں سے درحقیقت صلح کر لی ہے تو اطلاع دیں۔ کہ ہم بھی علیحدہ صلح کر لیں۔ ان خطوط کا کوئی جواب وہاں سے نہیں آیا۔ اور نہ انہوں نے ایک لفظ اپنے اس وکیل کو بتایا جو یہاں مقیم تھا۔ اور خود پیشوا کے دربار میں انگریزوں سے تھا۔"

(از کتاب کرک پیٹرک)

سلطان نے جنگ برابر جاری رکھی۔ اور اس جنگ میں اس نے انگریزوں کو متعدد شکستیں دیں۔ ان میں سب سے بڑی

فتح اس کو نگما ور منگلور میں حاصل ہوئی۔ اس دوران میں اس نے سر توڑ کوشش کی کہ نظام اور مرہٹے پھر میدان جنگ میں انگریزوں کے خلاف اتریں۔ لیکن ان دونوں نے بجائے اس سے ملنے کے اس کے خلاف ہی سازشیں کرنی شروع کر دیں۔ لیکن سلطان اس امید پر کہ مفادِ وطن کا لحاظ کرتے ہوئے یہ ضرور میدان میں اتریں گے انگریز جب طالبِ صلح ہوئے۔ تو ڈھیل دینی شروع کی۔ اس واقعہ کو وہ اپنی یادداشتوں میں اس طرح لکھتا ہے:۔

"اس طرح سے چھ ماہ تک ہم نے انگریزی سفیر کو لیت ولعل میں رکھا جس کے بعد ہم نے مرہٹہ وکیل کو جو ہمارے دربار میں تھا، لکھا۔ ہم نے مختلف طریقوں سے انگریزی سفیر کو راستے میں روکے رکھا اور اس عرصہ میں تقریباً پندرہ خط صلح کے متعلق تمہارے آقا کو لکھے۔ اور تم نے بھی متواتر لکھا۔ لیکن کسی ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ اب جبکہ انگریزی سفیر قریب ہے تو اُس کے متعلق آپ کا کیا مشورہ ہے؟" اس پر اُس نے تحریری جواب دیا کہ "ہمارا آقا بچہ ہے۔ اور اُس کے وزراء دغا باز ہیں جن کے قول وفعل پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا آپ انگریزوں سے صلح کریں۔ اور مجھے واپس جانے کی اجازت دیں۔ تاکہ میں ان نابکاروں کے پاس جاکر زبانی طور پر ان کی خوب خبر لوں۔ اور وہاں سے کسی معتمد کو لے آؤں۔ جو آئندہ ایسی شرمناک حرکات ہونے

۱؎ اس کا مفصل حال اسی کتاب میں ضمیمہ نمبر ۱ میں خود سلطان کی تحریر سے دیا گیا ہے۔

Marfat.com

"نہ دے گا" اس کے جانے کے بعد بھی ہم نے انگریزوں سے صلح کرنے میں اور دو ماہ ڈھیل دی جس کے دوران میں ہم نے پونا کو ایک اور خط لکھا لیکن اس کا بھی کچھ جواب نہیں ملا۔"

(از کتاب کرک پیٹرک)

ان حالات کو دیکھ کر، جب انگریز متواتر طالبِ صلح ہوئے تو سلطان نے منگلور میں ان سے صلح کرلی (۱۷۸۴ء)۔ کیونکہ:-

(۱) اس کے حلیف مرہٹے اس سے دو سال پہلے ہی انگریزوں سے خفیہ معاہدہ کر کے علیحدہ ہو چکے تھے۔ بلکہ اب خود اس کے خلاف وہ اور نظام علی خاں سازشیں کر رہے تھے[1]

(۲) فرانسیسیوں نے بھی انگریزوں سے یکایک علیحدہ صلح کرلی تھی اور میدانِ جنگ میں اس کو دھوکہ دے کر چلے گئے تھے[2]

(۳) پایہ تخت کے اندر خود اس کے خلاف سازش ہوئی تھی اور سلطان کو جنگ میں مصروف دیکھ کر کورگ وغیرہ میں بغاوتیں بھی ہو رہی تھیں۔

ان حالات میں سلطان نے یہی مناسب سمجھا کہ انگریزوں سے صلح کرلے۔ اور وہ بھی اپنی (یعنی سلطان کی) پیش کردہ شرائط پر۔ اس کے متعلق مورخ سنکلیئر اپنی تاریخِ ہند کے صفحہ ۱۸۷ پر لکھتا ہے کہ:-

---

۱۔ معاہدہ ایت گیر اسی کتاب میں دوسری جگہ اس کا مفصل ذکر ہے۔

۲۔ ضمیمہ نمبر ۱ دیکھیں۔

Marfat.com

" انگریزوں نے جب صلح کی درخواست کی۔ تو سلطان کا پیمانۂ غرور لبریز ہوگیا۔ اس کی منہ مانگی مراد بر آئی۔ کیونکہ اس کا دشمن اس کے آگے سر جھکائے ہوئے طالب صلح تھا۔"

کرک پیٹرک سلطان کی یادداشت پر جو اور دی گئی ہے۔ لکھتا ہے کہ

" اس وقت جب منگلور کا صلح نامہ ہونے والا تھا۔ نظام اور مرہٹے اس وقت بھی خاموش رہے۔ بلکہ اس کے بعد بھی انہوں نے اس کو رضامند کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اس سبب سے یہ نہایت مشکل ہے کہ ہم ان دونوں حکومتوں کو اپنے حلیف سے اس بدعہدی کی ذمہ داری سے بری کریں۔"

باوجود پورے حالات سے واقف ہونے کے بھی کرک پیٹرک نے اس مختصر نوٹ پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے۔ کہ مرہٹے اور نظام نے نہ صرف بدعہدی کی۔ بلکہ صلحنامہ منگلور کے گیارہ دن بعد ہی ایتاگیر میں معاہدہ کر کے اس پر حملہ آور بھی ہوئے۔ اور اسی جنگ کا حال ان مکاتیب میں ہے۔

صلح نامہ منگلور پر مورخ سنکلیر کی جو رائے دی گئی ہے، اس سے اندازہ ہوگا کہ انگریزوں کو کس قدر مہیب شکستیں ملی تھیں۔ اور ان کا اس وقت ہندوستان میں اس قدر برا حال تھا کہ نظام اور مرہٹے اگر اس وقت سلطان کے ساتھ مل جاتے۔ تو ہندوستان کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ یہی وہ شکستیں ہیں۔ جن کی خبریں جب انگلستان میں ملیں۔ تو وہاں ایک

Marfat.com

سراسیمگی پھیل گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ساکھ گر گئی۔ انگریزی مائیں اپنے بچوں کو ٹیپو کے نام سے ڈرانے لگیں۔ پٹ جو وزیر اعظم تھا۔ اس نے انہی شکستوں کا انتقام لینے کے لئے کارنوالس کو گورنر جنرل بنا کر بھیجا۔"[1]

یہاں یہ بھی لکھنا ضروری ہے۔ کہ نانا فرنویس (مرہٹہ وزیر اعظم) جس کے تدبر و سیاست کی، انگریزی مورخ تعریف کرتے ہیں، کس قدر حب الوطنی اور سیاست سے دور تھا میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس کی تعریف صرف اس لئے ہو رہی ہے۔ کہ سلطان کی طاقت کچلنے میں اس نے ہمیشہ انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

خط نمبر ۱۰۷

بنام میر قمر الدین (از کمپ بنگلور ۲۴ ہاشمی ۱۲۱۴ مولودی ۴ دسمبر ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ تم نے شیخ انصر کی قشون کو برہان الدین کے پاس بھیج دیا ہے اس امر سے ما بدولت کو خوشی ہوئی۔ تم نے لکھا ہے" کہ فوج کی تنخواہ کے لئے روپیہ بھیج دیا جائے۔ فی الوقت ہمارا کمپ عارضی طور پر بنگلور میں ہے۔ یہاں سے اس قدر روپیہ بھیجنا مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے سرنگا پٹم کے خزانے کو حکم بھیج دیا ہے کہ مطلوبہ رقم تم کو فوراً بھیج دی جائے۔ اناگندی کے زمیندار کے نام پروانہ ملفوف

---

[1] امپائر ان ایشیا۔ از میجر ٹارنس یم پی۔

ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے۔ کہ ٹوکرے اور ملاح فراہم کرتے ہوئے، دریائے تنگ بھدرا کے پار کرنے میں تمہاری مدد کرے۔" دوسرا پروانہ ہریال کے عامل کے نام اسی مضمون کا ہے۔ "تم فوراً روانہ ہو کر، ہم سے آگر ملنے کی کوشش کرو۔ دیر نہ ہو۔

تبصرہ

اناگندی ایک چھوٹی سی زمینداری ہے۔ اس وقت حیدرآباد کے علاقہ میں ہے۔ یہ زمینداری، جنوبی ہندوستان کی اس عظیم الشان ہندو سلطنت کی یادگار ہے، جس کو "وجیانگر" کہا جاتا تھا۔ اس سلطنت کے حالات میری کتاب "تاریخ جنوبی ہند" میں دیکھے جائیں۔

اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلے خطوط میں جس اہم مقصد کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے لئے سلطان سرنگاپٹم سے روانہ ہو چکا ہے۔

خط نمبر ۱۰۸

بنام میر قمر الدین (۲۶ ہاشمی = ۱۰ ستمبر ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ تمہاری فوج کا کچھ حصّہ دریائے تنگ بھدرا پار کر چکا ہے۔ اور ہر روز کچھ نہ کچھ حصّہ پار کر لیا جاتا ہے۔ یہ بھی اطلاع ہے۔ کہ کنک گیری کے زمیندار کا وکیل اور ہرکارہ مع ایک مہاجن کے تمہارے پاس آئے تھے۔ اور انہوں نے ہماری انصاف پسندی کی داد دیتے ہوئے واجب الادا رقم کا دینا منظور کر لیا ہے۔ نیز یہ کہ ایک رسالہ سائر (Sayar) کو آپ نے ایری نایک پالیگار کی سرکوبی کے لئے ان لوگوں کے ہمراہ بھیج دیا ہے۔

اں نور چشم کے ماتحت جو فوج ہے۔اس کے لئے تنخواہ بھیج دی گئی تھی۔ جو دہارڈ وارڈ پہنچ گئی ہے۔ایک حفاظتی دستہ بھیج کر منگوالی جائے۔

خط نمبر ۱۰۹

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔پونا (۲۸ ہاشمی = ۸ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آپ کے تینوں خطوط ملے معلوم ہوا۔کہ پونا کے حکام آپ کو واپسی کی اجازت دینے کے لئے لیت و لعل کر رہے ہیں۔جب تک وہ ٹھہرائے رکھیں، آپ وہیں رہیئے روانگی میں عجلت نہ کی جائے۔جب وہ اجازت دیں۔تو فوراً چل پڑیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔کہ درا صل سلطان کا ارادہ ہی یہ تھا۔کہ اس کے سفیر پونا میں رہ کر خفیہ اطلاعات حاصل کرتے رہیں" لیکن اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطان چاہتا تھا۔کہ اس کے اور مرہٹوں کے درمیان جنگ نہ ہو۔آئندہ خطوط سے اس کا ثبوت ملے گا۔

خط نمبر ۱۱۰

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔پونا (۲۸ ہاشمی = ۸ ستمبر ۱۷۸۵ء)

اقتضائے وقت کے لحاظ سے ہم جو کچھ لکھنا چاہتے تھے۔وہ تفصیلاً ہندی زبان میں آپ کو لکھ دیا گیا ہے۔اب آپ کو ایک معتبر منشی سے اس خط کو پڑھوا کر مفہوم

سمجھ لینا چاہئے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک کو تعجب ہے۔ کہ سلطان نے خلافِ معمول بجائے فارسی کے ہندی زبان میں یہ کیسے خط لکھا)

خط نمبر ۱۱۱

بنام میر قمر الدین (۲ واسطی = ۱۱ ستمبر ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ تنخواہ کے لئے فوج میں بے چینی ہے۔ تمہاری اس تحریر سے پیشتر ہی روپیہ بھیج دیا گیا تھا، جو دھارواڑ پہنچ بھی گیا۔ تم اس کو ایک محافظتی دستہ بھیج کر منگوا لو۔ ہم نے بہ نظرِ احتیاط بیس ہزار طلائی پگوڈے اور زیادہ بھیج دیئے ہیں۔ اس رقم کے وصول ہونے پر تنخواہ دے دی جائے۔

خط نمبر ۱۱۲

بنام میر محمد صادق (۲ واسطی = ۱۱ ستمبر ۱۷۸۵ء)

خبر ملی ہے۔ کہ "اوبلاٹ آیا" (Oblataya) جو توشہ خانہ کا متصدی ہے، قریب المرگ ہے۔ اور اس کا نسبتی برادر بھی سویر میں ہے۔ حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم اس کے نسبتی برادر اور اس کے گماشتوں پر پہرہ بٹھا دو۔ اس کی زندگی اور املاک کے متعلق پوری تحقیقات کرتے ہوئے، غبن شدہ رقم کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس معاملہ میں نہایت احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

چھمن کو بھی جو توشہ خانہ کا ایک اور متصدی ہے، اس اوبلاٹ ایاگ کے حالات سے پوری واقفیت حاصل ہے۔ اس سے بھی دریافتِ حال کیا جائے۔ اور اس طرح جہاں سے بھی ملے۔ حاصل کیا جائے تم نے اور دوسرے لوگوں نے کہا تھا کہ اس آدمی نے ایک لاکھ طلائی پگوڈے جمع کر لیے ہیں اس رقم کی تلاش کی جائے۔

تبصرہ

ذکرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سلطان نے اس غبن شدہ رقم کی ذمہ داری میر محمد صادق پر ڈالی تھی، کیونکہ توشہ خانہ کے متصدی نے سرکاری مال کا غبن کیا تھا۔ اور یہ مقدمہ چل رہا تھا اور تحقیق ہو رہی تھی۔ کہ سلطان پایہ تخت چھوڑ کر بنگلور چلا گیا۔

میر محمد صادق سلطان کا وزیر اور مشہور غدار ہے۔ علامہ اقبال نے اسی کے متعلق لکھا ہے:۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملت۔ ننگِ دین۔ ننگِ وطن

مزید تفصیل کتاب کے آخر میں دیکھی جائے۔

خط نمبر ۱۱۳

بنام سید محمد قلعہ دار سرنگاپٹم (۲۳ واسطی = ۱۲ ستمبر ۱۷۸۵ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ جیش کچہری کے متصدی کشن راؤ کو دیوانے کتے نے کاٹا ہے ہماری خواہش ہے۔ کہ اس کو حکیم محمد بیگ کے زیرِ علاج رکھا جائے۔ اور حکیم صاحب

سے کہا جائے۔ کہ اس کا علاج تن دہی سے کریں۔ اور یہ بھی کہا جائے۔ کہ زخم کو کم از کم چھ ماہ تک بند نہ کریں۔ تاکہ زہر پوری خارج ہو جائے۔

تبصرہ

اسی مضمون کا خط اسی تاریخ کو حکیم محمد بیگ کو بھی لکھا گیا۔ جو اس زمانہ میں سرنگاپٹم کے مشہور حکیم اور شاہی طبیب تھے۔

سید محمد سرنگاپٹم کا قلعہ دار تھا۔ سلطان کو اس پر بھروسہ تھا۔ چنانچہ جس وقت وہ تخت نشین ہوا، یہاں کی قلعداری اس شخص کے سپرد کی گئی چنانچہ سلطان اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

"سرنگاپٹم کی قلعہ داری میں نے سید محمد کو تفویض کی ہے، کیونکہ میں ان کی جوانمردی اور وفاداری سے واقف ہوں۔ اور یہ ہماری سلطنت کے قدیم نمک خوار ہیں۔ اور یہ تعلق شروع سے چلا آتا ہے۔" (کرک پیٹرک)

لیکن یہ بھی آخری وقت میں میر صادق کے ساتھ مل گیا تھا۔

خط نمبر ۱۱۴

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا — از بنگلور۔ ۵ واسطی۔ ۱۴ ستمبر ۱۷۸۵ء

"ہمیں اطلاعات ملی ہیں۔ کہ راؤ راستا کی طلبی پر آپ نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا اس لیے کہ وہاں ایک مسلمان کی داشتہ کے متعلق جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور آپ نے راؤ راستا کی طلبی پر کہلا بھیجا تھا کہ جب تک اس عورت کو واگذاشت نہیں کیا جائے گا، آپ ان سے نہیں ملیں گے۔"

Marfat.com

تبصرہ

میر زین العابدین شوستری سلطان کا میر منشی تھا۔ اور اسی نے سلطان کی زیرِ نگرانی کتاب فتح المجاہدین اور خطبات جمعہ "موید المجاہدین" ترتیب دی تھیں۔ یہ شخص حیدر آباد کے میر عالم کا بھائی تھا۔ قلم کا دھنی تھا لیکن تلوار کا نہیں۔ جیسا کہ آیندہ خطوں سے معلوم ہوگا۔

سلطان نے اس خط میں ایک جگہ لکھا ہے "کہ سابقہ اعلان کے مطابق انہیں (کورگی باغیوں کو) مسلمان بنالو" یہ اعلان سلطان نے چند ماہ پیشتر شائع کیا تھا۔ اس وقت بھی کورگ والوں نے بغاوت کی تھی۔ موجودہ بغاوت ان کی ساتویں بغاوت تھی، جو انہوں نے کی تھی

اعلان

عرصۂ دراز سے تم لوگوں میں یہ عام رواج پڑگیا ہے کہ خاندان میں صرف بڑا بھائی شادی کرے۔ اور باقی جتنے بھائی ہیں۔ وہ اسی ایک عورت کو اپنی بیوی سمجھیں۔ اس لئے اس امر میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ تم سب لوگ اولادِ حرام ہو۔ یہ ساتویں مرتبہ ہے۔ کہ تم نے حکومت کے خلاف بغاوت کی اور سرکاری فوجوں کو لوٹا۔ ان حالات کو میں اب زیادہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے میں نے اب خدا سے عہد کرلیا ہے۔ کہ اب میں نہ تم میں سے کسی شخص کو بد کہونگا۔ اور نہ اس کو کوئی سزا دونگا۔ بلکہ تم تمام کو مسلمان بناکر اس ملک سے نکال کر دوسرے ملک میں آباد کرونگا۔ تاکہ تمہاری آیندہ نسل بجائے حرامی ہونے کے حلالی بن جائے اور یہ

بدنما دھبہ کہ "تم مادرِ قبیحہ کی اولاد ہو" ہمیشہ کے لئے تمہاری ذات سے دور ہو جائے (حیدر علی و ٹیپو سلطان از ایل بی بورنگ صفحہ ۲۱۷)

پھر بورنگ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۷ پر لکھتا ہے۔ کہ:۔

"جب اس اعلان کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ تو اس نے کورگ پر فوج کشی کی"

اور جب بغاوت فرو ہو گئی۔ اور باغیوں کو مسلمان بنایا گیا۔ تو انہیں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے میسور کے مختلف حصوں میں آباد کیا گیا۔ ان سے بغایت شفقت و مہربانی کا سلوک کیا گیا۔ ان کو دینِ اسلام سکھلانے کیلئے استاد مقرر کئے گئے۔ ان کو کھانا کپڑا دیا گیا۔ ان میں سے نوجوانوں کا انتخاب کر کے احمدی فوج میں بھرتی کیا گیا۔ اور بچوں کے لئے مدارس مقرر کئے گئے" (کرک پیٹرک)

تمام مغربی مورخین نے اس مسئلہ پر کہ تمام باغیوں کو مسلمان بنایا گیا اس فعل کو ظلم و ستم سے تعبیر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ ٹیپو کے مذہبی تعصب کا نتیجہ ہے لیکن انہیں کیا معلوم۔ کہ ٹیپو کی حکومت جو صحیح معنوں میں ایک حکومتِ الٰہیہ تھی۔ اس کے لئے اس راہِ عمل کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے۔ تو کورگیوں نے پے در پے چھ بار بغاوت کی۔ اور ہر دفعہ انہیں معاف کیا گیا۔ لیکن اب اس ساتویں دفعہ پانی سر سے گذر چکا تھا۔ باغیوں نے مسلمانوں کی مساجد ویران کر دیں۔ ان کا مال لوٹا گیا۔ کھیتیاں کاٹ دی گئیں۔ ان کی عورتوں کی آبرو ریزی ہوئی۔ اور بچوں کو قتل کیا گیا۔ یہ تو مسلمانوں کے

Marfat.com

ان خبروں سے ہم کو حد درجہ حیرت ہوئی یہ ایک خانگی جھگڑا ہے۔ جو وہاں کے مقامی لوگوں کے درمیان ہوا تھا۔ اس قسم کے جھگڑے ہر جگہ ہمیشہ ہوتے ہی رہتے ہیں آپ کو اس معاملہ میں دخل دینے کی ضرورت کیا تھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیرانہ سالی نے آپ کی عادتوں کو بدل دیا ہے۔ اور اس طرح آپ اپنی عزت اور جانوں کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ اس عورت کے معاملہ کو اسلام سے تعلق ہی کیا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے ایک بیہودہ معاملہ میں دخل دے کر مسلمانوں کے جذبات کو مبھڑکایا۔ اور خود آپ تماشائی بن گئے۔ اس قسم کی کارروائی کی آپ کی عقل و فراست سے اُمید نہیں تھی۔ اب جو آپ جگہ جگہ اپنی حمیت و غیرت اسلامی دکھا رہے ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہی حمیت و غیرت اس وقت کیا ہوئی تھی جبکہ غیر ملکی نصرانیوں نے صدہا مسلمان عورتوں کو گرفتار کر کے ان کی آبروریزی کی تھی۔ یہ تو ایک غیر مسلم عورت کا قصہ ہے۔ جو مسلمان کے قبضہ میں تھی آئندہ کے لئے آپ کو تاکید دی جاتی ہے۔ کہ وہاں کے مقامی اور خانگی معاملات میں ہرگز دخل نہ دیں۔

آپ کو چاہئے۔ کہ ہمارے مفاد کا لحاظ کرتے ہوئے راؤ راستا سے ملاقات کریں لیکن یہ وقت معاملات کو سلجھانے کا ہے۔

تبصرہ

آج کے ہندو مسلمان لیڈروں کے لئے اس خط میں بہت بڑا سبق موجود ہے۔

(سلطان نے غالباً اس خط میں کرناٹک کے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ محمد غیاث و نور محمد خاں ملازمت سلطانی میں آنے سے قبل

کرناٹک میں تھے۔اور آخری پیرگراف سے پایا جاتا ہے۔کہ سلطان اب بھی مرہٹوں سے صلح کا خواہاں تھا۔)

خط نمبر ۱۱۵

بنام میر زین العابدین (شوستری) سپہ دارِ قشون (۸ واسعی = ۷ استمبر ۱۷۸۵ء)

معتبر اطلاعات ملی ہیں۔کہ کورگ کے باشندوں نے ظفر آباد میں بہت زیادتیاں کی ہیں۔لہذا ہم نے جیش کچہری کے بخشی کو لکھا ہے۔کہ تم کو تمہاری قشون کے ساتھ دو توپیں دے کر وہاں روانہ کرے۔اور یہ بھی لکھا گیا ہے۔کہ فوج کی تنخواہ کے لئے دو بہادری پگوڈے اور زخمیوں کے علاج کے لئے ایک ہزار روپے تم کو دیئے جائیں۔ عثمان خاں کی قشون کے ان سپاہیوں پر، جن پر اعتماد نہیں ہے، پہرہ بٹھانے کے بعد، تم سیدھے ظفر آباد جاؤ۔وہاں کے فوج دار زین العابدین کے لئے ایک خط ملفوف ہے۔تم کو چاہئے۔کہ مذکور السطور زین العابدین سے مل کر، مشورہ کے بعد کورگ باغیوں پر حملہ کرتے ہوئے ان کو تہ تیغ کر دو یا قیدی بناؤ، جس کے بعد سابقہ اعلان کے مطابق انہیں مسلمان بناؤ۔مختصر یہ کہ اس معاملہ کو اس طرح سلجھایا جائے۔کہ ان کی جانب سے آیندہ کوئی شر اور فساد نہ ہو۔

خزانہ سے احکام تنخواہ کی ایک نقل حاصل کر لی جائے۔اور اس کے مطابق بہادر کو انعامات اور زخمیوں کو الاؤنس دیا جائے۔اگر سپاہیوں کو پیشگی کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے۔

Marfat.com

آپ کی درخواست کے مطابق نجم الدولہ[1] بہادر کے نام ایک خط ملفوف ہے اس کو بھیج دیا جائے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں کی سرشت کو پہچاننے میں سخت غلطی کی تھی۔ یہ صرف سلطان ہی نے کیا، سارے ہندوستان بلکہ کل ممالک مشرق نے اسی قسم کا دھوکہ کھایا

خط نمبر ۱۱۷

بنام مہا مرزا خاں[2] (۷ واسعی = ۱۶ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آں شہامت پناہ کو معلوم ہو۔ کہ پنگ نور[3] (Punganoor) کا زمیندار باغی ہو گیا ہے۔ آپ کو اور آپ کی ماتحت فوج کو آول پلی کے قلعہ کی تسخیر پر مامور کیا جاتا ہے سپہ دار شیخ عمر پہلے سے یہاں مقیم ہیں اور بنگلور سے بھی چار ہزار فوج آپ کی مدد کے لئے روانہ ہو چکی ہے۔ اس کا کچھ حصہ تو وہاں پہنچ گیا ہے۔ اور باقی وہاں عنقریب پہنچ جائیگا۔ آول پلی (Avalpalli) پہنچنے کے بعد آپ کو زمیندار پنگ نور کے سپاہیوں کا جو جنگلوں میں اس غرض سے چھپے ہوئے ہیں۔ کہ ہمارے علاقہ پر تاخت کریں تلاش

---

[1] نجم الدولہ حاکم کھمبایت تھا۔

[2] مہا مرزا خاں۔ یہ ایک نہایت بہادر اور جری افسر تھا۔ اور درجہ کی حیثیت سے اول درجہ کا سپاہی تھا۔ میسور کی تیسری جنگ میں برہان الدین کے ساتھ یہ بہادر افسر بھی شہید ہو گیا۔

[3] یہ ایک زمینداری ہے۔ جو صوبہ مدراس میں چتوڑ ضلع میں ہے۔

Marfat.com

کریں۔ ان سے ان جنگلات کو خالی کرانے کے بعد آگے بڑھ کر آدل پلی کے قلعہ کا محاصرہ
کرلیں۔ شیخ عمر کے ساتھ چار بڑی توپیں۔ دو میدانی توپیں اور دو دُور مارنے والی توپیں
ہیں۔ اگر اور توپوں کی ضرورت ہو۔ تو بخشیٔ احشام، تربیت علی خاں سے منگوالیں
انہیں احکام بھیج دیئے گئے ہیں۔ ان توپوں سے قلعہ پر گولہ باری کر کے تسخیر کے بعد
ہماری فوج کا ایک دستہ وہاں متعین کر دیں قلعہ میں چکرا ال زمیندار پنگ نور اور
گئی ایک مشہور نایک ہیں آپ کو چاہیئے کہ ان کی جانوں کی احتیاط کرتے ہوئے
انہیں قید کرلیں۔

اگر یہ باغی، جنگل کے خفیہ راستوں سے، بچکر نکل جائیں اور اطراف کے علاقوں
میں جیسے چتور (Chitoor) اور چندرگیری (Chandragiri) وغیرہ
ہیں۔ تو آپ کو چاہیئے کہ وہاں کے تعلقداروں کو خط لکھیں۔ کہ ان چوروں کو پناہ نہ
دی جائے۔ بلکہ ان کو پکڑ کر ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ یہ اطراف کا علاقہ فرنگی
ماتحت ہے۔ آپ کی اطلاع آنے پر یہاں سے مدراس کے گورنر کو لکھا جائیگا۔

آپ کے ساتھ چھ ہزار سیر بارود۔ بارہ ہزار سیر (گرنالکی) سیسہ اور چار ہزار
چقماق ہیں۔ انہیں احتیاط سے صرف جنگ کے موقع پر استعمال کیا جائے اگر
آپ کو اور کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو بخشی مذکور سے منگوالیں۔

محی الدین علی خاں دیوان کڑپہ اور راجہ رامچندر قلعہ دار بنگلور کو حکمنامے
بھیج دیئے گئے ہیں۔ وہ آپ کے گھوڑوں کے لئے چنا بھیج دیں۔ ان کے
متصدی خود آکر یہ غلہ حسب ضرورت مہیا کرتے رہیں گے۔ اس غلہ کی رسید
اپنے دستخط اور مہر سے ان کو دے دی جائے۔

ساتھ ہوا۔ دوسری طرف سرکاری خزانے لوٹے گئے۔ سرکاری حکام کو قتل کیا گیا۔ تو ان حالات میں اگر ایک دوسری حکومت ہوتی تو کیا کرتی؟ آجکل کی حکومتیں گو تبدیلِ مذہب پر مجبور نہیں کرتیں (کیونکہ یہ خود مذہب سے عاری ہیں) مگر باغیوں سے انکے مال و اسباب کو لیکر، ان کو یا تو کالے پانی بھیجا جاتا ہے یا گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جنہیں باغی کہا جاتا ہے وہ تو مارے جاتے ہیں لیکن ان کے ناکردہ گناہ عورت اور بچے سسک سسک کر مرجاتے ہیں۔ 'انتقام' انتقام کی صورت میں لیا جاتا ہے، جس میں رحم و کرم کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اسی ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا انتقام، ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں نے جس طرح ہندوستانیوں سے لیا، وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ خود انگریزی مورخین جیسے میجر ٹارنس (مصنف ایمپائر اِن ایشیا اینڈ ہو وی گاٹ اٹ (Empire in Asia and how we got it by Major Torrens) اور ایڈورڈ تھامپسن (مصنف دی ادر سائیڈ آف دی میڈل)

(The other side of the Medal by Edward Thompson)

نے ان واقعات پر شرم سے سر جھکاتے ہوئے، اظہارِ نفرت کیا ہے۔ اور ابھی مالابار کے واقعات بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور موجودہ زمانہ میں انڈونیشیا میں گوری قوم کی حکومت قائم کرنے کے لیے ہنستی آبادیوں پر جو بم برسائے جا رہے ہیں اور ان کے شہروں کو آگ لگا کر

جو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے ٹیپو نے جو سلوک کورگ اور مالابار کے باغیوں سے کیا تھا، اس کا اور ان کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ ٹیپو سرتاپا رحم و کرم کا مجسمہ تھا

خط نمبر ۱۱۶

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں ، پونا (۸ ربیع الثانی = ۱۷ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے۔ کہ بمبئی کے گورنر مسٹر بالڈام کی جانب سے نورالدین حسین خاں پونا آئے ہوئے ہیں اور بندگور خان اور سید زین العابدین ہیں (جو ریاست کھمبایت کی جانب سے پونا میں وکیل تھا) گہری دوستی ہو گئی ہے۔ اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ سید زین العابدین نے کہا ہے۔ کہ بمبئی سے خفیہ اطلاعات حاصل کر کے وہ ہماری سرکار کو دیں گے۔ معلوم ہو کہ اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر صحیح اطلاعات ملیں۔ تو حضوری میں بھیج دیں۔ لیکن آپ کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری اور انگریزوں کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں

اگلے عہدناموں کے مطابق ہمارے اور انگریزوں کے درمیان طے ہوا تھا۔ کہ اگر ان کے تعلقات کسی سے بگڑ جائیں۔ تو ہم ان کے خلاف دوسروں کو مدد نہ دیں۔ اور وہ یعنی انگریز بھی ایسا ہی کریں گے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ اس وقت جب ہمارے اور مرہٹوں کے تعلقات خراب ہو رہے ہیں۔ تو بمبئی کا انگریز گورنر ان سے تعلقات بڑھا رہا ہے۔ حالانکہ یہ بڑے آدمیوں کے رویہ کے سراسر خلاف ہے۔

Marfat.com

دیئے ہیں۔ کہ وہ ہمارے لوگوں کے گھروں کو نہ ڈھائیں۔ تم نے ہمارے پاس آنے کی مرضی ظاہر کی ہے۔ اس سے حد درجہ خوشی ظاہر ہوئی۔ تم مع اپنی فوج کے سیدھے سرنگاپٹم چلے جاؤ، جہاں ہم بھی عنقریب آنے والے ہیں۔

خط نمبر ۱۲۱

بنام بدیع الزماں تعلقدار ہسکوٹہ[1] (۶ واسعی = ۱۵ ستمبر ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا۔ کہ محکمہ کنڈاچار میں کوتوال کی تنخواہ شامل رہنے سے قلعہ دار نے ایک نہایت نامعقول شخص کو کوتوال مقرر کیا ہے، جس کی وجہ سے تمہارے محکمہ میں بہت گڑبڑ مچ گئی ہے۔ بہ حیثیت افسر اعلیٰ کے کوتوال کا تقرر اور برطرفی تمہارے اختیار میں ہے۔ لہذا تم اس کوتوال کو علیحدہ کر کے اپنی جانب سے سابق کوتوال کو مقرر کر لو اور آیندہ سے محکمہ کنڈاچار سے کوتوال کا نام نکال کر اپنے دفتر میں منسلک کر لو۔

اس کی اطلاع قلعہ دار کو بھی بھیج دی گئی ہے۔

خط نمبر ۱۲۲

بنام علی راجہ بی بی کنانور (۹ واسعی = ۱۸ ستمبر ۱۷۸۵ء)

آں عصمت پناہ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ نے ظفیر آباد (مرکرہ۔ کورگ) کے فوجدا

---

[1] ہسکوٹہ بنگلور سے سولہ میل پر مشرق میں ہے۔ اگلے دنوں میں فوجی نقطۂ نظر سے ایک اہم مقام تھا۔ بیجاپوری عہد میں یہاں ایک عالیشان عیدگاہ تعمیر ہوا تھا۔ جو اب بھی باقی ہے۔

میر زین العابدین کو بیس ہزار روپے دیئے ہیں۔ اس خبر سے نہایت مسرت ہوئی، آپ کو باقی رقم بھی اسی طرح وقتاً فوقتاً ادا کر دینی چاہیئے۔ آپ کے یہاں تشریف لانے پر دوسرے معاملات سے آگاہی ہوگی۔

آں عفت مآب کے علاقہ کے متصل ہی تلچری واقع ہے۔ وہاں کی اگر کوئی خبریں ملیں تو اطلاع دیں۔

تبصرہ

بی بی کنانور کا خاندان مالابار کا ایک قدیم ہندو خاندان ہے۔ جو مسلمان ہو گیا۔ اس خاندان کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ چیرومن پیرومال، مالابار کے راجہ نے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اوائلِ اسلام ہی میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اس خاندان کو مالابار کے ایک اور حصہ آریاپورم سے بلا کر یہاں آباد کیا۔ دوسری روایت جو مقامی طور پر مشہور ہے، یہ ہے کہ یہ کنانور کا ایک مقامی نایر خاندان ہے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ آرین کلنگ رانایر ہے جو بارھویں صدی عیسوی اوائل میں چراکل کے راجہ کا وزیر تھا۔ اُس نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے بعد بھی بدستور وزیر رہا اور اپنا نام محمد یا محمد علی رکھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنانور اس کی جاگیر تھی، اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد کنانور پر حکومت کرنے لگی۔

اس خاندان نے مالابار میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کی تھی۔ پرتگالی جب ہندوستان میں آئے اور اپنی تجارت پھیلانے لگے۔ تو انہوں

Marfat.com

پنگ نور کا علاقہ ہمارے ماتحت ہے۔ اور واستیا (Lamana) ہماری جانب سے وہاں کا کلکٹر (عامل مالگذاری) ہے۔ آپ اپنے سپاہیوں کو سخت حکم دیں۔ کہ اس علاقہ میں لوٹ مار نہ کریں۔ اور نہ ملحقہ فرنگی علاقہ میں، اور نہ ان مقامات کی رعایا کو کوئی تکلیف دی جائے۔ آپ کو اس معاملہ میں سخت گیر رہنا چاہیے۔ اگر فرنگی علاقہ کے عامل آپ کو لکھیں۔ کہ ان کے علاقہ میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ تو آپ کو اس کا مناسب جواب دینا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی یہاں بھی اطلاع دیں۔

آپ کے اور شیخ عمر کے ماتحت جو فوج ہے۔ اس کی تنخواہ علیحدہ علیحدہ بھیجی جاتی ہے آپ کو اور ان کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جیش کی تنخواہ اپنے خاص ہاتھوں سے ہر ایک سپاہی کے ہاتھ میں دیں۔ زخمیوں کے لئے جو تنخواہ وغیرہ مقرر ہے۔ اس کے متعلق مقررہ احکام کی نقل ارسال ہے اس کے مطابق ادا کی جائے۔

آپ کو کسانوں سے خفیہ اطلاعات حاصل کرنا چاہیئے۔ اور آپ کے خیال میں جس شخص سے صحیح اطلاعات ملیں، اس کو انعام بھی دیں۔ واستیا سے آپ کو واقفیت اور دوستی بڑھانی چاہیئے۔ ان کے ذریعہ سے پہاڑی اور جنگلی راستوں سے آپ واقف ہونگے۔

اول ہی پہنچنے سے پہلے اطراف کے تعلقداروں کو معلوم کرانا چاہیئے۔ کہ آپ پنگ نور کے پالیگار کی سرزنش کے لئے آرہے ہیں۔ تاکہ وہ آپ کی نقل و حرکت سے گھبرا نہ جائیں۔

اگر ہمارا کوئی پیادہ، پالیگار پنگ نور کے پیادوں میں سے ایک پیادے کا سر لائے یا کسی پیادہ کو قیدی بنا کر لائے۔ تو ہر سر یا قیدی کے عوض پانچ روپیہ انعام دیا جائے

Marfat.com

خط نمبر ۱۱۸

بنام برہان الدین (۸ واسعی = ۷ استمبر ۱۷۸۵ء)

تمہاری خواہش کے مطابق کالا پنڈت کے نام خط ملفوف ہے۔ اگر اس کے بعد بھی وہ ہماری حضوری میں حاضر ہونے سے انکار کرے۔ تو اُس کو بیڑیاں پہنا کر بھیج دیا جائے

خط نمبر ۱۱۹

بنام محی الدین علی خاں۔ دیوان کڑپہ (۹ واسعی = ۸ استمبر ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا ہے۔ کہ تم نے نہایت سختی سے کام لے کر بہت لوگوں کے مکانوں کو ڈھا دیا ہے۔ جن میں وہ سالہا سال سے رہتے تھے۔ اور جن کی تعمیر میں انہوں نے بہت سا روپیہ خرچ کیا تھا۔ اس قسم کی کارروائی نہ صرف ہماری مرضی اور خوشی کے خلاف ہے۔ بلکہ لوگوں کو بدظن بھی کر دے گی۔ یہ مستبدانہ کارروائی فوراً بند ہونی چاہیئے۔ اور آیندہ لوگوں کو گھروں سے نہ نکالا جائے۔ تم کو جو صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ صرف ان پر عمل کرو۔ تمہاری مرضی کے مطابق کوئی کام نہ کیا جائے۔

خط نمبر ۱۲۰

بنام میر قمر الدین (۹ واسعی = ۸ استمبر ۱۷۸۵ء)

تمہاری اطلاع پر ہم نے محی الدین علی خاں، دیوان کڑپہ کے نام احکام بھیج

Marfat.com

پنڈت مذکور کو قید کر لیا گیا ہے۔ ہم عنقریب تمہاری حاضری کا حکم بھیجنے والے ہیں۔
اس لئے وہاں کے کام سے جلد فراغت حاصل کرو۔

تبصرہ

سلطان کا یہ افسر کرناٹک پائین گھاٹ کا باشندہ تھا۔ اس کے کچھ حالات سپاہی واران کرناٹک میں ملتے ہیں۔ یہ پہلے نواب کرناٹک محمد علی والاجاہ کی سوار فوج (کیولری) میں صوبہ دار تھا۔ اس ملازمت کو چھوڑ کر اس نے بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ یہ روینیو کور (Revenue Corps) میں ملازم تھا۔ ۱۷۸۲ء میں کرناٹک کی جنگوں میں سلطانی فوجوں کے ہاتھ قید ہو گیا۔ سلطان نے اس کو رہائی دے کر اپنی ملازمت میں بطور رسپہ دار داخل کیا۔ اس کا ایک بھائی بھی تھا۔ جو ۱۷۸۵ء میں آکر سلطانی فوج میں داخل ہوا۔ ان مکاتیب میں اس کا ذکر آیا ہے۔ سید غفار کی سفارش پر اس کو فوج میں رسالدار کا عہدہ دیا گیا۔ (کرک پیٹرک)

سید غفار کی شہادت ۴ مئی ۱۷۹۹ء میں ہوئی۔ شہادت کے وقت میر میراں کے عہدہ پر تھا۔ وہ فصیل قلعہ کے مغربی کونہ پر متعین تھا کہ پورنیا اور میر معین الدین کی غداری اور سازش سے توپ کے گولہ سے اڑ گیا لاش کیا ہوئی، کہاں گئی یا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی کچھ معلوم نہیں ہوا۔ اس واقعہ سے نصف گھنٹہ بعد انگریزی فوج قلعہ پر آ گئی۔ اور شام تک خونریز جنگ ہوتی رہی۔ اس ہنگامہ دار و گیر میں نہ کسی کا کفن ہوا۔ اور نہ دفن، اس

گئے چار دن بعد تک بھی لاشیں پڑی رہیں۔ جن کو بعد میں کرنل آرتھر ولزلی نے اندرونی خندقوں میں پھینکیں کہ پاٹ دینے کا حکم دیا۔"

(ماڈرن میسور)

معلوم ہوتا ہے کہ سید غفار کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ورنہ اگر کوئی اولاد یا بیوی ہوتی۔ تو بٹسن اپنی کتاب میں ضرور ذکر کرتا۔ اور یہ نہایت تعجب سے دیکھا جائیگا۔ کہ میسور علاقہ کے کچھ لوگ سید غفار کی شہرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس خاندان کا بتاتے ہیں۔ اور چند سال پیشتر ایک فرضی قبر پر سید غفار کا عرس منانے کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ جو ناکام رہی۔

خط نمبر ۱۲۶

بنام میر زین العابدین شوستری (۲، ۷ عاصی = ۱۰ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ بارش کا موسم قریب ہے، تم اپنے ساتھ برساتی خیمے کیوں نہیں لے گئے۔ اس سے تعجب ہوا۔ اس علاقہ کے لوگوں میں جو اطاعت شعار ہیں۔ یا مطیع بن چکے ہیں، ان سے جو غلہ لیا جائے۔ اس کی قیمت ہمیشہ ادا کی جائے۔ لیکن باغیوں کا اناج لوٹ کر فوج کے کام میں لایا جائے۔

مجھے رام ہزاری کی ہر طرح مدد کی جائے۔

Marfat.com

نے چند ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنایا جاتا تھا۔ ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی کی جاتی تھی علی راجہ کے خاندان نے ان لڑائیوں میں بہت بڑا حصّہ لیا۔

کتاب تحفۃ المجاہدین (تاریخ مالابار) جو شیخ زین الدین معبری کی ایک نہایت مستند تاریخ ہے، ان واقعات سے لبریز ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں ڈاکٹر محمد حسین صاحب ملیار ایم اے پی۔ ایچ ڈی نے انگریزی میں مدراس یونیورسٹی سے شائع کیا ہے۔ اوپر جو روایتیں دی گئی ہیں۔ وہ اسی کتاب سے لی گئی ہیں۔

وکس لکھتا ہے۔ کہ یہ خاندان اوائل اسلام ہی میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اس نے کنانور پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ چراکل کے راجہ کا وزیر بھی تھا بہر طور نواب حیدر علی نے جب مالابار فتح کیا۔ تو اس وقت حاکم کنانور، علی راجہ نے ان کی بہت مدد کی۔ علی راجہ کے بعد مالاباری قانون مرماکٹ ایم کی رُو سے اس کی بہن کی لڑکی مسند نشین ہوئی۔ اور اس کو "بی بی" کا خطاب حاصل تھا۔

۱۷۹۲ء تک یہ حکومت سلطنت خداداد کے ماتحت رہی۔ اس کے بعد جب انگریزوں نے مالابار لے لیا۔ تو کنانور انگریزوں کے ماتحت آگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے حکومت کے تمام اختیارات اس خاندان کے چھین لئے۔ علی راجہ کا خاندان اس وقت بھی کنانور میں موجود ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۲۳

بنام برہان الدین (۱۰ واسعی = ۱۹ ستمبر ۱۷۸۵ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم ایک ہندی منشی ملازم رکھ لو۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ کالا پنڈت کی حفاظت کے لئے اس کے خاص دس بارہ آدمی موجود ہیں۔ تم عسکر کے ایک سو سپاہیوں کو صرف ڈھال تلوار دے کر ان لوگوں کے گھروں پر بھیج دو۔ تاکہ وہ انہیں وہاں گرفتار کر لیں۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان سب کو صندری میں بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۱۲۴

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۱۴ واسعی = ۲۳ ستمبر ۱۷۸۵ء

اگر حاکمان پونا اجازت دے دیں۔ تو آپ فوراً واپس ہو جائیں۔

دسہرہ کا تہوار قریب ہے۔ اس موقع پر آپ کے ماتحتوں میں جو ہندو ہیں انہیں ہر دس آدمیوں کے پیچھے ایک بکرا دیا جائے۔ اور ذی الحجہ میں اسی حساب سے مسلمانوں کو بھی بکرے دیئے جائیں۔

خط نمبر ۱۲۵

بنام سید غفار سپہ دار۔ (۲۷ واسعی = ۶ اکتوبر ۱۷۸۵ء

کالا پنڈت سے جو ہتھیار حاصل کئے گئے، ان کی فہرست ملی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ

خط نمبر ۱۲۷

بنام میر قمر الدین (۲۹ واسعی = ۴ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا کہ تمہاری فوج دریائے تنگ بھدرا (Tungabhadra) کے کنارے پہنچ گئی ہے۔ اور تم جلد یہاں واپس آجانا چاہتے ہو۔ کوچ کے وقت نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ تاکہ راستے میں کوئی سپاہی روپوش نہ ہو جائے۔ تمہاری اس فوج میں ہر علاقے کے باشندے ہیں۔ لہذا بہ نظر احتیاط، جیش کے چند سپاہیوں کو نگرانی پر مامور کر دو تاکہ تمام فوج بہ حفاظت یہاں آجائے۔ اس معاملہ میں نہایت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

خط نمبر ۱۲۸

بنام زین العابدین۔ بخشیِ احشام فخر باب حصار (حصار) درگم (۲۹ واسعی = ۸ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

تعجب ہے۔ کہ تم نے ہمارے احکام کو پسِ پشت ڈال کر رن ہلی (Ranhalli) اور مانایار (Manayar) کے افسرانِ ڈاک سے سختی کا سلوک کر رہے ہو۔ رقم کو جو تحریری احکام دیئے گئے ہیں، ان پر عمل کیا جائے۔

خط نمبر ۱۲۹

بنام میر زین العابدین شوستری (یکم زبرجدی = ۱۰ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

احمد بیگ کی فوج کو تمہاری مدد کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ ان کے پہنچنے تک تم کو

بیکار نہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ باغیوں کی سرکوبی کرتے رہو۔ جلد سے جلد اطلاع دو کہ اُس علاقہ میں بارشوں کا کیا حال ہے۔

خط نمبر ۱۳۰

بنام میر زین العابدین شوستری (۲۱ زبرجدی = ۱۲ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

کورگ کی اس مہم کے حالات لکھتے ہوئے تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ بارود اور غلہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ کہ اس ملک میں بارشیں بہت زیادہ ہوئی ہیں۔ تم نے آخیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر دس قشون بھی مدد کے لئے بھیج دی جائیں۔ تو کچھ نہ ہوگا جب تک ہم بذات خود وہاں مدد کو نہ آجائیں۔

تمہارے پاس بارود کی پندرہ ہزار تھیلیاں اور فی آدمی تیس کارتوس اور جیش کے دو ہزار سپاہی ہیں۔ تعجب ہے کہ اس قدر فوج اور سامان سے تم دشمن کی سرزنش نہیں کر سکتے۔ تمہاری اس تحریر سے جوانمردی کا فقدان اور بزدلی ظاہر ہورہی ہے اگر ایسا ہی ہے۔ تو شاید دو سو جیش بھی اس مہم کے لئے کافی نہ ہوسکیں گے۔

تم کو چاہیئے کہ اپنی فوج کو فوجدار زین العابدین کی فوج سے ملحق کر دو۔ اور تم دونوں مل کر باغیوں کی سرکوبی میں مصروف ہوجاؤ۔ وہ ملک گھنے جنگلات سے بھرا ہوا ہے۔ احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ آدمی تتر بتر ہوکر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوجائیں۔ ورنہ کورگی ان کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔

رعایا کو جو وفادار ہے۔ بیگ کرکے ہر طرح کا اطمینان دلاؤ۔ ان سے اناج بقدر قیمت دے کر خرید کرو۔ اور جو لوگ باغی ہیں۔ جہاں ملیں ان کی سرزنش کرو۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۳۱

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں پونا (۲۳ زبرجدی = ۱۲ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ سفارت خانہ کی فوج کے لئے نئے علم اور نشان بنائے گئے ہیں۔ یہ ہماری خوشی کا باعث ہے۔ آپ کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ سپاہی روزانہ باقاعدہ اور وقت مقررہ پہ ڈرل کرتے ہیں یا نہیں، لیکن اس موقع پہ بارود خرچ نہ کی جائے۔

یہ سن کر افسوس ہوا۔ کہ نور محمد خاں، علیل ہیں۔ ایسے وقت میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کہ آپ علیحدہ مکان میں رہیں مناسب یہی ہے۔ کہ آپ ان کے پاس رہیں۔ اور ان کی جلد صحت یابی کی تدبیر کریں۔ تاکہ آپ اور وہ مل کر سرکاری کام مستعدی سے سرانجام دے سکیں۔

خط نمبر ۱۳۲

بنام غلام حیدر۔ (۲۳ زبرجدی = ۱۲ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

تم نے یہاں (سرنگاپٹم) کے متصدیوں سے اناج کی قیمت معلوم کرنے کے لئے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیرانہ سالی نے تمہارے دماغی قوا پر اثر ڈالا ہے قیمتیں اسی مقام کے آدمیوں یا دیوانِ کچہری کے متصدیوں سے دریافت کی جائیں۔

خط نمبر ۱۳۳

بنام برہان الدین (۲۴ زبرجدی = ۱۳ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا۔ نگر میں تمہارا اور زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔ آب و ہوا کی

Marfat.com

خرابی سے فوج میں بیماری پھیل جائیگی۔ اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تم فوج لے کر کٹور (Kittoor) چلے جاؤ۔ جہاں اناج اور چارہ کثرت سے مل سکتا ہے۔ قلعہ وار نرگند کو قلعہ کی ضروری مرمت شروع کرنے کا حکم دے دو۔

عسکر کے جو سوار، دہار واڑ بھیج دیئے گئے۔ وہ وہاں بدامنی پھیلا رہے ہیں۔ ان کو جلد واپس بلالیا جائے۔

تم نے دشمن کی فوج کے جمع ہونے کی بھی اطلاع دی ہے۔ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تم کامل اطمینان سے اپنا کام کئے جاؤ۔

خط نمبر ۱۳۴

بنام میر زین العابدین شوستری (۵ زبرجدی = ۱۴ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

تمہارے تمام خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم کورگیوں سے صد درجہ خائف ہو گئے ہو۔ اس حالت میں تم نہ ان کی سرکوبی کر سکو گے۔ اور نہ تم سے یہ کام ہو سکے گا لہٰذا تم کو چاہیئے۔ کہ فوج کو لے کر سیدھے پیریاپٹن (Periyapatan) واپس ہو جاؤ۔ اور وہاں ہمارے احکام کے پہنچنے کا انتظار کرو۔

خط نمبر ۱۳۵

بنام میر زین العابدین شوستری (۶ زبرجدی = ۱۵ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

تمہارے ۲ اور ۵ زبرجدی کے دونوں خطوط ملے عامل ہیبت پور (Hybatpoor) اور عامل کنڈنور (Kundnoor) کے نام پروانے ملفوف ہیں۔ ان میں حکم دیا

گیا ہے۔ کہ آں عالی جاہ کو ایک ایک ہزار گونی (بوری) اناج بھیجدیں۔ اس اناج کو تم ظفیر آباد روانہ کرو۔ تمہارے ہاں جو زخمی ہوں، انہیں ہیبت پور بھیج دیا جائے جہاں کے عامل کو اُس کے متعلق پہلے ہی لکھ دیا گیا ہے۔ تمہارے سٹاف میں جو دو سرجن (جراح) ہیں، ان میں سے ایک کو زخمیوں کے ساتھ روانہ کرو۔

ایک ہزار بنڈل کارتوس، ایک سو خلاصیوں کے ہاتھ ارسال ہیں۔ تم کو پہلے ۴۸ ہزار کارتوس دیئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ پندرہ ہزار پہلے سے تمہارے پاس تھے جن کا مجموعہ ۶۳ ہزار ہوتا ہے۔ اب تم نے لکھا ہے۔ کہ بکسوں میں صرف دس دس پندرہ پندرہ کارتوس رہ گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بے حساب کارتوس خرچ ہوئے ہیں۔ اس تعداد کو دیکھتے ہوئے، یقین ہوتا ہے۔ کہ دشمن کے بہت سے آدمی مارے گئے ہونگے۔ کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ کتنی تعداد ماری گئی۔ اور اب دشمن کی تعداد کیا رہ گئی ہوگی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ تمہارے ایک سو سپاہی زخمی ہوئے ہیں۔

یہ نہایت تعجب انگیز بات ہے۔ کہ وہ شخص، جس کے قلم نے "فتح المجاہدین" لکھی، نیز جس نے جنگلوں میں لڑائی کرنے کے قانون رقم کیئے، جب عمل کا وقت آتا ہے۔ تو وہ عمل کے میدان میں کورا ثابت ہوتا ہے۔ شاید تم سب کچھ بھول گئے ہو۔ اگر تم ان قوانین کے ماتحت لڑائی لڑتے تو اس قدر نقصان نہ ہوتا جتنا کہ اب ہوا ہے تم نے بار بار لکھا ہے۔ کہ ہم خود وہاں آئیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم علیہ پہنچ جائیں گے اب تو تم کو فوج لے کر ظفیر آباد (Zafeerabad) جانا ہے۔ کتاب "فتح المجاہدین" میں گھنے جنگلوں میں سے فوج کی کوچ کے متعلق جملہ قوانین موجود ہیں۔

Marfat.com

ان کے مطابق عمل کیا جائے۔

تبصرہ

ملک کورگ کے حالات تاریخ سلطنت خداداد میں دیئے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں کے گھنے جنگلات سے زین العابدین ڈر گیا اور اس کا بار بار سلطان کو وہاں طلب کرنا، بتلا رہا ہے کہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ سلطان بھی وہاں آ کر کچھ کر نہ سکے گا۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس خط میں زین العابدین کو "آں عالی جاہ" کے خطاب سے طنزاً یاد کیا ہے۔

خط نمبر ۱۳۶

بنام میر قمر الدین (۹ زرجدی: ۸ ا ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم جلد اپنی فوج کے ساتھ حضوری میں آجاؤ۔ فی الوقت ادھونی (Adoni) کی تسخیر کا خیال ملتوی کر دیا گیا ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ سلطان کا مصمم ارادہ تھا۔ کہ ادھونی پر چڑھائی کرے۔ لیکن کورگ کے معاملہ کی وجہ سے اس نے یہ خیال فی الوقت ترک کر دیا

Marfat.com

خط نمبر ۱۳۷

بنام میر زین العابدین شوستری ۱۳ / ذیحجہ (ربجدی) = ۲۷ / اکتوبر ۱۷۸۵ء

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ ہم بذات خود، عید ذی الحجہ کے بعد ظفر آباد آئیں گے اس امر خاص کو بالکل مخفی رکھا جائے۔

خط نمبر ۱۳۸

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں پونا۔ ۷ / ذیحجہ (ربجدی) = ۱۷ / اکتوبر ۱۷۸۵ء

آپ نے لکھا ہے۔ کہ اپنے ماتحتوں کے لئے نئے علم اور پرچم تیار کر کے دیے ہیں۔ اس کارگزاری کی تصدیق کی جاتی ہے۔ آپ کو دیکھنا چاہئے۔ کہ سپاہی ہر روز برابر ڈرل کرتے ہیں یا نہیں۔ ڈرل میں بارود خرچ نہ کی جائے

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ بارود خرچ نہ کرنے کے متعلق سلطان کا بار بار حکم دینا بتلاتا ہے۔ کہ پونا کی (ہندو مسلم یا سیاسی) فضا کو دیکھتے ہوئے، وہ اس وقت نمائش کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔

یہ خط بہ لحاظ تاریخ خط نمبر ۱۴۲ کے بعد آنا چاہئے تھا۔ لیکن کرک پیٹرک کی کتاب میں اسی ترتیب سے دیا گیا ہے۔

خط نمبر ۱۳۹

بنام برہان الدین
(۱۳ر زبرجدی = ۲۲ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ تم فوج لے کر کنکوڑ چلے جاؤ۔۔ وہاں ہمارے احکام تمہیں موجود ملیں گے۔

خط نمبر ۱۴۰

بنام ہما مرزا خاں
(۱۴ر زبرجدی = ۲۳ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

مدراس کے گورنر نے اطلاع دی ہے کہ ہماری خواہش کے مطابق اس نے ساتگڈھ کے تعلقداروں کو لکھ دیا ہے۔ کہ پنگنور کے زمیندار یا اُس کے آدمیوں کو اپنے یہاں پناہ نہ دیں۔ خیال رہے کہ انگریزی علاقہ میں آپ کی وجہ سے کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ آپ جس کام کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ صرف وہی کریں، سپہ دار امام خاں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ بہت جلد اپنی قشون لے کر آپ سے آملے۔

خط نمبر ۱۴۱

بنام احسان اللہ خاں
(۱۸ر زبرجدی = ۲۷ر اکتوبر ۱۷۸۵ء)

جس قدر ہندو اپنی مرضی سے فوج اسد الٰہی میں داخل ہونا چاہیں۔ انہیں داخل کر لیا جائے اور ان کی ایک فہرست ہمارے حضور میں بغرض مطالعہ بھیجی جائے۔ ہمارا ارادہ

ہے۔ کہ ان کی تنخواہ بڑھادیں۔

خط نمبر ۱۴۴۲

بنام راجہ رام چندر۔ دیوان بنگلور (۱۹ زبرجدی = ۲۸ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

ہمارے احکام میں صرافوں کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کو تم اٹل سمجھو اور اسی کے مطابق ہر چھوٹا بڑا کام کیا جائے۔

خط نمبر ۱۴۴۳

بنام گورنر پانڈیچری۔ (۲۱ زبرجدی = ۳۰ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا ہے۔ کہ انگریزوں یا نواب ارکاٹ کی جانب سے، ایک برہمن پرچہ نویس پانڈیچری میں مقیم ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اس کو وہاں سے نکال دیا جائے (تاکہ آپ کے اور ہمارے تعلقات کے راز افشا نہ ہوں) ہمارا ارادہ ہے کہ پانڈیچری سے سات یا آٹھ ہزار بندوقیں خریدلیں۔ کیا آپ اس قدر تعداد مہیا کر سکتے ہیں؟

تبصرہ

ارکاٹ کا نواب والاجاہ محمد علی تھا جس نے ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جمائے۔ مفصل حالات تاریخ سلطنت خداداد یا تاریخ جنوبی ہند میں دیکھے جائیں

خط نمبر ۱۴۴

بنام میر زین العابدین شوستری و احمد بیگ چیلاں (۲۳ ربیعی = ۳۱ اکتوبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ چار سو گونی (ربوری) اناج ظفیر آباد (کورگ) میں رکھا جائے نیز اس کی حفاظت کے لیئے ایک فوجی دستہ اور ایک توپ بھی رکھی جائے۔ دشمن کی سرکوبی کے لیئے ہم آج پایہ تخت سے روانہ ہو گئے ہیں۔

خط نمبر ۱۴۵

بنام برہان الدین (۲۹ زبرجدی = ۷ نومبر ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ اب تم کٹور کے قلعہ کے نزدیک پہنچ گئے ہو، سب سے پہلے تم کو چاہیئے کہ کٹور کے پالیگار (واسائی) کو بلا کر اس سے ملاقات کرو۔ اور اس کو پورا پورا اطمینان دلاؤ۔ علاوہ ازیں قلعہ میں ہماری فوج کے ایک دستہ کو متعین کیا جائے۔ اس کے بعد رعایا کے جان و مال کی حفاظت کے لیئے چند جام داروں کو بھیج دو۔

تبصرہ

جام دار۔ یہ ایک قسم کی ملٹری پولیس تھی۔ جو شہروں میں فوج کی زبردستیوں کو روکنے اور گاؤں اور دیہات میں کسانوں کے جان و مال اور کھیتیوں کی حفاظت کے لیئے مقرر ہوتی تھی۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۴۶

امام مسقط
(۴ حیدری = ۱۱ نومبر ۱۷۸۵ء)

ایک دیسی کشتی (ڈہو) جو رتن جی اور جیون داس تاجران مسقط کی ملکیت بتائی جاتی ہے، طوفان کی وجہ سے شکستہ ہو کر ہماری بندرگاہ "بھٹکل" (Bhatk) میں آگئی ہے۔ اگرچہ ملکی قانون کے مطابق اس جگہ کے حاکم کو حق ہے کہ اس پر قبضہ کر لے۔ لیکن ہماری سرکار خداداد اور سرکار مسقط میں ہماری نظروں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور چونکہ یہ تاجر آپ کی رعایا ہیں۔ لئے اس کشتی اور تمام مال کو ان تاجروں کے حوالے کر کے، اس خط کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ "سلطان، مسقط سے تجارتی تعلقات بڑھاتے ہوئے، جو رعایتیں کر رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا مقصد صرف تجارت نہیں تھا۔ بلکہ کچھ سیاسی تھا یعنی وہ اس ملک پر قبضہ کر لینا چاہتا تھا" ہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندے جن میں کرک پیٹرک بھی شامل ہے تجارت کے بہانہ ہی سے اگر ہندوستان پر قبضہ کر رہے تھے لہذا کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ کہ کرک پیٹرک کو دوسروں کی تجارتی اور دوستانہ تعلقات میں بھی مکر و فریب نظر آتا ہو۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۴۷

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں، پونا — (۱۷ حیدری = ۱۴ نومبر ۱۷۸۵ء)

آپ کی تجویز کے مطابق برہان الدین کو لکھ دیا گیا ہے۔ کہ موسیو ٹوویاس (M. Toudias) کو جو کشن پنڈت کی ملازمت سے نکل کر ہماری ملازمت میں آنا چاہتا ہے، فوج میں داخل کر لیا جائے۔

تبصرہ

(معلوم ہوتا ہے۔ کہ ٹوویاس کوئی فرانسیسی تھا جو مرہٹہ فوج میں ملازم تھا۔ اس زمانہ میں اکثر یورپین قسمت آزمائی کے لئے ہندوستان آکر یہاں کے حاکموں کے پاس ملازم ہو جاتے تھے۔ اور یہ ہندوستان کی بدنصیبی تھی۔ کہ اکثر و بیشتر ایسے ملازم، دیسی حاکموں کے جنگی رازوں سے آگاہی پا کر اُن یورپین اقوام کو جو ملک گیری کے لئے اپنا جال بچھا رہی تھیں واقف کر دیتے تھے)

خط نمبر ۱۴۸

بنام عبدالحکیم خاں، حاکم شاہنور — (۱۹ حیدری = ۱۶ نومبر ۱۷۸۵ء)

خوشی کی بات ہے۔ کہ آپ نے واجب الادا رقم میں اٹھارہ لاکھ کی رقم ... ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ آٹھ لاکھ کی رقم معاف کر دی جائے یا اس کی ادائیگی ... اگلے سال تک مہلت دی جائے۔

Marfat.com

حساب کی تنقیح سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی غفلت کی وجہ سے آپ کے ملازموں نے خوب غبن کیا ہے۔ ہمارے محاسبوں نے نام بنام ان کی فہرست اور رقم بھی آپ کو بتادی تھی۔ اب آپ ان سے روپیہ وصول کرکے یہ آٹھ لاکھ روپے فوراً بھیج دیں۔

خط نمبر ۱۴۹

عبدالحکیم خاں، حاکم شاہنور (۱۰ رحیدری ۱۲ ۔ ار نومبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنی سالانہ پیش کش کے ایک لاکھ روپے برائے سال رواں زرسیا دیوان نگر کو بھیج کر اُن سے رسید حاصل کریں۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۵۰

نام تربیت علی خاں، (۱۰ رحیدری ۱۲ ۔ ار نومبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ حیدری و کنتارائے فنم اپنے تمام علاقے میں رائج کردیں۔

تبصرہ

فنم :۔ یہ سکے دو قسم کے تھے۔ چاندی اور سونے کے، چاندی کے سکہ کی قیمت تقریباً چار آنے تھی۔ مدراس کے علاقہ میں انہیں فَلَم کہا جاتا تھا۔

خط نمبر ۱۵۱

بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور ۱۰ر حیدری = ۱۷ر نومبر ۱۷۸۵ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اپنے تمام علاقہ میں سوائے حیدری و کنتارائے فنموں
و دوسرے فنم جاری نہ کریں۔

خط نمبر ۱۵۲

بنام میر کاظم سوداگر و داروغہ تجارتی متعلق مسقط ۱۰ر حیدری = ۱۷ر نومبر ۱۷۸۵ء

تم بالتعجیل کالی مرچ اور صندل فروخت نہ کرو۔ بلکہ ان کی خاطر خواہ قیمت
اُٹھنے تک، وقت کا انتظار کرو۔

خط نمبر ۱۵۳

بنام میر کاظم۔ داروغہ کوٹھی مسقط ۱۱ر حیدری = ۱۷ر نومبر ۱۷۸۵ء

معلوم ہوا ہے۔ کہ جزیرہ درازیں، جو مسقط کے نزدیک ہے، ریشم کے کیڑے
اور اُن کے انڈے ملتے ہیں۔ ان چیزوں کو حاصل کر کے پانچ، چھ آدمیوں
ساتھ، جو اس کام میں ماہر ہوں، یہاں بھیج دو۔

ہمارے جو جہاز مسقط آئیں، ان کا سامان دو دن میں اُتار لیا جائے۔
پھر اُن میں گندھک اور تانبا بھر کر واپس کرایا جائے۔ اس کام میں دو دن لگیں
اس طرح جہازوں کو بندرگاہ میں چار دن سے زیادہ نہ ٹھہرنے دو۔ تم کو چاہ

Marfat.com

کہ جہازوں کی آمد و رفت کا ایک باقاعدہ رجسٹر رکھو، اور اس میں جہازوں کے نام اور ان کی آمد و رفت کی تاریخ وغیرہ درج کرو۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ اسی تاریخ کے ایک اور خط میں سلطان نے لکھا ہے۔ کہ جس طرح سرکار خداداد میں ریشم کی صنعت کو جاری کیا گیا ہے، اسی طرح اس کی خواہش ہے۔ کہ سمندروں سے موتی نکالنے کا کام بھی اپنی سلطنت کے ساحل پر شروع کیا جائے۔ اس کام کے لئے اس نے دس تجربہ کار موتی نکالنے والوں کو بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ کرک پیٹرک یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ موتی نکالنے کے کام میں ناکامی ہوئی۔ کیونکہ اس علاقہ میں موتی نہیں ملے۔

خط نمبر ۱۵۴

بنام میر کاظم داروغہ کوٹھی مسقط (۱۱ رحیدری = ۱۵ رنومبر ۱۷۸۵ء)

تم کو الائچی۔ صندل۔ کالی مرچ اور چاول کی فروخت میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ تم ان چیزوں کو بہ حفاظت تمام اپنے قبضہ میں رکھو۔ اور آئندہ نفع سے فروخت کرو۔

خط نمبر ۱۵۵

بنام سلیمان الدین (۱۵ رحیدری ۲۲ رنومبر ۱۷۸۵ء)

ہم نے اپنے اگلے خط میں یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ کہ کنٹور کے قلعہ پر کسی

کسی طرح قبضہ کر لیا جائے - یہ امر نہایت ضروری ہے - اس لئے مکرر تاکید کی جاتی ہے -

خط نمبر ۱۵۶

بنام برہان الدین ۱۴ رحیدری ۱۲۰۰ = ۲۳ نومبر ۱۷۸۵ء

تمہارا خط ملا - سوباجی پنڈت کے بھائی لچھمن راؤ پر سخت نظر رکھتے ہوئے تم کو چاہیئے - کہ کٹور کے قلعے کے اس قدر نزدیک کیمپ ڈالو - کہ قلعہ توپوں کی بالکل زد میں آجائے - اس کے بعد وہاں کے حاکم کو بلا کر گفتگو کرو - اگر وہ آجائے تو اچھا ہے - ورنہ سید غفار و سید حمید سپہ داران سے مشورہ کرنے کے بعد بہ لطائف الحیل کسی طرح اس قلعہ پر قبضہ جمایا جائے -

خط نمبر ۱۵۷

بنام میر کاظم - داروغہ کوٹھی مسقط ۱۶ حیدری = ۲۵ نومبر ۱۷۸۵ء

اس جگہ زعفران کی پیداوار کس جگہ ہے، دریافت کر کے، دو من تخم روانہ کرو - اور چند ماہرین زراعت کو بھی ساتھ بھیج دو - اسی طرح ریشم کے کیڑے اور ان کو پالنے والوں کو بھی روانہ کرو - ان لوگوں کو پیشگی رقم کی ضرورت ہو - تو ضرور دی جائے

تبصرہ

سلطان کی بدولت، ریشم آج ریاست میسور کی بہت بڑی صنعت ہے

اسی زمانہ میں سلطان نے عرب سے گھوڑے اور افغانستان سے خچر اور ایران سے گدھے منگوائے تھے۔ اس کا ارادہ تھا کہ یہاں خچروں کی نسل کشی کی جائے لیکن علمائے وقت نے اس کی سخت مخالفت کی کہ گھوڑے جیسے شریف جانور سے گدھے کو ملایا جائے۔ اس شورش کو دیکھ کر سلطان اس ارادہ سے باز آگیا لیکن گھوڑوں کی نسل کشی کے لئے فارم قائم کیا گیا۔ ہوسور اور کنگل میں جو فارم ہیں۔ یہ اسی زمانہ کی نشانیاں ہیں۔

خط نمبر ۱۵۸

بنام میر کاظم۔ داروغہ کوٹھی مسقط (۱۹ احیدری = ۲۵ نومبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ ہر سال ایک سو اطل[1] بادام اور تیس اطل پستہ خرید کر منگوا بھیجا جائے۔ معلوم ہوا کہ تمہارے پاس صندل اور کالی مرچ باقی ہیں۔ اب اور زیادہ مال بھیجا جا رہا ہے۔ ان چیزوں کی قیمت جب وہاں بڑھ جائے۔ تو فروخت کر دو۔

خط نمبر ۱۵۹

بنام بدر الزمان خاں (۱۹ احیدری = ۲۵ نومبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے بہت اچھا کیا۔ کہ باغیوں اور شریروں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں کُری تما (Kuri Thimma) سرغنہ بھی شامل ہے۔ اگر یہ تحقیق ہو جائے۔ کہ تمام

[1] رطل کے عوض لفظ اطل استعمال ہوتا تھا۔

شرارت کرے یہ تمام کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ تو اُس کو سولی کی سزا دی جائے آپ کو چاہیئے۔ کہ پہاڑی دردوں پر قبضہ کرنے کے بعد باغیوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ ہم نے آپ کو لکھا تھا۔ کہ سرغنہ ماناکول کو بھی گرفتار کر لیا جائے دوسرے باغیوں کے متعلق احکام بھیج جائیں گے۔

تبصرہ

۱ بدرالزمان خاں۔ یہ ارکاٹ اور ویلور کے نوائط خاندان سے ہے اسی لیئے اس کو تاریخوں میں بدرالزمان خاں نائط لکھا جاتا ہے۔ یہ اور اُس کے ساتھی اہل نوائط جیسے محمد مہکری وغیرہ ویلور۔ ارکاٹ اور ترپاتور وغیرہ سے آکر میسور میں حیدرعلی کی ملازمت میں داخل ہوئے ان اہل نوائط نے سلطان سے جو غداری کی۔ اس کا حال اسی کتاب کے اخیر میں لکھا گیا ہے۔

بدرالزمان خاں پہلے نگر کا گورنر ہوا۔ بعد میں دہاڑ واڑ کا گورنر بنایا ۱۷۹۲ء کے بعد وزیر فوج اور قلعوں کا انسپکٹر جنرل ہوا)

خط نمبر ۱۶۰

بنام بدرالزمان خاں (۱۸ حیدری = ۲۵ نومبر ۱۷۸۵ء)

آپ باغی موناکول نامی کو اپنے پاس بلانے کے لیئے ایک خط لکھیں۔ اور جب وہ آجائے تو اُس کو گرفتار کر لیا جائے۔

خط نمبر ۱۶۱

بنام سیٹھ خواجہ ہارون۔ سوداگران (۱۹ر حیدری = ۲۶ر نومبر ۱۷۸۵ء)

ہم نے خواجہ [1] کی زبانی سنا ہے۔ کہ تم ہماری، بندر گاہوں میں تجارت کے لئے آنے والے ہو۔ اور بحری قزاقوں کے خوف سے حفاظت کے لئے اپنے جہازوں پر پرتگالی یا انگریزی نشان چڑھا دو گے۔ تم بالکل اطمینان سے بندر گاہ کلی کٹ میں آؤ۔ ہم نے یہاں کے عاملوں یعنی ارشد بیگ خاں فوجدار کلی کٹ اور غلام حیدر عامل منگلور کو اطلاع دے دی ہے یہ یہاں آنے کے بعد تم کو چاہیئے۔ کہ سامان تجارت میں، جن چیزوں کی سرکار خداداد کو ضرورت ہو، مناسب قیمت پر نفع کے ساتھ سرکار کے ہاتھ فروخت کرو،۔ اس کے بعد باقی اشیا جہاں چاہیں فروخت کر سکتے ہو،۔ اور جب چاہیں، واپس جا سکتے ہو،۔

خط نمبر ۱۶۲

بنام راجہ رامچند۔ دیوان بنگلور۔ (۲۰ حیدری = ۲۷ر نومبر ۱۷۸۵ء)

تم نے خان خان علی کے قلعہ کے اندر بندوق سازی کے کارخانہ کی تعمیر کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس عمارت کی جگہ کے لئے چالیس یا پچاس گھر توڑنے ہوں گے اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ یہ گھر غریبوں کے ہیں۔ ان کے عوض، ان لوگوں کو قلعہ کے باہر شہر میں سرکاری خرچ سے مکانات تعمیر کر کے دیئے جائیں۔

---

[1] کرک پیٹرک کی کتاب میں نام نہیں ہے

Marfat.com

خط نمبر ۱۶۳

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا۔ (۲۱ رحیمدی = ۲۸ نومبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے۔ کہ سفارت خانہ کے ملازم پونا کے وزیروں کے ساتھ ساز باز کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح ہمارے مقاصد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ نگرانی کے لئے آپ کے وہاں ہوتے ہوئے بھی اس قسم کی کارروائی کا ہونا تعجب انگیز ہے۔ آپ کیوں انہیں سزائے تازیانہ نہیں دیتے۔ اطلاع دیں۔ کہ کن ملازموں نے ایسا کیا ہے۔

خط نمبر ۱۶۴

بنام بدر الزماں خاں (۲۲ رحیمدی = ۲۹ نومبر ۱۷۸۵ء)

آں عشمت پناہ کا خط اور باغیوں سے حاصل کردہ سامان مویشی اور روپے پیسے کی فہرست ملی۔ اس سامان کو پانچ سو بیلوں پر بار کر کے غلام علی، عامل پالنگ تار (Palingtar) کے پاس بھیجدیں۔ یہاں سے ایک ہزار پیادے سرنگا پٹم آنے والے ہیں۔ آپ کو چاہئے۔ کہ باغیوں ساتھ اُن کے مال و اسباب کو بھی پوری طرح تلاش کریں۔

خط نمبر ۱۶۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۲۵ رحیمدی = ۲ دسمبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ اُس علاقہ کی دو درگاہوں کو آپ نے نذرانے بھیجے ہیں۔ اد

یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ راؤ راستا کی خدمت میں خلعت بھیجی گئی۔ اور راؤ راستا نے کہا ہے کہ وہ اپنا ایک خاص وکیل کچھ خفیہ گفتگو کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیج رہے ہیں آپ راؤ راستا کو یقین دلائیں۔ کہ یہ امر زیادہ دوستی کا باعث ہوگا۔

سفارت خانہ کی تنخواہ کی رقم نہ بھیجی جارہی ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے ماتحت جو متصدی ہیں۔ وہ بغیر آپ کے علم کے ہری پنڈت اور پونا کے وزیروں سے سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ بات آپ کو راؤ راستا کی زبانی معلوم ہوئی۔ یہ تمام آپ کی غفلت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آپ ان کو سزا دینے کے عوض یہاں ان کی شکایتیں لکھ رہے ہیں۔ غالباً یہ آپ کی پیرانہ سالی اور پونا کی گرم آب و ہوا کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کی شرمناک کارروائی کرنے والوں کے نام لکھیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "یہ متصدی جو سازشیں کرتے رہتے تھے، برہمن تھے۔ اور خط میں جن دو درگاہوں کا ذکر آیا ہے، ان سے مراد درگاہِ حضرت حسام الدینؒ اور درگاہ حضرت صلاح الدینؒ ہیں۔ جو مرہٹ واڑی میں ہیں۔ نذر جو بھیجی گئی وہ ایک طبق۔ ایک کمخواب کی چادر اور پچاس روپیہ فی درگاہ تھی۔"

خط نمبر ۱۶۵

بنام بدر الزمان خاں ۲۴/ حیدری = ۳ دسمبر ۱۷۸۵ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ پائین گھاٹ جانے سے پیشتر آپ مقام "نلے" کا دیری

(Tal-e-Kaveri) میں چار دن قیام کریں۔ وہاں باغیوں اور ان کے سامان اور
اُن کے سامان اور مویشی کو اپنے قبضہ میں کر لیں۔ کھیتیوں کو کاٹ دیں۔ کہ باغیوں کو اناج
مل نہ سکے۔ مونا کول کے لیئے پروانہ ملفوف ہے۔ اس کو بلا کر گفتگو کریں۔

تبصرہ

شہنشاہ عالمگیرؒ نے جس وقت جنوبی ہند فتح کیا تھا۔ تو اُس نے اس کو دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہوئے، مغربی یعنی میسور اور اس کے شمال کے پہاڑی علاقہ کو بالا گھاٹ اور مشرقی میدانی علاقہ کو پائین گھاٹ کا نام دیا تھا۔ مغربی علاقہ کا صدر مقام، سرا اور مشرقی علاقہ کا ارکاٹ تھا۔ گھاٹ پہاڑی کو کہتے ہیں۔

تلے کاویری وہ مقام ہے، جہاں سے دریائے کاویری نکلتا ہے

خط نمبر ۱۶۷

بنام برہان الدین ۲۶ رحیدری = ۳ر دسمبر ۱۷۸۵ء

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ زمیندارِ کٹور کے وکیل کو حراست میں لے کر تم نے سید غفار اور سید حمید کے چند سپاہیوں کو قلعہ کے باہر شہر میں آباد کر دیا ہے جس کے بعد حاکم اور گر دناتھ پنڈت نے دونوں قلعوں کی کنجیاں تمہارے حوالے کر دی ہیں اور اب ان لوگوں کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ پانچ فرنگی جن میں ایک پالکی سوار ہے، گرفتار ہوئے ہیں۔ اور رام درگ کا پالیگار بھی مع ایک فرنگی دو کے اس جگہ مل گیا ہے۔ اور یہ کہ تم نے جام دار مل کو رعایا اور کسانوں کی جان و

مال کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ کٹور میں پونک کے بہت سے مہاجن یا اُن کے متصدی مقیم ہیں۔ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ احتیاط رکھیں کہ کوئی بچ کر نہ جانے پائے کیونکہ اکثر مہاجن فقیروں کا بھیس بدل کر نکل جاتے ہیں۔

جن ملازموں کو کٹور کے حاکم نے معزول کر دیا ہے، ان کی تلاش کر کے ان کے عہدے ان کو واپس دیئے جائیں۔ اس کارروائی سے وہاں کے پورے حالات ان کی زبانی معلوم ہو جائیں گے۔ حاکم کٹور کے توشہ خانہ پر تم اپنی اور حاکم کی دونوں مہریں ثبت کر دو۔ تاکہ کوئی چیز چوری نہ چلی جائے۔ حاکم کٹور اُس کے اہل و عیال اور اُس کے خانگی ملازموں کو اپنے اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت دیتے ہوئے، اس بات کی نگرانی رکھو۔ کہ ان میں سے کسی کے پاس گھوڑے نہ رہیں۔

دونوں قلعوں کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد ان کی حالت اور اہمیت سے اطلاع دی جائے۔ اور قدیم قلعہ داروں کے عوض ہماری جانب سے قلعہ دار مقرر کرو۔

کٹور کے رقبہ اور آمدنی بابت اطلاع دو۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ سلطان نے یہ خط اس وقت کورگ سے لکھا تھا، جہاں وہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے گیا ہوا تھا۔ کورگ کی پاس پہلے کی لڑائی کا حال سلطان نے اپنی یادداشتوں میں بھی لکھا ہے۔ اُس کو بجنسہٖ یہاں دیا جاتا ہے۔

یہاں منظر آباد(۱) سے بلکن کورگ کی جانب بڑھا۔ ان لوگوں نے اس وقت بغاوت شروع کی تھی کہ جب میں نصرانیوں سے جنگ میں مصروف تھا اور انہوں نے یہاں اس قلعہ کا بھی محاصرہ کر لیا تھا۔ جہاں سرکار کا گورنر رہتا تھا محاصرہ اس قدر سخت تھا کہ گورنر اور وہاں کی مقیم فوج نے ہتھیار ڈال دیے اور جب وہ قلعہ سے باہر نکلے۔ تو باغیوں نے ان تمام کو قتل کر دیا۔ اور اپنی حقارت ظاہر کرنے کے لیے قلعہ کو ڈھا کر اس کے پتھر تک اس جگہ ڈال آئے۔ جہاں سے یہ لئے گئے تھے اس فتح سے ان کا غرور اور بڑھ گیا۔ یہ خبریں جب مجھے ملیں۔ تو میں نے کمانڈر حیدر علی بیگ کے ماتحت ایک فوج بھیجی۔ جب یہ فوج وہاں (پریاپٹن) پہنچی۔ تو اس کے اور باغیوں کے درمیان دو تین لڑائیاں ہوئیں جن سے معاملات بجائے سلجھنے کے الجھ گئے۔ میں چونکہ نگر جا رہا تھا۔ اس لیے ایک اور فوج کنک گیری کے راجہ کے ماتحت وہاں بھیجی یہ فوج حیدر علی بیگ کی فوج سے مل گئی۔ اور دونوں کمانڈر مل کر آگے بڑھے جب یہ جنگلوں میں دو تین کوس آگے بڑھ گئے۔ تو کورگی جو یہاں چھپے ہوئے تھے، ہر چہار طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ کی سختی کو دیکھ کر حیدر علی بیگ اپنی فوج اور توپوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ لیکن کنک گیری کے راجہ نے آخر دم تک مقاومت کی۔ اور دشمنوں کی بڑی تعداد کو جہنم رسید کر کے

(۱) منظر آباد = اس جگہ پہلے ایک قلعہ تھا جس کو فضل اللہ خاں ہیبت جنگ نے جو حیدر علی کی فوج کے سپہ سالار تھے ڈھا دیا تھا۔ سلطان نے یہاں نو برجوں کا ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام منظر آباد رکھا۔ جس سے بحساب ابجد ۱۱۹۸ ہجری کی تاریخ نکلتی ہے۔ قلعہ اسی سال تعمیر ہوا تھا۔ منظر آباد ہاسن کے جنوب کی طرف قریباً بیس میل پر ہے

خود بھی اپنی جان، جان آفرین کو سپرد کر دی۔

جب یہ خبر مجھے ملی۔ تو میں ملک بل کی تسخیر کے بعد (منظر آباد سے) کورگ کی جانب بڑھا۔ پریا پٹن پہنچ کر فوج کو دو مختلف راستوں سے آگے بڑھایا گیا۔ دو دن کے بعد میں اس جگہ پہنچا، جہاں پہلے سرکار کا گورنر رہتا تھا۔ اس جگہ اب کورگیوں کا کیمپ تھا۔ ان میں سے کئی کورگیوں کو گرفتار کیا گیا۔ لیکن کٹی نایک جوان کا سرغنہ تھا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ جان بچا کر بھاگ نکلا۔ اور اس نے ایک غار میں جو الاتچی کے پہاڑوں میں واقع تھا، پناہ لی۔ یہ جگہ ایسی تھی۔ جہاں وحشی جانور اور پرندے بھی جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ میری فوج نے ان مفرورین کا تعاقب کرتے ہوئے، اس غار کے دہانہ کا پتہ لگایا۔ اور رات کو وہاں کیمپ کیا۔ دوسرے دن میں، جیش کے دو رسالے۔ پانچ سو پیادے اور دو توپیں ساتھ لے کر نکلا۔ توپوں کو غار کے دہانہ پر نصب کیا گیا۔ اور یہاں ایک حفاظتی دستہ مقرر کیا، جس میں ایک جوق اور دو سو پیادے تھے۔ دو یا تین گولے داغنے کے بعد، میں باقی فوج کے ساتھ آگے بڑھا۔ یعنی اس وقت میرے ساتھ دو رسالے اور تین سو پیادے اور چند منتخب آدمی (باڈی گارڈ کے) تھے۔ اگرچہ یہ عین دوپہر کا وقت تھا۔ لیکن یہ غار جس میں بڑے بڑے قد آور درخت تھے۔ ان سے اس قدر ڈھکا ہوا تھا کہ اس وقت بالکل اندھیرا چھایا ہوا تھا اور آدمی مشکل سے اپنے پیر دیکھ سکتا تھا۔ اور جھاڑیاں اس قدر بھری

ہوئی تھیں۔ کہ تلوار سے راستہ صاف کئے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جاسکتا تھا۔ ہم نے کسی نہ کسی طرح غار کا آدھا راستہ طے کیا تو اندھیرا اس قدر بڑھ گیا کہ اب یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ آفتاب کدھر اور کہاں ہے اس مشکل میں سبھوں نے نہایت کوشش کی۔ کہ آفتاب کو دیکھیں کیونکہ اسی پر غار کے راستہ کی دریافت منحصر تھی۔ کئی آدمی درختوں پر چڑھے۔ کہ آفتاب کو دیکھ سکیں۔ بہت دیر تک اس کی رتی بھر روشنی بھی نظر نہ آئی۔ آخر کار ایک آدمی جو فوج سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ آفتاب کو دیکھ کر نیچے آیا۔ اور مجھے مغرب کی سمت دکھائی۔ اور کہا کہ اب دن کے صرف تین گھنٹے باقی ہیں سمت دریافت ہو جانے سے میں غار میں اور دو تین کوس تک بڑھ کر اس کی حد تک پہنچ گیا۔ غار کی اس حد پر ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں کٹی نایک کے تین مکان تھے لیکن خالی۔

جب میں یہاں پہنچا تو اس وقت غروب آفتاب کا وقت تھا۔ اس لئے میں نے ان مکانوں میں قیام کیا۔ اور اپنی فوج کو ان کے اطراف میں حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ یہاں میں نے سپاہیوں سے کہا۔ کہ ممکن ہے۔ کہ دشمن اچانک رات کے وقت آجائے۔ اور فاصلہ سے بندوقیں چلا کر کتوں، سوروں اور گیدڑوں کی طرح شور کرے اس لئے تم کو چاہئے کہ بندوقیں لے کر کھڑے نہ رہیں۔ بلکہ زمین پر بیٹھ جائیں۔ اور جو کتے وغیرہ نزدیک آئیں، ان کو ڈرا کر بھگا دیں۔ اس

Marfat.com

پر عمل کرتے ہوئے ہمیرے سپاہی، رات بھر بیٹھے رہے۔ صبح کے قریب ان کتوں اور گیدڑوں (مراد کورگیوں) نے ہر طرف سے آگ گولیاں چلائیں۔ اور خوب شور مچایا جس کے جواب میں ہمیرے سپاہی بالکل خاموش رہے۔ کورگیوں نے اس وقت اتنا شور مچایا تھا کہ جنگلی جانور بھی ڈر کر بھاگ گئے ہونگے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ چلے گئے۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی سفر مینا کو حکم دیا کہ اس غار میں پچاس گز چوڑا راستہ کاٹیں۔ اس کام کو انھوں نے شام تک ختم کر دیا۔ اس کے دوسرے دن میں اپنی پوری فوج کو، جو دیانہ کے پاس چھوڑی گئی تھی، یہاں بلا لیا۔ اس کے بعد میں اس فوج کے ساتھ پہاڑی کے دروں کی جانب اور تین کوچ کیا۔ اور راستے میں ہر جگہ حفاظتی دستے چھوڑے اور انہیں حکم دیا۔ کہ جو کورگی بھی نظر آئے گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن معلوم ہوا کہ کیتی نایک۔ ان ہی جنگلی راستوں سے ہوتا ہوا، اپنے اہل و عیال کے ساتھ تلچری (Tellicherry) فرار ہو گیا ہے۔ اور یہاں اپنی طبعی موت مر کر جہنم واصل ہوا ہے۔ اس خبر کے سننے پر، میں نے اس کے تابعین کو حضوری میں طلب کر کے کہا۔ کہ وہ جا کر اس کے اہل و عیال اور سامان لے آئیں۔ ان چوروں نے جا کر اس کے اسباب اور اہل و عیال اور تین ہاتھی لے آئے۔

یہاں سے میں اپنے خاص جلو کے ساتھ، اس راستہ سے جو

نیا بنایا گیا تھا، واپس ہو کر چند منزلوں کے بعد مرکرا (Mercara) پہنچا۔ یہاں کا قلعہ بھی باغیوں نے ڈہا دیا تھا۔ اس جگہ میں دو تین دن تک ٹھہرا رہا۔ اور خوب معائنہ کرنے کے بعد قلعہ کو از سرِ نو بنانے کا حکم دیا اور میر زین العابدین کو یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔ اس فتح کی خوشی میں مرکرا کا نام ظفر آباد رکھا گیا۔ جس سے بحساب ابجد تاریخِ فتح نکلتی ہے۔ یعنی ۱۱۹۸ھ

(مزید نوٹ :- کورگیوں کی یہ چھٹویں بغاوت تھی۔ اس کو فرو کرنے کے بعد سلطان نے مرکرا (ظفر آباد) میں وہ اعلان شائع کیا جس کا ذکر خط نمبر ۱۵ کے تحت کیا گیا ہے۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس اعلان کی نقلیں سلطان نے اپنی دستخط اور مہر سے تیار کر کے کورگیوں کے ہاتھوں میں بذاتِ خود دی تھیں۔

خط نمبر ۱۴۸

بنام سید حمید و سید غفار سپہ داران (۲۸ رحیدی = ۵ دسمبر ۱۷۸۵ء)

تمہاری عرضیاں پہنچیں معلوم ہوا۔ کہ کنٹور کے قلعہ پہ قبضہ کر لیا گیا ہے اور اب وہاں ہمارا دستہ مقیم ہے۔

تم کو چاہیے کہ مختلف مقامات پر نہایت معتمد آدمیوں کو مقرر کرو۔ تاکہ وہاں کی کوئی چیز لٹ نہ جائے۔ نیز یہ کہ رعایا کے مال و املاک کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ تم کو اس معاملہ میں نہایت سخت اور تاکیدی احکام جاری کرنے چاہئیں۔

خط نمبر ۱۶۹

بنام ارشد بیگ خاں۔ فوجدار کلی کٹ
(یکم طلوعی = ۸ر دسمبر ۱۷۸۵ء)

تم کسی نہ کسی طریقہ سے کرتی ناڈ (Kurtinad) کے راجہ "ورما راج"

اس کے بھائی سبابت، اور اُس کے گماشتہ انند کہ وپ کو اپنے پاس بلالو

اور جب وہ آجائیں۔ تو انہیں نظر بند کر کے حضوری میں اطلاع دو۔ تم کو یہ معاملہ

بالکل مخفی رکھنا چاہئے۔

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ باغی نائروں کے سرغنہ تھے

خط نمبر ۱۷۰

بنام میر کاظم۔ داروغہ کوٹھی مسقط
(۲ طلوعی = ۹ر دسمبر ۱۷۸۵ء)

اطلاع دی جاتی ہے کہ اعلیٰ قسم کا صندل فی کھنڈی ایک سو بیس پگوڈے

قسم دوم ایک سو پگوڈے قسم سوم نو دپگوڈے اور قسم چہارم فی کھنڈی اسّی پگوڈے

اور کالی مرچ بھی اسّی پگوڈے کے نرخ سے مقرر کی گئی ہے۔ تم اس سے کم

قیمت پر یہ چیزیں فروخت نہ کرو۔ اگر یہ چیزیں دو سال تک رکھی رہیں تب

بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔

تم کو گندھک اور تانبہ سستی قیمت پر خرید لینا چاہئے۔ سونا اور سیسے کی

ضرورت نہیں ہے۔ تم کو چاہئے۔ کہ سالانہ تیس من پستے۔ دو سو من بادام اور

پندرہ من کشمش بھی خرید کر بھیجو۔ تم خود ہرمز جا کر نہایت خوبصورت اور بڑے بڑے موتی خریدو۔ چھوٹے موتیوں کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

خط نمبر ۱۷۱

بنام شاہ محمد وحید اللہ (۲۷ر طلوعی = ۹ر دسمبر ۱۷۸۵ء)

آں بشیخت مآب کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ رنگ محل کی تعمیر کے لئے جس قدر لکڑی کی ضرورت ہے۔ سابقہ احکام کے مطابق حاصل کرلیں۔ اس معاملہ میں ہر دفعہ احکام طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیز اس کام کے لئے اور جن چیزوں کی ضرورت ہو، وہ بھی فراہم کر لئے جائیں۔

تبصرہ

انتزاع سلطنت کے بعد بنگلور کا یہ سلطانی محل توڑ دیا گیا۔ اب صرف اس کا دروازہ باقی ہے۔ جس کو ٹیپو سلطان کا محل کہا جاتا ہے۔ اس پر جو کتبہ لگا ہوا تھا۔ وہ بنگلور کے عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے۔

خط نمبر ۱۷۲

بنام راجہ رام چندر۔ دیوان بنگلور (۳ طلوعی = ۱۰ دسمبر ۱۷۸۵ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ ہسکوٹہ اور دوسرے مقامات پر جو فوجی دستے متعین ہیں، ان کی سالانہ بدلی کا وقت آگیا۔ اور نئے دستے وہاں جانے والے ہیں۔ ان کی تنخواہ کی فہرست تیار کی جا رہی ہے۔ متصدی کہتے ہیں۔ کہ ان کو جو پیشگی دی گئی ہے

Marfat.com

وہ وضع کر لی جائے۔ لیکن تمہارے پاس اس کے متعلق کوئی احکام نہیں ہیں۔ تمہارے پاس جو تحریری ہدایات ہیں۔ وہ صرف مستقل کاموں کے لئے ہیں اس طرح کے عارضی کاموں میں تم کو حالات دیکھ کر کام کرنا چاہئے۔

نیز تم نے لکھا ہے۔ کہ قلعہ دار سید پیر نے جیش اور احشام کے سپاہیوں کی تنخواہ طلب کی ہے۔ اس کے متعلق تمہارے پاس تحریری احکام موجود ہیں۔

خط نمبر ۱۷۳

بنام شمس الدین خاں، داروغہ توشک خانہ سرنگا پٹم (۱۵ طلوعی = ۱۲ دسمبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ جو اٹھارہ بستے شالوں کے رکھے ہوئے ہیں، انہیں کھول کر دھوپ دی جائے۔ مابعد ان میں زیرہ اور دوسری چیزیں ڈال کر حفاظت سے پھر ویسے ہی بستوں میں لپیٹ کر رکھ دو۔

خط نمبر ۱۷۴

بنام بدر الزماں خاں (۱۷ طلوعی = ۱۴ دسمبر ۱۷۸۵ء)

باغی موناکول کے متعلق عنقریب آپ کو حکم بھیج دیا جائیگا (معاملہ زیر غور ہے)

خط نمبر ۱۷۵

بنام شاہ نور اللہ (۱۸ طلوعی = ۱۵ دسمبر ۱۷۸۵ء)

ہمارے سابقہ احکام کے بموجب آں حشمت دستگاہ کو چاہئے۔ کہ منگلور جاکر

Marfat.com

وہاں کے عامل سے اپنے سفر کے لیے جن جن چیزوں کی ضرورت ہو، حاصل کر لیں۔ اور انہیں تدری (Tadri) بھیج دیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ موم کے علاوہ، پندرہ سو موم بتی درکار ہیں۔ آپ کو جتنی موم بتیوں کی ضرورت فی الحقیقت محسوس ہو، اتنی عامل سے حاصل کر لیں۔

تبصرہ

تدری ساحل کنارا پر ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ جہاں سلطانی جہاز جبکہ انہیں کوئی کام نہیں ہوتا تھا، ٹھہرا کرتے تھے۔

خط نمبر ۱۶۱

بنام راجہ رام چندر۔ دیوان منگلور (۸ طلوعی = ۱۵ دسمبر ۱۷۸۵ء)

حکم دیا جاتا ہے کہ سید محمد خاں، قلعہ دار پٹن نے جو لوربین چیلا بھیجا ہے۔ اس کو ساڑھے چار پگوڈے ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے کسی کام پر لگایا جائے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک۔ اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ چیلے سے مراد متبنیٰ غلام (Adopted Slave) کے ہیں چیلوں سے وہی سلوک ہوتا تھا۔ جو خاندان کے خاص لڑکوں سے کیا جاتا تھا۔ یعنی ان کو بھی خاندان کا ایک رکن سمجھا جاتا تھا۔ اس خط میں جس چیلے کا ذکر ہے۔ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اسی قسم کی ایک شق "خانہ زادوں" کی ہوا کرتی تھی اور وہ بھی

Marfat.com

"غلام" اور "حرم" کے بطن سے ہونے کے باوجود اچھے سلوک سے نوازے جاتے تھے۔ احسان کی جاں نثاریوں سے سلطنت کو استحکام حاصل ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں غلامی کے انسداد کے جو منطقی اور عملی طریقے رکھے گئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا جس کا پرتو ہمیں جا بجا اسلامی تاریخ کے اوراق پر دکھائی دیتا ہے۔ منجملہ ان لوگوں کے بعض لوگ خود بھی "حلقہ بگوش" ہو جاتے تھے۔ اور چونکہ وہ نہ تو رشتہ دار ہوتے تھے۔ نہ غلام بچہ۔ اس لئے ان کی عجیب سی پوزیشن تھی۔ ان کی اسی پوزیشن کا لحاظ کر کے مغلوں نے انہیں "چیلوں" کا خطاب دیا تھا۔ دہلی میں ایک پورا محلہ ان کا آباد تھا۔ اور اب تک یہ نام جاری ہے۔ گو مکین محلہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ جو بالکل قدرتی ہے۔

خط نمبر ۱۷۷

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا (۸ طلوعی = ۱۵ دسمبر ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ سازشوں کے متعلق جب آپ نے متصدیوں سے دریافت کیا تو وہ ایک دوسرے پر الزام رکھنے لگے۔ آپ کو چاہئے کہ سب کا بیان ایک ساتھ لینے کی بجائے ان سے علیحدہ علیحدہ بیان لیں۔ اور انہیں کے ہاتھ سے تحریر کرائیں۔

نہایت ضروری اور اہم خطوط بذریعہ ڈاک نہ بھیجیں۔ بلکہ خاص ہرکاروں کے ہاتھ بھیجے جائیں۔ پونا سے ڈاک کا سلسلہ عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ امید ہے

Marfat.com

کہ اندر راؤ راستا کے پاس سے جو خط آیا ہے، آپ نے اس کا مناسب جواب دے دیا ہوگا۔

آپ نے یہ خوب کیا کہ راؤ راستا کے یہاں جو شادی ہوئی تھی، اس میں آپ نے اپنی جانب سے خلعتیں اور تحائف بھیجے۔ آپ ان کے مکان پر متصدیوں کو کیوں لے جاتے ہیں۔ دراصل انہی باتوں سے وہ خیرہ سر ہو جاتے ہیں۔

درگاہوں سے حاصل شدہ تبرکات موصول ہو گئے۔

خط نمبر ۱۷۸

بنام ناظمان ڈاک

(سرکلر گشتی)

اطلاع دی جاتی ہے کہ ہم نے کوس کا فاصلہ، چھ ہزار گز شرعی، مقرر کیا ہے حکم دیا جاتا ہے کہ ڈاکیہ اس فاصلہ کو ڈیڑھ گھڑی میں طے کرے اگر اس حساب سے ڈاکیہ وقت پر ڈاک لا کر نہ دے۔ تو سزا دی جائے اگر دیر دوسرے علاقہ کے ڈاکیوں سے ہوئی ہو۔ تو اس کی اطلاع حضوری میں دی جائے۔ تم کو چاہیئے کہ ہر خط پر مہینہ۔ دن اور وقت ثبت کرو۔ ان احکام پر سختی سے عمل کیا جائے، تاکید جانو۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ کوس کا فاصلہ پونے تین میل کا تھا۔

اور ڈیڑھ گھڑی سے مراد ۴۴ چوالیس منٹ ہیں

Marfat.com

خط نمبر ۱۷۹

بنام علی راجہ بی بی کننانور (۹ طلوعی = ۱۶ دسمبر ۱۷۸۵ء)

آں خاتونِ عصمت پناہ کا خط فخرالدین کے ذریعہ ملا۔ اس میں آپ نے اپنی مشکلات کا ذکر کیا ہے۔ دنیا کی رسم یہی ہے۔ ملازم اور ماتحت اسی لئے رہتے ہیں کہ اطاعت اور وفاداری سے خدمات بجالائیں نہ کہ سرتابی اور بے وفائی کریں۔

ہم نے آں عفت پناہ سے خواہش کی تھی۔ کہ یہاں قدم رنجہ فرماکر ممنون کریں لیکن چند در چند وجوہ ظاہر کر کے آپ نے یہاں آنا ملتوی رکھا ہے۔ اگر تشریف لے آئیں۔ تو بہت سے معاملات سلجھ جاتے۔

لاؤ در ماراجہ کو جو آپ کے علاقہ سے یہاں آکر باریاب ہوا تھا، ہم نے اس کو آپ کی خواہش کے مطابق پر کل تعلق میں زمین اور دوسرے انعامات دیئے ہیں۔ دیگر حالات آپ کو فخرالدین کے ذریعہ معلوم ہونگے۔

تبصرہ

(خط کشیدہ الفاظ سلطان کے خطوط میں موجود ہیں، جنہیں کرک پیٹرک نے حاشیہ میں دیا ہے۔ یہاں بھی وہی بحال رکھے گئے ہیں)

خط نمبر ۱۸۰

اعلان (۱۰ طلوعی = ۱۷ دسمبر ۱۷۸۵ء)

اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ سلطان کا یوم پیدائش ۱۴ طلوعی (۲۱ دسمبر) کو منایا جائے۔

اس کا طریقہ حکم نامہ میں موجود ہے۔

تبصرہ

یہ اعلان حکومت کے تمام محکموں کے نام تھا۔

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس دن عام تعطیل ہوتی تھی اور خوشیاں منائی جاتی تھیں اور صبح ہی تقریباً دس بجے پریڈ کے ساتھ اکتیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔

سلطان کے یوم پیدائش کے متعلق اگرچہ مختلف روایتیں موجود ہیں۔ کرک پیٹرک نے پھر لکھا ہے کہ سلطان ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ کرنل ولکس لکھتا ہے کہ سلطان کی پیدائش ۱۷۵۲ء میں ہوئی دیون ہلی میں جہاں سلطان پیدا ہوا تھا، حکومت میسور نے جو کتبہ لگایا ہے۔ اس میں ۱۷۵۱ء کندہ ہے۔ غالباً یہ صحیح ہے۔ اس حساب سے اس کا یوم پیدائش ۱۲ دسمبر ۱۷۵۱ء ہے۔

خط نمبر ۱۸۱

بنام فراست (Firasat) خوجہ اعتمادی (۱۴) طلوعی = ۱۲ دسمبر ۱۷۸۵ء

تمہاری مرسلہ فہرست ادویات میں چند ایسے عطریات کے نام مندرج پائے گئے ہیں، جو یورپین ملکوں کی پیداوار ہیں۔ لہذا حکیم محمد بیگ سے مشورہ کر کے تم ان کی بجائے یونانی ادویات تجویز کرو

Marfat.com

خط نمبر ۱۹۳

بنام محی الدین علی خاں - دیوان کڑپہ (۲۹ طلوعی ۵ جنوری ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے کہ "جو علاقہ آپ کے ماتحت ہے، اس میں سیسے کی کان دریافت ہوئی ہے" اس خط کے ساتھ سات عدد نمونے بھی موصول ہوئے۔ اب تم دریافت کر رہے ہو کہ یہ دھات بیلوں پر لاد کر یہاں بھیجی جائے۔ یا حضوری میں سے کسی آدمی کو اس کے لئے بھیجا جائیگا؟"

تم کو جس قدر سیسہ ملے اس کو سندھوٹ (Sidhout) میں جمع کرتے رہو۔ یہ امر قدیم سے مشہور ہے کہ جہاں زمین میں چاندی ہوتی ہے۔ وہاں اوپر کی سطح سے سیسہ نکلتا ہے۔ تم کو اس جگہ کی کچھ مٹی بھیجنی چاہئے (تاکہ یہاں معمل میں کیمیائی امتحان کیا جائے۔ عنقریب اس کام کے ماہرین کو وہاں بھیجا جائیگا۔

تبصرہ

(یہ عام طور پر مشہور ہے۔ کہ سرنگاپٹم میں مسجد اعلیٰ سے بجانب جنوب ایک بہت بڑا محل تھا۔ اس وقت تک اس عمارت کی نیویں بطور آثار دکھائی دیتی ہیں)

خط نمبر ۱۹۴

بنام رن مست خاں۔ حاکم کرنول (۲۹ طلوعی ۵ جنوری ۱۷۸۶ء)

آپ کا نامۂ خیریت ملا:-

Marfat.com

چند دن پہلے، ہم بنگلور وغیرہ کے قلعوں کے معائنہ کے لئے ایک بالکل معمولی فوج کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ اس عرصہ میں خبر ملی۔ کہ کورگ میں بغاوت پھیل گئی ہے۔ ابن الغرض اور قابو طلب باغیوں نے بڑی بڑی اُمیدیں باندھ کر، ہماری عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، خوب سر اُٹھایا تھا۔ اس خبر کے ملتے ہی، ہر ممکن سرعت سے ہم وہاں پہنچے اور ان قابو طلبوں سے پچاس ہزار کو قید کر لیا گیا۔ اور باقی کورگی ہماری فوج کی آمد کی خبر سن کر ایسے جنگلوں میں جا کر چھپ گئے، جہاں پرندے پر مارتے ہوئے، ڈرتے ہیں۔ ان قیدیوں کو ان کے ملک سے نکال کر یہاں لایا گیا۔ اور انہیں مسلمان بنا کر احمدی فوج میں داخل کر لیا گیا ہے۔

یہ خوشخبری دوستوں کے لئے باعثِ مسرت اور منافقوں کے لئے باعثِ تنبیہ ہے۔ ہم نے آپ کو اپنا ایک مخلص دوست اور اسلام کا حامی سمجھ کر یہ اطلاع دی ہے۔

اب ہم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اس جانب (کرنول) ہماری فوجِ ظفر موج کے ساتھ آکر اس دوست سے ملاقات کریں جس کی ایک عرصہ سے ہمیں خواہش ہے۔ اس وقت راجہ دھرم داس اور خواجہ لطف اللہ... (کرنول کے ایلچیان) کو اجازت دے کر یہاں سے اس دوست کے پاس واپس بھیج دیا گیا ہے۔

اُمید کی جاتی ہے۔ کہ ملاقات ہونے تک آں مہربان اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہیں گے۔

Marfat.com

تبصرہ

ڈکرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اس خط کے پہنچنے پر دن مست خاں نے اپنی اس فوج کو جو سندیال میں جمع ہو رہی تھی۔ واپس بلا کر سلطان کی خدمت میں از سر نو تحائف بھیجے۔

خط نمبر ۱۹۵

بنام میر احمد علی۔ تعلقدار نرسی پور (۹ / ۲ / طلوعی = ۵ / جنوری ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ معزول عامل پہرہ میں سے فرار ہو گیا ہے۔ تم کو فوراً اس کی گرفتاری کا انتظام کرنا چاہیئے۔ یہ شخص سرکار کے تیس ہزار پگوڈے غبن کر گیا ہے۔ اس کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔

خط نمبر ۱۹۶

بنام شمس الدین خاں۔ داروغہ توشہ خانہ (۳۰ / طلوعی = ۶ / جنوری ۱۷۸۶ء)

تم نے اپنے خط کے ساتھ متصدیوں کی ایک تحریر بھیجی ہے، جس میں انہوں نے بارگیر کچہری کا حساب جلد از جلد چکا دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ تحریر واپس کی جاتی ہے تم کو چاہیئے کہ متصدیان مذکور کو ڈرا دھمکا کر جلد سے جلد یہ حسابات تیار کر دیں۔ ان پر ایک سزاول (نگران) مقرر کیا جائے۔ یہ امر نہایت ضروری سمجھا جائے۔

Marfat.com

خط نمبر ۱۹۷

بنام میر غلام علی خاں (مقام تل کا دیری) (۷ رکیم یوسفی ۶۰ ۲ جنوری ۱۷۸۶ء)

سرکار خدا داد کے اس علاقہ میں کافور کے درخت دریافت ہوئے ہیں آپ کے لئے اس کا عرق دو شیشوں میں بھیجا جاتا ہے ۔ آپ اس کو اپنے پیروں پر ملیں اور ایک تولہ عرق گوشت کے شوربہ میں ڈال کر پئیں اور اطلاع دیں کہ اس سے کچھ فائدہ ہو رہا ہے یا نہیں ۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے ۔ کہ غلام علی خاں کو وجع المفاصل کا مرض تھا ۔ اور یہ بھی مشہور ہے ۔ کہ وہ ایک نقرئی کرسی پر سوار ہو کر جاتا تھا ۔ اس لئے انگریزوں نے اس کا نام "غلام آف دی سلور چیر" نقرئی کرسی کا غلام رکھا تھا ۔ زوالِ سلطنت کے وقت یہ غدار میر صدور تھا ۔

خط نمبر ۱۹۸

بنام میر کاظم ۔ دارو غہ کوٹھی مسقط (۶ ریوسفی ۱۲ جنوری ۱۷۸۶ء)

تمہارا خط اور موتی ملے ۔ ان کی قیمت بھی معلوم ہوئی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر بہت زیادہ صرف ہوا ہے آئندہ اگر بحرین میں سستے موتی ملیں تو وہاں سے خریدو ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسقط میں نہ خریدے جائیں ۔ دس غوطہ خوروں کو پیشگی رقم دے کر یہاں بھیجو ۔ ہمارا ارادہ ہے کہ کھڈیال بندر کے

پاس موتی تلاش کر کے دیکھیں۔ ہم کو یہاں تانبے یا سیسہ کی ضرورت نہیں ہے۔ گندھک خرید ئے۔

ہمیں دس ایسے کاریگروں کی ضرورت ہے جو ڈہو (ساحل عرب کی دیسی کشتیاں) بنا سکیں۔ انہیں فراہم کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ایک سو خلاصی بھی فی خلاصی سات روپیہ ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے روانہ کرو۔ یہاں آنے کے بعد ان کی تنخواہ بڑھادی جائے گی۔

تمہارے خطوں میں اکثر تاریخ نہیں ہوتی۔ آیندہ دن۔ تاریخ۔ ماہ اور سنہ برابر لکھا کرو۔ اور ہمارے جو خطوط تم کو ملیں۔ ان پر بھی تاریخ رسید ڈالیں۔ احتیاط کرو۔ کہ کالی مرچ اور الائچی بالکل خشک نہ ہو جائیں۔ یہ چیزیں اور صندل کی لکڑی، جب خاطر خواہ نفع ملے، فروخت کر دیئے جائیں۔

تم نے لکھا ہے۔ کہ گودام کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا گیا ہے۔ ہم اپنی خاص تجارتی کوٹھی تعمیر کرنے کے لئے عنقریب وہاں آدمی بھیج دیں گے۔

خط نمبر ۱۹۹

بنام رن مست خاں۔ حاکم کرنول (۷ ربیع الثانی = ۱۳ جنوری ۱۷۸۶ء)

آپ کی دوستی کی قدر کرتے ہوئے، ہم نے گیارہ لاکھ کی رقم میں جو ازراہ پیش کش واجب الادا تھی۔ چار لاکھ روپے منہا کر دیئے تھے۔ کیونکہ آپ کے وکیلوں نے آپ کی مشکلات کا ذکر کیا تھا۔ اب اور پچاس روپے وضع کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اُس علاقہ کو جو اُس دوست کا تھا۔ اور اب ہمارے ماتحت ہے۔ ہم نے دیوان اور بخشی قلعہ حصار (گوتی) کو لکھا ہے۔ کہ یہ آپ کے حوالے کر دیا جائے دوستی و محبت کا تقاضا ہے۔ کہ ایسا ہی کیا جائے۔ اُمید کہ آں مہربان وقت مقررہ پر واجب الادا رقم بھیج دیں گے۔ تاکہ دوستی کا سرچشمہ اور زیادہ جاری و پابند رہے۔

اُس قدر و منزلت کے لحاظ سے جو ہمارے دل میں آپ کے لئے ہے ایک مہتابی خلعت اور ایک ہاتھی روانہ کئے جاتے ہیں، اپنی خیریت کی خبر سے ہمیں ہمیشہ مسرت بخشیں۔

تبصرہ

خط نمبر ۱۹۰ میں بتایا گیا تھا۔ کہ کرنول کی فوج نندیال میں جمع ہو رہی تھی۔ اور خط نمبر ۱۹۴ میں جب سلطان نے اُدھر آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو رنمست خاں نے ڈر کر سلطان کی خدمت میں تحائف بھیجے۔ جس کے جواب میں سلطان نے نہ صرف پیش کش کی رقم میں چار لاکھ روپے معاف کر دیئے۔ بلکہ وہ علاقہ بھی اس کو دے دیا۔ نیز خلعت اور ہاتھی بھی روانہ کئے۔

خط نمبر ۲۰۰

بنام میر معین الدین (۱۰ ایوسفی = ۱۶ر جنوری ۱۷۸۶ء)

بفضل خدا و تائید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کورگ کی بغاوت فرو کر دی گئی

ہے۔ پچاس ہزار آدمی گرفتار ہوئے جنہیں زمرۂ احمدی میں شامل کر لیا گیا
ہے۔ یہ خوشخبری آں بہادر کو سناتے ہوئے اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہم ۱۲ ربیع ثانی کے دن
یہ تخت سے روانہ ہونے والے ہیں۔ لہذا تم اپنی فوج کے ساتھ فوراً آکر شریک
ہو جاؤ۔

تبصرہ

میر معین الدین۔ یہ غدار پہلے کرناٹک میں انگریزی فوج میں ملازم تھا۔ بعد میں سلطان کی ملازمت میں آیا۔ اس کو سپہ دار کا عہدہ دیا گیا۔ بعد میں سپہ سالار اور قلعہ دار ہوا۔ ۱۷۹۹ء کی جنگ میں قلعہ کی کمان اس کے ہاتھ میں تھی۔ پورنیا اور اس غدار نے ۴ مئی کے دن تنخواہ کے بہانے فوج کو نہتا کر دیا جس کے بعد انگریزی فوج کو قلعے پر آنے کا اشارہ دیا۔ اس وقت سید غفار مغربی گوشے کی کمان پر تھا۔ جہاں سے انگریزی فوج کا حملہ ہونے والا تھا۔ سید غفار پر سبز چھتری سایہ کئے ہوئے پکڑی گئی۔ یہ انگریزوں کے لئے اشارہ تھا۔ انھوں نے سید غفار کو توپ کے گولہ سے اڑا دیا۔ بعد میں سید غفار کی جگہ شیخ اسماعیل سپہ دار نے لی۔ یہ بھی اسی طرح مارا گیا۔ شاید ان اشارات کو ہی دیکھ کر سلطان کے کسی وفادار سپاہی نے اس غدار کا خاتمہ کر دیا بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وہ سلطان کا رشتہ دار تھا۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ سلطان نے اس کی لڑکی سے ۱۷۹۱ء میں نکاح کیا تھا۔ ایک سال بعد اس لڑکی کا زچگی کے سلسلہ میں انتقال ہو گیا۔ اور بچہ بھی اسی وقت مر گیا۔ اور جو رشتہ قائم ہوا تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ شاید اسی نسبت سے

Marfat.com

اس غدار کو نواب کہا جاتا ہو۔

خط نمبر ۲۰۱

بنام ماؤ سیٹھ — ۱۰ر یوسفی = ۱۶ر جنوری ۱۷۸۶ء

تمہارا خط جو نرکم داس اور غوث محمد خاں کے ذریعہ بھیجا گیا تھا، ملا۔ تم چاہتے ہو۔ کہ بندر بہ کلی کٹ (Calicut) میں ایک کوٹھی کھولیں۔ یہ ہماری عین خوشی کا باعث ہے۔ خانِ مذکور نے کہا ہے۔ کہ "ہمارے افسر فی ڈنگی چالیس روپے بحری محصول طلب کرتے ہیں"۔ اور تم چاہتے ہو۔ کہ یہ محصول منسوخ کر دیا جائے۔ تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے۔ کہ "امام مسقط، ہر کشتی پہ دس روپے محصول لیتے ہیں اور سلطنتِ خداداد کی کشتیوں سے صرف چھ روپے۔ لہٰذا تمہاری خواہش ہے کہ مسقط والوں سے ہم بھی ایسا ہی سلوک کریں"۔ تم نے یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ تمہارے گماشتوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے چاول خریدنے کی اجازت ہو۔

یہ جواب لکھا جاتا ہے۔ کہ ہم تمہیں جو رعایتیں دے رہے ہیں۔ ان کی نقلیں ارسال ہیں۔

تم نے ہمیں مشورہ دیا ہے۔ کہ ہم اپنی تجارتی کوٹھیاں منڈوی (کچھ) اور بندر جام نگر میں کھولیں۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے۔ ہم چند معتبر آدمیوں کے ہاتھ خطوط اور تحائف، وہاں کے حاکموں کے نام روانہ کر رہے ہیں۔ اس موقع پر ہم چاہتے ہیں۔ کہ تم اپنے رسوخ سے کام لے کر ہمارے ان ایجنٹوں کا وہاں کے راجاؤں سے تعارف کراؤ۔ اور کوٹھیاں کھولنے کی اجازت حاصل کرنے میں مدد دو۔

Marfat.com

تبصرہ

سلطان نے منڈدی اور جام نگر کے علاقہ میں ایک تجارتی کوٹھی کھولی تھی۔ جس کا ذکر آئندہ صفحات میں ملے گا۔

خط نمبر ۲۰۲

بنام عامل بندر کلی کٹ
(۱۰ ریوسفی = ۱۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

تجارت پناہ ناؤ سیٹھ، باشندہ مسقط کی دوستی و محبت کا لحاظ کرتے ہوئے حکم دیا جاتا ہے۔ کہ ان کی جو پانچ ڈنگیاں بندرگاہ میں ہیں، ان سے کوئی محصول نہ لیا جائے۔ یہ حکم تاکیدی ہے۔

خط نمبر ۲۰۳

بنام جملہ عاملانِ سلطنتِ خداداد
(۱۰ ریوسفی = ۱۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

سلطنت خداداد کی تمام بندرگاہوں کے عاملوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تجارت پناہ ماؤ سیٹھ ابن راؤ سیٹھ تاجرِ مسقط کی جو کشتیاں تجارت کے لئے ہماری بندرگاہوں میں آئیں۔ ان سے مقررہ محصول کا صرف ⅖ حصہ لیا جائے۔ اس سے زیادہ ہرگز نہ لیں۔ تاکیدی حکم ہے۔

خط نمبر ۲۰۴

بنام عامل کوٹیال بندر (منگلور)
(۱۰ ریوسفی = ۱۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

معلوم ہو کہ تجارت پناہ ماؤ سیٹھ کے ایجنٹ سرکاری کوٹھیوں سے چاول

Marfat.com

خریدنے کے بعد اگر مقامی تاجروں سے بھی چاول خریدنا چاہیں۔ تو کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

خط نمبر ۲۰۵

بنام امام مسقط ۱۰ ربیع الثانی = ۱۶ جنوری سنہ ۱۷۸۶

آپ کا نامۂ خیریت ملا۔ اُس دوستی و محبت کا لحاظ کرتے ہوئے، جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے، ہم نے اپنی تمام بندرگاہوں کے عاملوں کو حکم دے دیا ہے۔ کہ آپ کے خاص جہاز اور کشتیوں سے مقررہ محصول کا صرف نصف وصول کریں۔ اس لئے اب آپ اپنے جہاز وغیرہ متواتر روانہ کریں۔ ہمارے ایجنٹ میر کاظم سے آپ کو پورے حالات معلوم ہونگے۔

اپنی بندرگاہوں میں ہم نے سخت احکام جاری کر دیئے ہیں۔ کہ پرتگالی انگریزی سوداگروں کے ہاتھ ہرگز ہرگز چاول فروخت نہ کیا جائے۔ چونکہ ان کے ماتحت علاقوں میں چاول کی سخت کمی ہے، اس لئے یہ یورپین، تاجران مسقط کا بھیس بدل کر، دوسرے تاجروں کے ذریعہ چاول خریدنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے سدِ باب کیلئے ہم نے انتناعی احکام بھیج دیئے ہیں۔ کہ جب تک اصلی تاجر بھی ہمارے ایجنٹ مقیم مسقط کے دستخط اور مہر سے سرٹیفکیٹ نہ لائیں، مال فروخت نہ کیا جائے۔ لہذا آں جناب سے توقع ہے۔ کہ آپ اپنے تاجروں کو حکم دیں گے۔ کہ آیندہ یہاں آنے سے پہلے، ہمارے ایجنٹ سے سند حاصل کرلیں، جس کے لئے کوئی فیس نہیں ہے۔

Marfat.com

تبصرہ

اس تحریک ترک موالات کے سلسلہ میں خط نمبر ۱۳۴ دیکھا جائے۔

خط نمبر ۲۰۶

بنام بدرالزمان خاں (۲۳ ربیع الثانی = ۱۹ جنوری ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ موناکول (Monakol) نامی باغی کو سولی دی جائے اور اس کے اہل و عیال کو طلب کر کے قید میں رکھا جائے۔ اگر موناکول کا بھتیجا پچیس سال سے زیادہ عمر کا ہو۔ تو اس کو بھی سولی دے دی جائے۔

موناکول کے ساتھی باغی، جو دو سو کی تعداد میں گرفتار ہوئے ہیں، انہیں احمدی (یعنی مسلمان) بنا کر، اسد رسالہ میں داخل کیا جائے۔ جو یہاں سے نگر کو بھیجا گیا ہے۔

آپ بھی اپنی فوج کے ساتھ نگر جائیں۔ اور وہاں دوم دیوان نگر سے ملیں جو اس وقت بیدنور میں مقیم ہے۔ اور اپنے علاقہ کے حساب و کتاب کا معائنہ کریں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے افسوس سے لکھتا ہے:۔ کہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدقسمت "موناکول" آخر کار کسی نہ کسی طریقہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کو سولی دے دی گئی۔

خدا جانے کرک پیٹرک کو ایک باغی سے اس قدر ہمدردی کیوں پیدا ہو گئی تھی۔ شاید اس لئے۔ کہ وہ سلطان سے بغاوت کرتا تھا

لیکن یہی کرک پیٹرک اس حقیقت سے واقف ہے۔ کہ سلطنت خداداد پر انگریزی قبضہ کے خلاف اسی سال جب ملک ملّم میں بغاوت ہوئی تو اس کمیشن نے جس میں کرک پیٹرک بھی شامل تھا۔ حکم دیتی ہے۔ کہ باغیوں کو پھانسی دے دی جائے۔ منرو جس کو بغاوت فرد کرنے پر مامور کیا گیا تھا، لکھتا ہے:-

میں نے باغی ڈٹل ہگڈا۔ اس کے لڑکے اور تمام بڑے ایجنٹوں کو پھانسی دے دی ہے۔ اور آئندہ جو شریر بھی بغاوت کرنے کی جرأت کرے گا۔ اس کو اسی راستہ پر پہنچا دیا جائے گا (سوانح منرو جلد اول صفحہ ۲۷۰۔ ایمپائر اِن ایشیا صفحہ ۲۰۸) تعجب ہے۔ کہ کرک پیٹرک کو ان باغیوں سے ہمدردی نہیں ہوتی۔

خط نمبر ۲۰۷

بنام میر مولا خاں۔ قلعہ دار مدگل۔ (۱۰ ر یوسفی = ۱۶ جنوری ۱۷۸۶ء)

غلام محی الدین، فوجدار کنجن گڑھ کو حکم بھیجا گیا ہے۔ کہ چھ ہزار روپے تم کو دیدے۔ یہ روپیہ بھیجکر تم اپنے بھائی کو بُلا لو۔

تم نے لکھا ہے۔ کہ وہاں کے بڑے حاکم اپنے سے چھوٹوں کیساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے تمہیں اطلاع دی تھی۔ کہ حضوری میں آ جاؤ لیکن تم نے پیش بینی کرتے ہوئے، وہیں رہنا پسند کیا۔

سچ ہے۔ کہ شوربہ برتن ہی میں رہنا پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۰۸

بنام محمد اشرف - داروغہ دیوان کچہری گوتی (۱۳ ار یوسفی = ۱۲ جنوری ۱۷۸۶ء)

تمہارا خط ملا - اور جو روپیہ کہ تم نے پٹن کے خزانہ کو بھیجا ہے۔ اُس کا حساب بھی موصول ہوگیا۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ تم دس نئے "الگی" ملازم رکھنا چاہتے ہو۔ پہلے سے تمہاری کچہری میں تمہارے ماتحت ایک سو چپراسی ہیں۔ معلوم نہیں۔ کہ تم اُن دس الگیوں کو کیوں ملازم رکھنا چاہتے ہو، شاید یہ تمہارے جلو کے لئے ہیں؟۔ تم کو چاہئے۔ کہ مالگذاری کی وصولی کے لئے اُنہی چپراسیوں سے کام لو۔

خط نمبر ۲۰۹

بنام راجہ پیگو (برما) (۱۶ یوسفی = ۲۲ جنوری ۱۷۸۶ء)

محمد قاسم اور محمد ابراہیم کے ذریعہ خدمت عالی میں دو گھوڑے اور ایک جہتابی خلعت بھیجی جاتی ہے۔ ان لوگوں کو اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ میسور اور پیگو کی سرکاروں میں باہمی فائدے کے لئے تجارت کا سلسلہ قائم ہو۔ اس ملک سے جن چیزوں کی ضرورت ہو۔ انہیں وہاں بھیجا جا سکتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ پیگو میں قیمتی لعل ملتے ہیں۔ اس لئے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ آپ اپنے وزیروں کو حکم دیں۔ کہ لعل خریدنے میں وہ ان کی مدد کریں۔

تبصرہ

اس کتاب میں سلطان کے جو بحری احکام دیے گئے ہیں

ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان کو اس مشن میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور اس نے بر ساتِ تجارت کرنے کیلئے چند خاص قسم کے جہازوں کے بنانے کے احکام دیئے۔ ان جہازوں پہ تانبے کی چادریں چڑھائی جاتی تھیں۔ کرک پیٹرک کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بعد میں ان جہازوں کو استعمال کیا۔ اور یہ بہت دیرپا ثابت ہوئے۔

خط نمبر ۲۱۰

بنام احسان اللہ خاں ۔۔۔ ۲۳ ریوسفی = ۲۹ جنوری ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ مرحوم قادر آغا کا سونا، چاندی، گھوڑے اور مویشی وہاں کے قلعہ دار اور عامل کے حوالے کر کے اس سے رسید حاصل کر لی جائے تم نے بہت اچھا کیا۔ کہ ان کے ملازم کو فوج اسدالہی میں بھرتی کر لیا۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ قادر آغا لاولد اور لاوارث فوت ہو گیا تھا۔ اسی لئے اس کا مال سرکاری خزانہ میں داخل کر لیا گیا)

سلطان نے جو کچھ کیا۔ وہ بالکل شریعت اسلام کے مطابق تھا اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۱۱

بنام شاہ نور اللہ رئیس جوتر کی بھیجا گیا تھا) (۲۵ ریوسفی = ۳۱ رجنوری ۱۷۸۶ء)

کتاب فتح المجاہدین کی دو جلدیں ارسال ہیں۔ ان کتابوں کی وصولی آپ کی کتاب رسید میں درج کریں۔ ایک کتاب آپ اپنے پاس رکھیں اور دوسری جوقدار محمد امام کو دیں۔ اور نظر رکھیں۔ کہ وہ اس کتاب کے مندرجہ قوانین کے مطابق اپنی ماتحت سپاہ سے ڈرل کرائے۔

خط نمبر ۲۱۲

بنام غلام علی خاں رئیس جوتر کی بھیجا گیا تھا) (۲۶ ریوسفی = یکم فروری ۱۷۸۶ء)

آپ کے اس وفد میں جو ترکی جا رہا ہے حسب ذیل آدمی آپ کے ساتھ ہونگے ان میں پانچسو سات پیادے ہیں۔ جو غلام محی الدین خاں، بخشی نگر اور رنگاراؤ کے ماتحت ہیں۔ اس پارٹی کی آدمیان سے مقررہ کام لیں۔

تفصیل

جوقدار مبارک خاں کے ماتحت سپاہ اسد الہی	۷۱
جوقدار محمد امام کے ماتحت سرداول جیش	۱۰۰
رسالدار فقیر محمد کے ماتحت سوار	۲۵۰
میزان	۴۲۱

Marfat.com

ملازم

کمال چیلا	۱	
جاروب کش	۲	
ہرکارے	۱۰	
مشعلی	۶	
علمبردار	۴	
منشی	۱	۲۴
دوباشش	۲	
متصدی	۱	۳
بہرام کے ماتحت مختلف کاموں کیلئے ملازم	۲۱	
گولہ انداز	۳۱	
ترجمان (محمد علی جو انگریزی اور فرانسیسی بانیں جانتا تھا)	۱	۵۳
میزان		۵۰۱

خط نمبر ۲۱۳

بنام میر غلام علی خاں   ۲۶ ر یوسفی ۔ یکم فروری ۱۷۸۶ء

قسطنطنیہ پہنچنے کے بعد آپ ہر تیسرے دن سرادل اور اسد الہی سپاہیوں کو فی آدمی چار چار خالی کارتوس دیں ۔ تاکہ وہ ڈرل کے وقت استعمال کرسکیں ۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۱۴

بنام میر غلام علی خاں (۲۸ ر یوسفی = ۳ر فروری ۱۷۸۶ء)

آپ کا خط اور فہرست ملی۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ نرسیا، دیوان نگمہ سے ابھی آپ کو کیا کیا سامان وصول کرنا باقی ہے۔ سفر کا موسم قریب ہے۔ آپ کو عجلت کرنی چاہیئے۔ جو آدمی آپ کے ساتھ جائیں گے۔ انہیں بھیج دیا گیا ہے۔

آں عصمت مآب کی خواہش کے مطابق نرسیا کو سامان جلد بھیج دینے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

خط نمبر ۲۱۵

بنام برہان الدین (۲۸ ر یوسفی = ۳ فروری ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ کٹور کے دیسائی (چودھری) اور اس کے اہل وعیال کو مع اس کے تمام مال اسباب، سونا، چاندی، جواہرات، گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ بحفاظت پہرہ میں بھیجا جائے۔

مزید حکم دیا جاتا ہے۔ کہ دیسائی کے ان تمام ملازموں کو جو نا قابلِ اعتبار ہیں قید کر کے یہاں بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۲۱۶

بنام سید پیر۔ قلعہ دار بنگلور۔ (۲۸ ر یوسفی = ۳ر فروری ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ جیش اور احشام کے لئے تین سو رنگروٹ بھرتی کئے گئے ہیں

Marfat.com

اور ان کی فہرست کچہری دیوانی میں داخل کر دی گئی ہے لیکن راجہ رامچندر ان کی تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلے میں لیت ولعل کر رہے ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے ہماری ہدایات کو طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے۔ ورنہ راجہ رامچندر سے بیجا بحث نہ کرتے۔ مذکورہ راجہ کا رویہ بالکل درست ہے اگر تم ان احکام کو، جو تم کو پہلے بھیج دیئے گئے تھے۔ بغور دیکھتے۔ تو تم کو اس معاملہ میں یہاں لکھنے کی ضرورت نہ لاحق ہوتی۔

تبصرہ

۱۷۹۱ء کی جنگ میں، یہ قلعدار، قلعہ کی حفاظت کرتے ہوئے، شہید ہو گیا۔ اس کا مزار قلعہ کے دروازے کے اندر موجود تھا۔ اب شاید مٹ چکا ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۱۷

بنام شاہ نور اللہ (۲۹ ریوسفی = ۴ فروری ۱۷۸۶ء)

آپ نے اطلاع دی ہے۔ کہ آپ کے ہمراہ جو ہاتھی ہیں، ان میں ایک مست ہو گیا ہے۔ یہ مہاوتوں کی بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ آپ انہیں سزا دیں۔ اور مست ہاتھی کو علیحدہ کرا دیں۔

خط نمبر ۲۱۸

بنام برہان الدین (۲۹ ریوسفی = ۴ فروری ۱۷۸۶ء)

سنا گیا ہے۔ کہ دشمن کی فوج ایک بڑی تعداد میں آگئی ہے۔ اور تم پر اچانک حملہ

کرنے کا موقع تلاش کر رہی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ دہاڑواڑ کے قریب اپنا کیمپ ڈالو۔ اور بار برداری کے تمام سامان کو نگر بھیج دو۔ تاکہ نقل و حرکت میں آسانی ہو۔ تم کو اس معاملہ میں تمام ضروری احتیاط عمل میں لانی چاہئیں۔ مبادا نہ کرے کہ دشمن تم پر اچانک حملہ کرے۔

خط نمبر ۲۱۹

بنام تربیت علی خاں، نائب دیوان منگلور (۲۰ یوسفی ۵ فروری ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ "آپ ہماری ملازمت میں اس لئے داخل ہوئے ہیں۔ کہ وفاداری سے کام کریں۔ اور اس میں کسی کی رعایت اور طرفداری نہ کریں۔" اور یہ کہ "تم اپنا تمام وقت سرکاری کاموں میں صرف کرتے ہو۔"

تم کو افسوس ہے۔ کہ نارسائی بخت کی وجہ سے اس علاقہ کا ناظم اور سرکارے تمہارے کام کی ہمیں اطلاع نہیں دیتے۔ "تمہاری تندہی اور وفاداری سے ہم واقف ہیں۔ اور اسی لئے تم کو اس بڑے عہدہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جو ناظم اور سرکارہ وہاں ہیں۔ ان کا کام کچھ اور ہے۔ تو تم کس طرح توقع کر سکتے ہو۔ کہ وہ تمہاری اطلاعیں ہمیں بھیجنے کا کام بھی سرانجام دیں۔

تم نے لکھا ہے۔ کہ "کتاب قوانین کے مطابق اگر اٹھاونی حسابوں کی تنقیح کی جائے۔ تو سرکار کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ اس لئے اس علاقہ کے لوگ تمہاری اس دخل دہی کو ناپسند کرتے ہوئے، تمہارے خلاف رپورٹیں بھیجتے ہیں۔" تم کو علم ہونا چاہیئے۔ کہ اگر قانون کے مطابق آمد و خرچ کے حسابوں میں کچھ بچت پیدا ہو تو ری

ہونے والی ہے۔ تو بغیر کسی خوف کے حسابوں کی تنقیح کرو۔

تم نے ایک شخص کی سفارش کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "مالگذاری کی وصولی کے لئے، اگر اس شخص کو مقرر کیا جائے۔ تو اس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ علاوہ بقایا باقی وصول کرنے کے وہ آئندہ دو تین لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی بڑھا دے گا۔

انشاء اللہ ہم عنقریب اُدھر آنے والے ہیں۔ اُس وقت تحقیق کی جائیگی۔ اس شخص کو اُس وقت تک مقرر نہ کیا جائے۔

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے مالگذاری وصول کرنے کے لئے ایک منظم قانون بنا دیا تھا۔ جس کا حوالہ اِس خط میں موجود ہے۔ میں نے اس کتاب کی بہت تلاش کی؛ لیکن نہیں ملی۔ ممکن ہے۔ کہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہو۔ جہاں زوالِ سرنگاپٹم کے بعد سلطان کے تمام دفاتر اور کاغذات بھیج دیئے گئے تھے۔

بہر طور تربیت علی نائطہ نے چاہا تھا۔ کہ یا تو مالگذاری بڑھا دی جائے۔ یا کسی شخص کو مقرر کر کے تشدد سے لگان وصول کرے۔ جس کی اجازت سلطان نے نہیں دی۔

خط نمبر ۲۲

بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور (۳۰ رایزدی = ۸ر فروری ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ فوج اسد الٰہی میں اسّی نائر بھرتی ہوئے ہیں۔ تم نے

Marfat.com

ان کو جب مقررہ رسد درپیشگی دینی چاہی۔ تو قلعہ دار سپہیر نے اس رقم میں اضافہ چاہا۔ معلوم ہو۔ کہ اس کے متعلق جو منضبط قانون ہے۔ اس پر ہی عمل کیا جائے۔

تبصرہ

اسد الٰہی فوج میں ہندو اور مسلمان دونوں قوم کے سپاہی تھے
احمدی فوج میں صرف نو مسلم ہوتے تھے

خط نمبر ۲۲۱

بنام راجہ رامچندر و تربیت علی خاں۔ بنگلور (۱۳ رائندی = ۷ فروری ۱۷۸۶ء)

جب کبھی نئے رنگروٹ بھرتی کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو تم دونوں اور قلعہ دار سپہیر مل کر ان کا معائنہ کریں۔ اور صرف وہی جوان بھرتی کئے جائیں۔ جو اس کام کے قابل اور مضبوط نظر آئیں۔ تم کو چاہیئے کہ اس سے قبل سپہیر نے جو رنگروٹ بھرتی کئے ہیں۔ از سرِ نو ان کا بھی معائنہ کریں۔

خط نمبر ۲۲۲

بنام بدر الزمان خاں (۸ رائندی = ۱۳ فروری ۱۷۸۶ء)

آپ کے دونوں خط ملے جن میں بائیس نائروں کی گرفتاری اور ان میں سے ۱۳۵ کو مسلمان بنا کر احمدی فوج میں اور گیارہ کو اسد الٰہی فوج میں داخل کرنے کی اطلاع ملی۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ ان سب کو قلعہ دار نگر کے ماتحت کر دیا گیا

Marfat.com

ہے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ قلعہ دار مذکور کے نام سخت احکام جاری کریں۔ کہ ان لوگوں سے نہایت درجہ شفقت کا برتاؤ کرے۔ تاکہ یہ لوگ بددل نہ ہو جائیں۔

خط نمبر ۲۲۳

بنام برہان الدین (۸ رایزدی = ۱۳ر فروری سنہ ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ سپہ داروں کے متفقہ مشورہ سے اب تم نے اپنا کمپ گکٹور کے قریب ڈالا ہے۔ جو نہایت مضبوط اور محفوظ مقام ہے۔ تم کو بہت ہوشیاری سے رہنا چاہئے۔

حیدر علی بیگ کے ماتحت ایک سو سوار اور دو یا تین سو پیادے دے کر گکٹور کے حاکم اور اس کے متعلقین کو اس دستہ کی محافظت میں بھیج دو۔

تم نے یہ اچھا کیا۔ کہ گکٹور کے ماتحت جو دو گاؤں ہیرا اور جاموتی ہیں، ان پر قبضہ کرتے ہوئے اول الذکر قلعہ میں ایک سپہ دار اور تین سو سواروں کو متعین کر دیا۔

خط نمبر ۲۲۴

بنام برہان الدین (۹ رایزدی = ۱۴ر فروری سنہ ۱۷۸۶ء)

یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کہ تمہارا توپ خانہ سپاہیوں کے کیمپ سے کچھ فاصلہ پر نصب ہو۔ اس کا کیمپ کے قریب ہی رہنا اچھا ہے۔ تم کو چاہیئے۔ کہ دشمن کی نقل و حرکت کی خبر لیتے رہو۔ اور بوقت ضرورت بالکل تیار رہو۔

Marfat.com

تبصرہ

رکرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "کہ سلطان کو مرہٹوں کے حملہ کا یقین تھا لیکن انھوں نے بجائے حملہ کرنے کے شہر بادامی کا محاصرہ کر لیا۔"

خط نمبر ۲۲۵

بنام چشتی یار خاں (۱۱ ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ = ۱۶ فروری ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ "کہ طرفداروں (یعنی شیخ دار یا ریونیو انسپکٹر) کو ایک طلائی موہوٹا جو تنخواہ مل رہی ہے، یہ ان کے گزارہ کے لئے ناکافی ہے۔ اس لئے اس کام کے لئے قابل لوگ جو خوش اسلوبی سے کام انجام دے سکیں، نہیں ملتے۔"

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ ان تعلقوں کے طرفداروں کی تنخواہ میں ضرور اتنا اضافہ کیا جائے، جو تمہارے خیال میں مناسب اور ان کی معیار زندگی کے مطابق ہو۔

خط نمبر ۲۲۶

بنام عبدالحکیم خاں، حاکم شاہنور (۱۵ ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ = ۲۰ فروری ۱۷۸۶ء)

آپ نے جو خط بدست گوپال کشن بھیجا تھا، موصول ہوا۔ آپ نے پیشکش کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کے متعلق معلوم ہوا۔ آپ کو یہ رعایت دی جاتی ہے۔ کہ اپنی پیش کش بجائے ایک قسط کے چار قسطوں میں ادا کریں۔ دیوان نرسیا کو اس کے متعلق ہدایت کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

چھبیس ۲۶ لاکھ روپے جو آپ کے وزیروں اور افسروں نے غبن کیا ہے اس کا حساب بغور معائنہ کریں۔ ان لوگوں کو سزائے تازیانہ وغیرہ دے کر یہ رقم ان سے وصول کرنے کی تدبیر کریں۔

خط نمبر ۲۲۷

بنام نوازش علی خاں ابن شجاع الدولہ ۱۶ اردی بہشت ۱۲۰۱ ایزدی = ۲۱ فروری ۱۷۸۶ء

آپ کی درخواست موصول ہوئی۔ سفر خرچ کے لئے آپ کو ایک تنخواہ بھیجا جاتا ہے اندن سبھی (Andan Sabhi) ہمارے حکم کے مطابق آپ کے پاس آئے گا۔ آپ کے اور سبھی کے لئے راہداری کے پروانے ملفوف ہیں۔ روپیہ موصول ہونے پر آپ حضوری میں آجائیں

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ معلوم نہیں۔ کہ یہ کون نوازش علی خاں ہے۔ جس کو بلانے کے لئے روپیہ بھیجا گیا تھا۔ شجاع الدولہ تو نواب اودھ کا خطاب ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ اُس کے فرزندوں میں کوئی نوازش علی بھی تھا یا نہیں۔

خط نمبر ۲۲۸

بنام ارشد اللہ خاں بخشی احشام ۱۶ اردی بہشت ۱۲۰۱ ایزدی = ۲۱ فروری ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ ملک گیری کے قلعہ دار سے غبن شدہ رقم وصول کر کے

اس کو مقام ... پروانہ کرتا ہے۔ نیز یہ بھی حکم دیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ کسی قلعہ دار کو بغیر خاص سلطانی حکم کے نہ معزول کیا جائے۔ اور نہ اس کو اس کی جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کیا جائے۔ یہ تاکیدی حکم ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ خط میں جس مقام کا نام ہے۔ وہ پڑھا نہ جا سکا۔

خط نمبر ۲۲۹

نام ارشد اللہ خاں بخشی احشام (۱۶ ایندی = ۲۱ فروری ۱۷۸۶ء)

معلوم ہوا۔ کہ تم نے کنک گیری کے قلعہ دار سے غبن شدہ رقم وصول کر کے اس کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آئندہ بغیر منشائے سلطانی کے کسی قلعہ دار کو ملازمت سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ یہ حکم تاکیدی ہے۔

تبصرہ

(معلوم ہوتا ہے۔ کہ خط نمبر ۲۲۸ لکھنے کے بعد احسان اللہ کا ایک اور خط سلطان کو ملا تھا۔ جس کا یہ جواب لکھا گیا ہے)

خط نمبر ۲۳۰

نام لطف علی خاں و شاہ نور اللہ خاں (۲۲ ایندی = ۲۷ فروری ۱۷۸۶ء)

تین سرو پیچ اور تین پدک، جن کی قیمت چھتیس ہزار دو سو تیس روپیہ ہے

Marfat.com

ایک سربمہر بکس میں بھیجے جاتے ہیں۔ آپ کو پہلے جو تین عدد کلغی، تین بسر پیچ اور تین پدک بھیج گئے تھے، وہ کم قیمتی ہیں۔ ان کے عوض اب یہ نئی چیزیں روانہ ہیں تفصیل خط میں لکھی گئی ہے۔ اپنی کتاب رسید میں ان کا اندراج کر لیا جائے۔

تبصرہ

(یہ وفد ترکی جا رہا تھا۔ غالباً یہ چیزیں سلطان ترکی کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تھیں۔

خط نمبر ۲۴۳

بنام لطف علی خاں۔ غلام علی خاں۔ (۲۴ رابعہ ذی دیکم مارچ ۱۷۸۶ء)
شاہ نور اللہ خاں و محمد حنیف

آپ کے خطوط ملے۔ آپ نے لکھا ہے کہ تمام سامان سفر درست ہو گیا ہے۔ اور جہازوں پر لاد دیا گیا ہے۔ اور اب آپ صرف سیاہ اسد الہی اور جواہرات کے پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں سیاہ اسد الہی کو کچھ عرصہ ہوا بھیج دیا گیا تھا۔ اور وہ اس وقت تک پہنچ گئے ہونگے۔ جواہرات اب روانہ کئے جا رہے ہیں۔ ان کے موصول ہونے پر آپ جلد از جلد سفر شروع کر دیں۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ جدہ جانے کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی مسقط یا بصرہ جا سکتے ہیں۔ آپ نے اس کے متعلق ہماری مرضی دریافت کی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ہم نے عثمان خاں کو بھیجا تھا، جو بصرہ اور بغداد کی راہ سے قسطنطنیہ پہنچے تھے۔ ان سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بغداد سے قسطنطنیہ کو کاروان ساٹھ دن میں پہنچتا ہے۔ اس وقت بہتر یہی ہے۔ کہ آپ بھی اسی راستہ سے سفر کریں۔

Marfat.com

بہ ہماری خواہش ہے۔ کہ بصرہ کو ٹھیکہ پر حاصل کر لیا جائے۔ لہذا کئی وجوہ کی بنا پر آپ کا وہاں جانا مناسب ہے۔ آپ وہاں پہنچکر بندرگاہ وغیرہ کا معائنہ کریں۔ اس کے بعد آپ یہاں سے نجف اشرف جائیں۔ اور وہاں کے علما اور حکام سے ملیں۔ اور خواہش ظاہر کریں۔ کہ ہم دریائے فرات سے ایک نہر نکال کر وہاں تک لانا چاہتے ہیں۔ ان کی ضروری اجازت ملنے کے بعد روپیہ اور لوگ (انجنیئر) وغیرہ وہاں اگلے سال بھیج دیے جائیں گے۔ اس نہر کے متعلق آپ ہمیں ضرور اطلاع دیں۔ تاکہ ہم اس کے مطابق انتظام کر سکیں۔

سپاہ اسد الہی اور جواہرات کے ملنے پر آپ بغیر کسی توقف کے سفر شروع کر دیں۔ تاکید ہے۔

۱؎ بعد سے جزیرۂ سرنگاپٹم میں آب رسانی کے لئے زمین دوز نہریں بنائی گئی تھیں۔ ان نہروں کو اس بڑی نہر سے پانی ملتا تھا۔ جو جزیرہ کے آرپار جنوب سے شمال کو نکالی گئی تھی میتھک سوسائٹی جرنل ۱۹۱۹ء (اکتوبر) میں لکھا ہے۔ کہ یہ تمام نہریں سلطان کے حکم سے بنائی گئی تھیں۔ یہ بڑی نہر اب بھی موجود ہے۔ اس کو اب نالہ کہا جاتا ہے۔ یہ نہر میسور اور پکشوان کے راستہ میں جو پل ہے۔ اس پر سے شروع ہو کر قلعہ کے مشرق کی طرف میدان (عیدگاہ کا میدان) سے ہوتی ہوئی دریا دولت باغ کے مغرب میں دریائے کاویری کی شمالی شاخ سے ملجاتی ہے سلطان کو فن انجنیری سے نہایت شوق تھا یہ اسی شوق کا نتیجہ تھا کہ دریائے کاویری پر بند باندھنے کی تجویز اس نے کی تھی (اسی تجویز کو عملی جامہ پہنا کر ریاست میسور نے اس کا نام کرشنا راج ساگر رکھا ہے۔ اور سلطان کا کتبہ بھی دروازے پر لگا دیا ہے) انگریزی تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ جب سلطانی محل پر قبضہ ہوا۔ تو سلطانی میز پر پرکار اور اقلیدس کے نقشے پائے گئے۔

تبصرہ

مندرجہ بالا دو خطوط نمبر ۲۲۲ اور ۲۲۳ پر تبصرہ کرتے ہوئے، کرک پیٹرک لکھتا ہے :۔ کہ

" اس وفد کو جو ترکی جا رہا تھا۔ سلطان نے جو ہدایات دی تھیں۔ وہ سرنگاپٹم کے کاغذات میں موجود تھیں۔ اور اس وفد نے سفر کی جو ڈائری لکھی تھی۔ وہ بھی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ میں ان کی نقل نہ لے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وفد کو نہ صرف ترکی بھیجا گیا بلکہ اسے فرانس جانے کی بھی ہدایت کی گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے اس وفد کو شاہ فرانس سے راز کی بات چیت کرنے کی ہدایت دی تھی۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ سلطان کس ذریعہ سے بندر بصرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ اس کے عوض وہ بندر منگلور ترکی کو دینا چاہتا تھا۔ بہر طور سلطان کی یہ تجویز بے کار محض تھی۔ اس کا کچھ مقصد معلوم نہیں ہوتا مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ سلطان کی یہ تجویز کہ دریائے فرات سے نجف تک نہر نکالی جائے تشنۂ تکمیل ہی رہی۔"

سلطان نے اس وفد کو جو ہدایات دی تھیں، اس کی ایک نقل راقم الحروف کو جناب محمد سیٹھ صاحب میسور ایم۔ ایل۔ اے کی عنایت سے ملی ہے۔ اور وہ پوری کی پوری اس کتاب میں دی جاتی ہے۔ اس ضمن میں میری جو رائے ہے۔ وہ اس کے سلسلہ میں وہاں مندرج کر دی ہے۔ کرک پیٹرک نے یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ کہ ہدایات کی کتاب

Marfat.com

اس کو نہیں ملی۔ بٹسن نے ان ہدایات کے موجود ہونے کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔

خط نمبر ۲۳۲

بنام بدرالزماں خاں (۲۵ رایندی = ۲ رمارچ ۱۷۸۶ء)

جیش رکھے سپاہیوں کو کوٹ تقسیم کرنے کے بعد اس کی قیمت ان کی تنخواہوں سے کاٹ لی جائے۔ احشام کے سررشتہ داروں اور گماشتوں کو، ان ہدایات کے مطابق، جو آپ کو پہلے دی گئی ہیں، الاؤنس دیا جائے۔ اور کورگیوں کے بچوں کو جو پانچ سے دس سال تک کے ہوں۔ انہیں روزانہ نقد ایک ایک پیسہ دیا جائے

تبصرہ

پوری سلطنت میں بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسے جاری تھے نہ صرف کورگیوں کے بچوں کے لئے بلکہ تمام یتیموں کے لئے سلطان نے یتیم خانے بھی بنائے تھے۔ آج نہ ان مدرسوں کا نام و نشان ہے اور نہ یتیم خانوں کا۔ حکومت مسلطہ نے مدرسوں کو مٹا کر مسلمانوں کی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ انگریزی اور کنٹری کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے پہلا۔ اردو مدرسہ سرکار کی جانب سے ۷۷ سال بعد یعنی ۱۸۷۶ء میں بنایا گیا۔

خط نمبر ۲۳۳

بنام بدرالزمان خاں (۲۷ رایزدی = ۴ مارچ ۱۷۸۶ء)

اس وقت کنلی درگ اور نگر (Knulidrug and Nagar) علاقہ کے دوسرے شہروں میں جس قدر کورگی عورتیں اور بچے ہیں انہیں یکجا جمع کرتے ہوئے ان کا سابقہ منظور شدہ الاؤنس بحال کر دیں۔

خط نمبر ۲۳۴

بنام محمد غیاث - پونا (۲۷ رایزدی = ۴ مارچ ۱۷۸۶ء)

پانچ ماہ پہلے ہم نے دو ہرکاروں کے ذریعہ مادھوجی بھونسلے (حاکم ناگپور) کے لئے ایک خط اور خلعت روانہ کی تھی۔ اس کے متعلق ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی، اس لئے ہم نے اب اور دو ہرکاروں کو روانہ کیا ہے۔ انہیں آپ ناگپور بھیجدیں۔ ان کے پاس حاکم ناگپور کے نام ایک خط ہے۔ آپ اس معاملہ کو بالکل صیغۂ راز میں رکھیں۔

حاکم ناگپور کے حالات سے مطلع ہونے کے بعد، آپ ایک قابل اعتماد اور ہوشیار آدمی کو ناگپور میں تعینات کریں۔ کہ وقتاً فوقتاً ہم کو وہاں کے خیالات سے آگاہ کرنے کے علاوہ، یہ شخص ہمارے اور اس حاکم کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا کرے۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ :-

Marfat.com

"مادھوجی بھونسلے حاکم ناگپور، پونا کے ماتحت تھا۔ سلطان کو نہیں چاہئے تھا۔ کہ بغیر پونا کی مرضی کے اس سے تعلقات پیدا کرتا۔" لیکن کرک پیٹرک کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس قسم کی کارروائیوں کی ابتدا ہندوستان میں خود ایسٹ انڈیا کمپنی سے ہوئی تھی۔ محمد علی والاجاہ جو کرناٹک کا نواب تھا، وہ نظام الملک صوبہ دار دکن کا ماتحت تھا اور خود صوبہ دار دکن، شہنشاہ ہند کے ماتحت اور اسی طرح بنگالہ میں میر جعفر سراج الدولہ کا وزیر اور ملازم تھا۔ انگریزوں نے انہیں سے تعلقات پیدا کر کے سازشیں کیں۔ اور خود سلطنت خداداد میں سلطان کے ملازموں سے سازشیں کر کے، اس سلطنت کو تباہ کیا۔ جن میں خود کرک پیٹرک کا بھی بڑا حصہ تھا۔ کیونکہ لارڈ ولزلی نے ۱۷۹۸ء میں سلطنت خداداد میں سازشیں کرانے کے لئے، جن افسروں کو مقرر کیا تھا۔ ان میں کرک پیٹرک بھی تھے۔ اور یہی کرک پیٹرک کا دوسرا بھائی حیدرآباد میں سازشیں کر رہا تھا۔ اسے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

خط نمبر ۲۳۵

بنام بدرالزمان خان (۲۸ رائزدی = ۵ مارچ ۱۷۸۶ء)

آپ نے لکھا ہے۔ کہ چیچک کی وجہ سے پانچسو کورگی فوت ہوگئے ہیں۔ آپ کو

Marfat.com

چاہئے۔ کہ ان کورگی قیدیوں کو ایسی جگہ رکھیں۔ جہاں کی آب وہوا ان کو راس آئے کیونکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ ان کا ملک گھنے جنگلات سے بھرا ہوا ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ اسی زمانہ میں سلطان نے بدرالزمان خاں کو متعدد خطوط لکھے۔ جن میں چھترے فراہم کرنے کا حکم تھا۔ کیونکہ سلطان ادھونی پر چڑھائی کی تیاری کر رہا تھا

خط نمبر ۲۳۶

بنام زین العابدین بخشی احشام فیض حصار گوتی۔ (۲۹/ اسفندی = ۲ مارچ ۱۷۸۶ء)

ہری ہر کے ہرکارہ کے تقرر کا حکمنامہ تمہارے حسب المراد، یہاں ملفوف ہے۔ سیسہ اور بارود کے متعلق تم وہی کرو۔ جو تحریری احکام میں موجود ہے ان کی موجودگی میں تمہارا اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا حیرت انگیز ہے۔

خط نمبر ۲۳۷

بنام برہان الدین (یکم بیاضی = ۳ مارچ ۱۷۸۶ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ ہلکر، گیک واڑ اور دوسرے مرہٹہ سردار تیس ہزار فوج جمع کر کے، آں نور چشم کی فوج پر چھاپہ مارنے والے ہیں۔ اور شولاپور کے راجہ کا وکیل اور گجن گڑھ کا زمیندار، دشمن کی اس فوج کے سپہ سالار سے ملے تھے، جہاں ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ اور ان کو آمادہ کیا گیا۔ کہ اپنی اپنی فوج لے کر وہ بھی

Marfat.com

شامل ہو جائیں۔ اس نورِ چشم کو حد درجہ احتیاط کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

خط نمبر ۲۳۸

بنام برہان الدین (۳ ربیا ضی ۱۲۱۴ء ۹ مارچ ۱۷۸۶ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ تکوجی، ہلکر (Holkar) اور گیک واڑ، ارادۂ باطل کے ساتھ تمہاری طرف بڑھ چکے ہیں۔ لہٰذا حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنا کیمپ دھاڑ واڑ کے قلعہ کے قریب ڈال لو۔ اور احتیاط کا کوئی ذریعہ باقی نہ چھوڑو۔ اس علاقہ کے تمام باشندوں کو دشمن کی نقل و حرکت کی خبر لینے اور ہوشیار رہنے کی اطلاع دی جائے۔

خط نمبر ۲۳۹

بنام راجہ رامچند۔ دیوان بنگلور (۳ ربیا ضی ۱۲۱۴ء ۹ مارچ ۱۷۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ تم نے جو سر رشتہ دار بنگلور تپ سپاہ (؟) کو رخصت دے کر بھیجا ہے۔ اس رخصت کو منسوخ کر کے، کام پر واپس بلا لو۔ سر رشتہ دار مذکور کے ذمہ سرکار کے دو لاکھ روپیہ واجب الوصول ہیں۔ یعنی اسے ان روپوں کا حساب دینا ہے۔ ورنہ تم اس کے ذمہ دار قرار دیئے جاؤ گے۔

خط نمبر ۲۴۰

بنام محمد واصل۔ قلعہ دار ترمری (۴ ربیا ضی ۱۲۱۴ء ۱۰ مارچ ۱۷۸۶ء)

تم کو قلعہ کی حفاظت کے کام میں نہایت مستعد رہنا چاہیئے۔ تاکہ حیدرآبادی

Marfat.com

سوار اگر دوبارہ وہاں آئیں۔ تو اُن کی سرزنش کر سکیں۔ تمہاری درخواست کے مطابق گوگی کے بخشی و احتشام کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ کہ تم کو رسد اور بارود وغیرہ مہیا کرے۔ یہ حکم نامہ وہاں بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۲۴۱

بنام میر مجیب علی بخشی و احتشام فیض حصار (گوگی) (۱۹ ربیاضی = ۱۰ مارچ ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم مری کے قلعہ کو رسد اور بارود وغیرہ فوراً بھیجدیں" کتاب قانون سے معلوم ہوگا۔ کہ کس قسم کے قلعوں کو کتنی کتنی مقدار بھیجی جانی چاہئے"

خط نمبر ۲۴۲

بنام غلام احمد قاضی نگر (۱۸ ربیاضی = ۱۲ مارچ ۱۷۸۶ء)

آں شریعت دستگاہ نے لکھا ہے۔ کہ لکوٹی (Lakoti) کا ایک مسلمان ہندوؤں کے طریق پر اپنے مکان میں بتوں کو رکھ کر پوجا کرتا ہے۔ اس کی اطلاع ملنے پر آپ نے اس کے مال و اسباب کو ضبط کر کے احتشام کچہری کو بھیج دیا ہے اور اس کو اور اس کے اہل وعیال کو نظر بند کیا گیا ہے۔ اور اب ہمارے احکام کے منتظر ہیں۔"

آپ کو چاہئے۔ کہ شریعت نے اس باب میں جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کریں اور شرع شریعت پر عمل کرنے میں آپ بالکل خودمختار ہیں۔

Marfat.com

تبصرہ

اس خط کے نیچے کرک پیٹرک نے سلطان کے یہ الفاظ دیئے ہیں
جو اس نے خط کے آخر میں لکھے تھے

"درامورِ شرع شریف ایشاں خود مختار اند"

خط نمبر ۲۴۳

بنام برہان الدین (۱۰ ربیاضی = ۱۶ مارچ ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ باربرداری کا غیر ضروری سامان تم نے مصری کوٹ کو بھیج دیا ہے۔ اور اس وقت اگر دشمن کا حملہ ہو۔ تو تم ہر طرح سے تیار ہو حملہ کرنے میں تمہیں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ موقع اور محل پر نظر رکھو۔ تاکہ دشمن کی پوری طرح سرکوبی کی جاسکے۔ اگر دشمن تمہارے کیمپ کے قریب کیمپ ڈالے تو مناسب موقع دیکھ کر شب خون مارو۔"

خط نمبر ۲۴۴

بنام برہان الدین (۲۴ ربیاضی = ۳۰ مارچ ۱۷۸۶ء)

اگر دشمن تمہارے قریب ہو۔ تو مناسب موقع ملتے ہی شب خون مارو۔ اور خوب سرزنش کرو۔ دشمن کا کیمپ قریب ہونے سے اگر چارہ کی قلت محسوس ہو۔ تو چارہ فراہم کرنے والوں کو ملک کے اندرونی حصہ میں بھیج کر چارہ حاصل کیا جائے۔

خط نمبر ۲۴۵

بنام حاکم شاہنور (۲۶ بیاضی = یکم اپریل ۱۷۸۶ء)

آپ کی درخواست کے مطابق دیوان نگر، نرسیا کو حکم دے دیا گیا ہے۔ کہ زرِ پیشکش حاصل کر کے، رسید دے دی جائے۔

خط نمبر ۲۴۶

بنام برہان الدین (۲۷ بیاضی = ۲ اپریل ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ تم نے مصری کوٹہ میں کیمپ ڈالا ہے۔ اور تورکل کے قاضی کو حضوری میں بھیجا ہے۔ تمہاری درخواست کے مطابق وہاں کے عاملوں اور تعلقداروں کے نام پروانے جاری کئے گئے ہیں۔ کہ دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع تم کو دیتے رہیں۔

غارت گر سوار اور فوج کو حکم دو۔ کہ دشمن کو پریشان کرتے ہوئے، اس کے جس قدر گھوڑے مل سکتے ہوں، گرفتار کر لیں۔

خط نمبر ۲۴۷

بنام عامل افضل آبادی نگر (۲ احمدی = ۷ اپریل ۱۷۸۶ء)

بغاوت کے ہنگاموں سے ڈر کر ظفر آباد سے دو ہزار باشندے شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اب جبکہ امن و امان ہو گیا ہے۔ ان کو اطمینان دلاتے ہوئے، واپس بلا کر

Marfat.com

آباد کرنے کی کوشش کریں۔

خط نمبر ۲۴۸

بنام محمد عبداللہ۔ کتوال جیش (۴ر احمدی = ۹ر اپریل ۱۷۸۶ء)

فوج اسد الہی کے ایک ہزار دو سو چالیس بیل اور بارود کی گاڑیوں کے چھ سو بیلوں کو تمہارے ماتحت چراگاہ میں بھیجا جاتا ہے۔ یہاں انہیں فی بیل روزانہ ایک سیر دہی پلایا جائے۔ گوالوں کو چراگاہ ہی میں رکھیں۔ تاکہ روزانہ دہی تیار کر کے دیں۔ گوالوں سے باقاعدہ حوالگی لے کر روزانہ رسید دینی چاہئے۔

تبصرہ

یہ سلطنت خداداد کا احسان ہے۔ کہ میسور میں "امرت محل" نام سے بیل اور گائے پالنے کا ایک محکمہ قائم ہوا۔ جہاں نسل کشی بھی کی جاتی تھی۔ اس محکمہ کی شاخیں سلطنت کے ہر حصہ میں موجود تھیں۔ اور ان کے ماتحت چراگاہیں بھی ہوتی تھیں۔ آج بھی ریاست میسور میں یہ محکمہ باقی ہے۔ جہاں گائے اور بیل پالے جاتے ہیں۔ اور نسل کشی ہوتی ہے۔

خط نمبر ۲۴۹

بنام دار وغۂ ڈاک سرنگاپٹم (از بنگلور) (۶ر احمدی = ۱۱ر اپریل ۱۷۸۶ء)

ہمارے پاس پہنچنے سے پہلے جن پھلوں اور فواکہات کے خراب ہونے کا

احتمال ہو، انہیں داروغۂ توشک خانہ متعلق بہ اجناس کے حوالے کریں۔ جہاں ان کو حفاظتی طور پر بکسوں میں بند کر کے بھیجنے کے لئے دیا جائے گا۔"

خط نمبر ۲۵۰

بنام شمس الدین خاں سرنگاپٹم (از بنگلور) ۱۹/ احمدی = ۱۴/ اپریل ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے کہ ہمارے کتبخانہ سے مندرجہ ذیل کتابوں کی خوشخط نقلیں لیکر جلد روانہ کرو:

گلستاں	۱ جلد	خالق باری	۱ جلد
بوستاں	۴ جلد	کریما	۱ جلد
یوسف زلیخا	۱ جلد	آمدن	۱ جلد

تبصرہ

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ خطوں کے مجموعہ میں کتابوں کے لئے بہت سے خطوط موجود ہیں۔ اوپر جو فہرست دی گئی ہے۔ بچوں کے پڑھنے کی کتابیں ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان کے ساتھ اس کے شہزادے بھی سفر میں تھے۔

خط نمبر ۲۵۱

بنام میر محب علی بخشی احشام فیض حصار۔ گوتی ۱۱/ احمدی = ۱۶/ اپریل ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ محکمۂ کنڈاچار کے سرشتہ دار رام راؤ کو جو روپوش ہو گیا ہے۔ مع اس کے اہل و عیال کے گرفتار کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اس شخص کے

Marfat.com

پاس سرکار کا بہت سا روپیہ ہے۔

خط نمبر ۲۵۲

بنام عبدالحکیم خاں۔ حاکم شاہنور (از بنگلور) (۱۱ ر احمدی = ۱۶ ر اپریل ۱۷۸۶ء)

آپ نے لکھا ہے۔ کہ "رگھندر ناتک" جس کو ہم نے بھیجا ہے، نہایت سختی سے واجب الاداء رقم مبلغ آٹھ لاکھ روپیہ طلب کر رہا ہے"۔ ہم نے آپ کی خواہش کے مطابق ناتک مذکور کو واپس بلا لیا ہے۔ آپ اس کے ساتھ چند محاسب روانہ کر دیں۔ تاکہ وہ یہاں آ کر حساب کتاب دیکھ لیں۔ آپ نے اطلاع دی ہے۔ کہ دشمن کے حملہ کی خبر سن کر رعایا خوفزدہ ہو گئی ہے۔ اس لئے فی الوقت مالگزاری وصول نہیں ہو سکتی"۔ خدا نے چاہا۔ تو بہت جلد دشمن کی سرکوبی کر دی جائیگی آپ رعایا کو اطمینان دلائیں۔ اور مالگذاری وصول کرنا موقوف کر دیں۔ دشمن کا خوف دور ہو جانے کے بعد مالگذاری وصول کر کے ہمارا مطالبہ پورا کیا جائے۔

خط نمبر ۲۵۳

بنام شمس الدین خاں سرنگاپٹم (از بنگلور) (۱۶ ر احمدی = ۲۱ ر اپریل ۱۷۸۶ء)

کرک پیٹرک لکھتا ہے۔ کہ توشہ خانہ کے کاریگروں کے متعلق کچھ ہدایات دیتے ہوئے، سلطان نے اس خط میں لکھا ہے۔ کہ:۔

وہاں کے پنساری (عطار) اُن دواؤں کی قیمت طلب کرتے ہیں۔ جو انہوں نے مہیا کی تھیں۔ تم کو اس کے متعلق تحریری حکمنامہ دیا گیا تھا۔ اسے کیوں نہیں

Marfat.com

پڑھا گیا۔

صاف طور پر اس میں لکھا گیا ہے۔ کہ کن چیزوں کی قیمت دی گئی ہے اور کن چیزوں کی سرکار کی جانب سے واجب الادا ہے۔ لہذا اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔

تبصرہ

شمس الدین خاں کا مزار مسجدِ اعلیٰ کے صحن میں بائیں جانب ہے نشانی یہ ہے کہ یہ مزار بہ نسبت دوسرے مزاروں کے بہت بڑا اور روبروہی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ قاضی القضاۃ تھے۔ ممکن ہے۔ کہ ان خطوں میں جس شمس الدین خاں کا ذکر ہے۔ وہ اور کوئی ہوں یا یہی شمس الدین خاں بعد میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے ہوں۔ کیونکہ اور کسی شمس الدین کا نام سنا نہیں گیا۔ گنبد اور مسجد کا جو موجودہ انتظام ہے اس کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ انہیں کا تجویز کردہ تھا۔

خط نمبر ۲۵

بنام برہان الدین (۷ ار احمدی ۲۷ ر اپریل ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ دہاڑواڑ کے قلعہ دار نے پچاس ہزار طلائی پگوڈوں کے سوا جن کا حکم دیا گیا تھا۔ پینتیس ہزار پگوڈے زیادہ بھیج دیئے ہیں۔ تم نے اس رقم کے متعلق ہمارا حکم دریافت کیا ہے۔ قلعہ دار مذکور کو لکھا گیا ہے۔ کہ آئندہ تنخواہ کی رقم روانہ کرتے وقت اس رقم کو وضع کر لیا جائے۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک رسالدار اور ایک قشون کو دشمن کی سرزنش

Marfat.com

کے لئے مہمّوں میں بھیج دیا گیا ہے۔ آئندہ اس کام کے لئے سپاہ جیش (باقاعدہ) کو نہ بھیجو۔ بلکہ سوار فوج کی پارٹیوں کو بھیجا جائے۔

خط نمبر ۲۵۵

بنام مرزا محمد خاں بہادر شمس الملک۔ (۱۹ راحمدی = ۲۴ راپریل ۱۷۸۶ء)

آپ نے ارادہ ظاہر کیا ہے۔ کہ آپ اپنی ماتحت فوج کیساتھ ملازمت سلطانی میں آنے کے آرزومند ہیں۔ آپ نہایت اطمینان کیساتھ یہاں تشریف لائیں۔ آپ کے لئے مناسب جاگیر اور روپیہ دیا جائیگا۔ چونکہ فاصلہ درمیانی بہت زیادہ ہے، اس لئے جس قدر زیادہ فوج مل سکے، بھرتی کر کے لے آئیں۔

آپ نے جو تسبیح اور جانماز بھیجی ہے۔ ان سے خوشی ہوئی۔ اگرچہ خدا کے فضل سے دنیاوی تحائف ہمارے پاس کثرت سے ہیں لیکن یہ تحفہ دینی ہونے کیوجہ سے ہمیں نہایت عزیز ہے۔

ہمارا ارادہ تھا کہ آپ کے لئے ایک خلعت اور کچھ جواہرات روانہ کریں لیکن فاصلہ کی دوری کیوجہ سے ہرکاروں نے لے جانے سے انکار کر دیا۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حیدر آباد کا کوئی امیر تھا۔ دارا جاہ فرزند بسالت جنگ کے ماتحت بھی اسی نام کا ایک امیر تھا۔ معلوم نہیں یہ وہی ہے یا کوئی اور۔"

Marfat.com

خط نمبر ۲۵۶

بنام مہر کاظم داروغہ کوٹھی مسقط (۱۹؍احمدی = ۲۴؍اپریل ۱۷۸۶ء)

تمہارے تینوں خط اور حساب کے گوشوارہ جات موصول ہوئے۔ آپ نے اچھا کیا۔ کہ ہمارے جہازوں پر سنگ نیلم کے عوض معدنی نمک (شورہ) بھروا کر بھیجا ہے۔ ہم نے تمہیں دو اور ڈونگی بنانے والے کاریگروں اور تخم زعفران کے لئے بھی لکھا تھا۔

اب مسقط کی کوٹھی، عامل بنگلور، غلام محمد کے ماتحت کر دی گئی ہے۔ تم اپنا تمام تجارتی کام ان کی ہدایت کے مطابق سرانجام دو۔ غلام علی خاں اور ثناء اللہ وغیرہ، یہاں سے ترکی سفارت پر مقرر ہو گئے ہیں۔ مسقط میں ان کی آمد کی تاریخ سے مطلع کیا جائے۔

دلال کو حکم دو۔ کہ ریشم کے کیڑے اور ان کے پالنے والوں کو اور اسی طرح خرما (کھجور) کے چند پودے اور ان کی کاشت جاننے والوں کو مہیا کرے گو جہاں تک جتنی بھی مل سکتی ہے، خرید لو اور بحرین میں موتی تلاش کرنے والوں کو ملازمت دے کر روانہ کر دو۔

ایران کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ اسی قسم کی اطلاعات حاصل کرتے رہو۔ غلام محمد، عامل منگلور کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ کہ تم آئندہ یہاں آنے والے تاجران مسقط کو سرٹیفکیٹ دو گے۔"

Marfat.com

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

" خط میں نیلم کا ہی لفظ ہے۔ لیکن جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے سلطان کو سنگِ انگشت یعنی معدنی کوئلہ کی سخت ضرورت تھی اور یہی چیز وہ وہاں سے منگوا رہا تھا۔ اور یہاں میسور میں بھی ماہرین کو مقرر کرکے وہ ان کی کان دریافت کر رہا تھا۔

غلام علی کو جو ہدایات دی گئیں۔ ان میں بھی سلطان نے لکھا ہے۔ کہ زمین میں سے نکلنے والے یعنی پتھر کے کوئلہ کے دریافت کنندہ ماہرین کو ترکی یا فرانس سے بھیجا جائے۔ ان ہدایات کو ضمیموں میں دیکھیں۔

خرما اور زعفران کی کاشت میں ناکامی ہوئی۔ میسور علاقہ کی آب وہوا میں یہ بارور نہ ہو سکے۔ سرنگاپٹم اور بنگلور میں لال باغ، سلطان نے تجربوں اور کسانوں کو کاشتکاری کے طریقے سکھلانے کے لئے ہی بنائے تھے۔ سلطان کی یادگاروں میں لال باغ اب بھی بنگلور میں موجود ہے۔ ڈاکٹر بکانن اپنے سفرنامہ میں حیرت سے لکھتا ہے۔ کہ یہاں جنوبی افریقہ کے درخت تک موجود ہیں۔ اس ڈاکٹر نے ۱۸۰۱ء میں میسور کا سفر کیا تھا۔

خط نمبر ۲۵۷

بنام عامل منگلور (۱۹ر احمدی = ۲۴ر اپریل ۱۷۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ یہ کاظم ناظم کوٹھی مسقط نے ہمارے جہازوں پر

معدنی نمک (شورہ) بھیجا ہے۔ اس کے موصول ہونے پر تھوڑا یہاں بھیج دیا جائے تاکہ معلوم ہو۔ کہ کس قسم کا ہے میر کاظم کو لکھا گیا ہے۔ کہ مسقط سے آنے والے تاجروں کو سرٹیفکیٹ دیا کریں۔ اگر کوئی تاجر یہ سرٹیفکیٹ ساتھ لے کر آئے۔ تو ان کے ہاتھ چاول وغیرہ فروخت کیا جائے۔ اور دوسرے تاجروں سے بھی خرید کرنے کی اجازت دے دیں۔

مسقط کی کوٹھی کا حساب آمد و خرچ ارسال ہے۔

خط نمبر ۲۵۸

بنام سپہ دار سید غفار (از بنگلور) (۲۴ر احمدی = ۲۹ر اپریل ۱۷۸۶ء)

تم نے دشمن کے جمعداروں کے لئے ہماری جانب سے خطوط طلب کئے ہیں انشاء اللہ ہم عنقریب وہاں پہنچنے والے ہیں۔ اس کے بعد اس معاملہ پر غور کیا جائیگا معلوم ہوا ہے۔ کہ تم نے اپنے بھائی کو بہ طور رسالدار داخل کیا ہے۔ اور تنخواہ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ کہ کتنی مقرر کی جائے۔ جیش کچہری کے احکام میں رسالداروں کی مقررہ تنخواہ درج ہے، اس پر عمل کرو۔ اور نئے بھرتی ہونے والوں کے لئے روزانہ بارہ آنے قلمی الاؤنس بھی دیا جاتا ہے۔ لہذا اسی کے مطابق تنخواہ اور الاؤنس دیا جائے۔

خط نمبر ۲۵۹

بنام برہان الدین (۲۸ر احمدی = یکم مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ سپہ دار سید غفار اور سپہ دار شیخ انصر کو علیحدہ علیحدہ

راستے سے تم نے کٹور روانہ کیا تھا۔ شیخ انصر نے دشمن کی محاصرہ کرنے والی فوج پر اچانک حملہ کر کے، اس میں سے ہزار پیادوں کو گرفتار کیا ہے۔ اور سید غفار نے راستہ میں دشمن کے ایک چھوٹے سے قلو پر جس میں پانچ سو سپاہی تھے، حملہ کر کے سب کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور پھر رات کا وقت، دشمن کی ایک اور فوج پر چھاپہ مار کے، جس میں ہزار سوار تھے، بہتوں کو گرفتار کیا اور سلامتی سے کٹور پہنچ گئے اور یہاں کی مقیم فوج کو سامانِ رسد اور گولہ بارود دے کر، دونوں سپہ دار ایک جنگلی راستہ سے واپس آنے والے ہیں۔" اور تمہیں یقین ہے۔ کہ "وہ شبانہ روز میں آکر مل جائیں گے۔ اور تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے۔ کہ ان کے آنے کے بعد گھوڑوں اور مالِ غنیمت کا حساب لیکر اطلاع دو گے۔" یہ سنکر خوشی ہوئی۔ کہ تمہاری غارت گر فوج چھاپے مار مار کر گھوڑے لا رہی ہے۔ اور یہ کہ ہمارے حکم کے مطابق اب تم اس فوج کو اس فرض سے سبکدوش کرنے والے ہو۔"

سپہ داران مذکور کے واپس آنے کے بعد، ان کی فوج سے ان لوگوں کے نام معلوم کر کے اطلاع دو۔ جنہوں نے اس مہم میں بہادری کے کام کئے ہیں تاکہ ان کے لئے انعامات تجویز کئے جائیں۔

تم نے لکھا ہے۔ کہ "نگر کے سر رشتہ دار کے ہمراہ سات سو پیادے، تم سے آکر ملے ہیں۔ اور ان کے ساتھ قلعہ دار حسینی بیگ بھی کٹور کی قلعہ داری کے فرائض انجام دینے آگئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ وہ بیمار ہیں۔"

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم حسینی بیگ کو علاج کے لئے اپنے پاس رکھو۔ اور غوث محمد خاں کو جو دھاڑ وار میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھا چکے ہیں، ترقی دے کر

Marfat.com

کٹور کے مستقل قلعہ دار بنا دو۔ اور انہیں اور شیر خاں عامل کٹور کو بہ تاکید کہا جائے کہ اگر انہیں دشمن کے مقابلہ میں کٹور کی حفاظت مشکل نظر آئے۔ تو سپاہیوں کو ناحق کٹوانے کی بجائے، قلعہ خالی کر کے واپس آجائیں۔ مگر اس سے پیشتر قلعہ کو اندر کی جانب سے اس طرح مسمار کر دیں کہ سوائے مٹی کے ڈھیر کے اور کچھ باقی نہ رہے

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرہٹوں نے برہان الدین کا کیمپ یہاں سے اٹھ جانے کے بعد، کٹور کا محاصرہ کر لیا تھا۔

خط نمبر ۲۶۰

بنام برہان الدین (۲۷ راحمدی = ۲ رمئی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ فرنگی جنرل میتھیوز (Matthews) کی فوج کے ایک رسالدار کو، جو آجکل ہمارے پاس آیا ہوا ہے۔ تمہارے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اس کو رسالہ میں تعینات کر دو۔ تم نے چھوٹی بندوقیں طلب کی ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب ہم وہاں پہنچ کر احکام صادر کریں گے۔

خط نمبر ۲۶۱

بنام دلیر خاں بہادر۔ دلبر دل۔ وزیر شاہنور (۲۸ راحمدی = ۳ رمئی ۱۷۸۶ء)

آپ نے اطلاع دی ہے۔ کہ تخم ریزی کا موسم قریب آجانے کی وجہ سے آپ حساب کتاب کے لئے ملہاری راؤ، اور اس کے لڑکے کی بجائے رام راؤ۔ تمنا پنڈت اور

Marfat.com

ونکٹ راؤ کو بھیجنا چاہتے ہیں۔ چونکہ اگلے حساب کی تشریح کی ضرورت ہے آپ تمہاری راؤ اور اس کے لڑکے کو ہی روانہ کریں۔ نئے آدمی یہ کام نہیں کر سکیں گے۔

خط نمبر ۲۶۲

بنام برہان الدین (۲۸ / احمدی = ۳ / مئی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہمارے بعض فوجی، دشمن کے گھوڑے اور اونٹ پکڑ لائے ہیں۔ یہ جانور انہیں کو واپس کرتے ہوئے، پھر اُن سے مناسب قیمت پر خرید لو۔ قیمت نقد اور فوراً ادا کی جائے۔ ان کو یہ اجازت نہیں۔ کہ ان جانوروں کو باہر فروخت کریں۔ اور یہ بھی اطلاع دی جائے۔ کہ ان کے بھائی بند اگر اپنی گھوڑوں کو لے کر فوج میں داخل ہونا چاہیں۔ تو یہ گھوڑے انہیں دے سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو ضرور سوار فوج میں ملازمت دی جائیگی۔

ہم نے تم کو لکھا تھا۔ کہ کشور کا قلعہ خالی کر دو لیکن دشمن چونکہ یہاں سے فرار ہو چکا ہے، اس قلعہ کو خالی نہ کرو۔ بلکہ سامانِ رسد اور گولہ بارود بھیج کر اس کو اور مستحکم کیا جائے۔

خط نمبر ۲۶۳

بنام (از تلنگ) (۲۸ / احمدی = ۳ / مئی ۱۷۸۶ء)

۱۔ بدران مان خاں ۳۔ قاضیِ سرنگاپٹم

۲۔ قاضیِ منگر ۴۔ قاضیِ بنگلور

۵ - دیوانِ نگر
۶ - دیوان و بخشیٔ احشام سرنگاپٹم
۷ - دیوان و بخشیٔ احشام فیض حصار (گوتی)
۸ - دیوان و بخشیٔ احشام حضوری -
۹ - دیوان و بخشیٔ احشام - بنگلور
۱۰ - نبی شاہ داماد عطاالله شاہ -
۱۱ - بڈھن شاہ بن عاقل شاہ -
۱۲ - دیوان و بخشیٔ احشام گرم کنڈہ -
۱۳ - قلعہ دار نگر -
۱۴ - قلعہ دار ثمر چٹن (بلاری) -
۱۵ - قلعہ دار سرنگاپٹم -
۱۶ - دیوان فرخ یاب حصار (چیتل درگ)
۱۷ - دولت خاں قلعہ دار فرخ یاب حصار (چیتل درگ)
۱۸ - قلعہ دار فیضِ حصار گوتی
۱۹ - برہان الدین -
۲۰ - میرزا حیدر حسین -
۲۱ - دلیر دل خاں
۲۲ - فوجدار و بخشیٔ احشام کالی کٹ -
۲۳ - سید احمد صاحب -
۲۴ - بخشیانِ جیش کچہریاں -
۲۵ - بخشیانِ بارگیر کچہریاں -
۲۶ - عملدار منگلور (کوڈیال بندر)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو احکام کہ مسلمانوں کو دیئے گئے تھے بعد کے مسلمان بادشاہوں نے انہیں بھلا دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ضعف پیدا ہو گیا۔ اس لئے ہم خدا کی تائید سے اُن احکام کو اپنے دستخط اور مہر سے دوبارہ جاری کرتے ہیں۔ اور وہ اس خط کے ساتھ ملفوف ہیں۔

آپ کا عہدہ اور حیثیت ایسی ہے۔ کہ آپ ان کو بہترین طریقہ پر اپنے ماتحتوں میں اشاعت کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کو ان سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ خدائے پاک آپ کو اس کا اجر دے گا۔

آپ کو چاہیئے۔ کہ ان کی بے شمار نقلیں تیار کر کے مسلمانوں میں تقسیم کریں اور

قاضیوں کو بھی ان کی اشاعت کے متعلق ہدایات دیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ احکام سے مراد اعلان جہاد ہے۔ سلطان کے اس اعلان جہاد کو میں نے مکاتیب کے اخیر میں دیا ہے۔

خط نمبر ۲۶۴

بنام عبدالغنی۔ کمیدان (۲۹ راحمدی = ۴ رمئی ۱۷۸۶ء)

تم نے خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ تم اپنی ماتحت فوج کیساتھ ہماری ملازمت میں آنا چاہتے ہو۔ ضرور آئیے۔ تمہارے مناسب حال درجہ دیا جائے گا۔

خط نمبر ۲۶۵

بنام علی راجہ بی بی کنانور (۲۹ راحمدی = ۴ رمئی ۱۷۸۶ء)

آں عفت پناہ سے خواہش کی جاتی ہے۔ کہ تلچری کے حالات دریافت کر کے جلد اور بالضرور اطلاع دیں۔

تبصرہ

تلچری کا بندر ساحل ملیبار پر انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ یہاں انکی تجارتی کوٹھی تھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں انگریز کچھ کارروائی کر رہے تھے اس لیئے سلطان نے علی راجہ بی بی کو حالات دریافت کرنے کیلئے لکھا ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۶۶

بنام غلام منصور۔ عامل سیل کٹہ (کولار)　　　　(یکم بہاری = ۵ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ جمعدار سید امین نے بخشی نوازبیگ کو اس قدر زدوکوب کیا۔ کہ بخشی صاحب فوت ہوگئے۔ اور تم نے جمعدار مذکور کو قید کر لیا ہے۔ ہمارا خاص کیمپ پرسوں بالاپور میں ہوگا۔ اس شخص کو پابہ زنجیر کر کے ڈولی میں بٹھا کر، اپنے ساتھ لے آؤ۔

خط نمبر ۲۶۷

بنام فضل علی خاں　　　　(یکم بہاری = ۵ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے اپنی ماتحت سپاہ کی جانبازی کی اطلاع دی ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ جو سپاہی زخمی ہوگئے ہیں، انہیں ضابطہ کے مطابق معاوضہ دیا جائے اور دشمن کا جو مال واسباب ملا ہے۔ اس کو لانے والوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

خط نمبر ۲۶۸

بنام سپہ دار محمد علی　　　　(یکم بہاری = ۵ مئی ۱۷۸۶ء)

بجواب خط اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ تمہاری قشون کو مکمل کرنے کے لئے جو روپیہ طلب کیا گیا ہے، وہ ہمارے وہاں رونق افروز ہونے کے بعد دیا جائیگا۔

خط نمبر ۲۶۹

بنام برہان الدین (۲۲ر بہاری = ۱۶ر مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ مرہٹوں اور نظام علی خاں میں مالی معاملات کے متعلق ان بن ہوگئی ہے۔ اور حیدر آبادی فوج مرہٹہ کیمپ سے جو بادامی میں ہے چھ کوس دُور چلی گئی ہے۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد بادامی اور رام درگ کو محاصرہ سے نجات دلائیں گے۔ تم نے اچھا کیا۔ کہ مالِ غنیمت میں جو گھوڑے ملے تھے، پھر انہیں گرفتار کرنے والوں کو ہی دے دیا۔

تبصرہ

کرک پیرٹک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ اس وقت نظام علی خاں فی الحقیقت مرہٹوں سے علیحدہ ہوگیا تھا لیکن بعض یادداشتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس کی علیحدگی صرف موسمی گرمی کا نتیجہ تھی۔

خط نمبر ۲۷۰

بنام میر کاظم۔ ناظم کوٹھی مسقط (۲۲ر بہاری = ۶ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے جو معدنی نمک بھیجا تھا۔ وہ کارآمد ثابت ہوا۔ اس کی ایک بڑی مقدار خرید کر وقتاً فوقتاً ان جہازوں پر، جو چاول لے کر وہاں جاتے ہیں، روانہ کرو۔ ہم نے تمہیں لکھا تھا۔ کہ تخمِ زعفران۔ ریشم کے کیڑے۔ خرما کے پودے۔ موتی نکالنے

والے غوطہ خور اور ڈونگی (کشتی) بنانے والے کاریگروں کی سخت ضرورت ہے۔ ان کے متعلق جلد از جلد انتظام کرو۔

ہم نے موتیوں کے لئے بھی لکھا تھا۔ بڑے بڑے اور خوب چمکدار موتی مناسب قیمت پر خرید کر کے بھیجو۔"

خط نمبر ۲۷۱

بنام میر معین الدین (۲۳ ربہاری ۷ مئی ۱۷۸۶ء)

تمہاری ماتحت فوج کے علاوہ محمد حلیم، رجب علی، شیخ عمر اور احمد بیگ کو اپنے اپنے قشونوں کیساتھ تمہارے پاس جانے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ یہ قشون جب وہاں پہنچ جائیں۔ تو پھر کل کی کوچ کے بعد، ان کو کیمپ کے چاروں جانب بطور مربع متعین کر دو۔ اور تم درمیان میں رہو۔

ہم نے ونگسٹ راؤ اور محمد کاظم، سررشتہ داروں کو ان قشونوں کے حساب کتاب کے لئے مقرر کیا ہے۔

یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ بہرام کا رسالہ اور کمیدان محمد علی کی سوار و پیادہ فوج بھی عنقریب تمہارے پاس آجائے گی۔

خط نمبر ۲۷۲

بنام برہان الدین (۵ ربہاری = ۹ مئی ۱۷۸۶ء)

آں نور چشم کا خط مع اس خط کے جو بادامی کے قلعہ دار نے لکھا تھا۔ ملا۔ تم خود بھی

Marfat.com

احتیاط کرو۔ اور باشندوں کو بھی ہوشیار رہنے کی تاکید کرو۔ کاغذ پر ایک نقشہ بھیجا جاتا ہے جس میں دکھایا گیا ہے۔ کہ کیمپ کس طرح قائم کیا جائے۔ کپڑے پر چربہ اُتار لو۔ آیندہ فوجی کیمپ اسی طرح ڈالنا چاہیئے۔

تبصرہ

اس خط میں جس نقشہ کا ذکر ہے، اس کے متعلق کرک پیٹرک نے لکھا ہے۔ کہ اس نے کاغذات میں اس کی بہت کچھ تلاش کی لیکن نہیں ملا۔

خط نمبر ۲۷۳

بنام میر غلام محی الدین۔ قلعہ دار کنچن گڑھ
(۷ ربہاری = ۱۱ مئی ۱۷۸۶ء)

آں ہمہ دستگاہ کو ہر طرح سے مستقل مزاج اور مطمئن رہنا چاہیئے۔ اطلاع دی جائے کہ دشمن کی تعداد اور اس کی کیا حالت ہے۔ ضروری تفصیلات اور ان مقاموں کے ناموں سے مطلع کریں، جو دشمن کے قبضے میں جا چکے ہیں۔ اس خط کی اطلاع کسی کو نہیں ہونی چاہیئے۔

خط نمبر ۲۷۴

بنام محمد مہدی۔ بخشی احشام سرنگاپٹم
(۱۰ ربہاری = ۱۴ مئی ۱۷۸۶ء)

اطلاع ملی ہے۔ کہ تم سرکاری کام اپنے مکان پر کرتے ہو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ سرکاری کام صرف کچہری میں کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

خط نمبر ۲۷۵

بنام غلام حسین اورنگ آباد

سجاد صاحب و ابن صاحب۔ حیدرآباد۔

شیخن صاحب و معصوم صاحب۔ بیجاپور۔

خدمت والا میں ایک اعلان ملفوف ہے۔ اس اعلان کو اس یقین کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ کہ آپ دینِ اسلام کو ترقی دینے اور کفار کو نیست و نابود کرنے میں ہر طرح کی ممکنہ کوشش عمل میں لائیں گے۔ اس اعلان کو یہاں کے عالموں نے آیاتِ قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلعم کا حوالہ دے کر مرتب کیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ خود اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی ہر جگہ اشاعت بھی کرینگے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ :۔

"جن لوگوں کے نام یہ خط اور اعلان بھیجا گیا۔ وہ سجادہ نشین اور دوسری مملکتوں کی رعایا تھے۔" اس کو افسوس ہے۔ کہ :۔

"سلطان نے دوسروں کی رعایا کو اکسانے کی حد درجہ کوشش کی اور اس نے اسی قسم کے خطوط اور اعلانات تمام ہندوستان میں ہر جگہ جہاں درگاہیں تھیں روانہ کئے۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔

"کرک پیٹرک نے جس امر پر اظہارِ افسوس کیا ہے" اس پر حاشیہ

آرائی کی ضرورت نہیں۔ وہ یا تو جہاد کے معنی و مفہوم کو سمجھا ہی نہیں۔ یا سمجھا ہے۔ تو عمداً اعتراض کیا ہے۔ سلطان نے اپنے اعلان میں اقتضائے وقت کے لحاظ سے مسلمانوں کو اپنے ایک فرض پر توجہ دلائی ہے۔ خط میں جس اعلان کا ذکر ہے۔ وہ اعلانِ جہاد ہے۔ جو اسی کتاب میں مناسب جگہ دیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ ہندوستان کے پیروں اور سجادہ نشینوں نے اس کا کیا جواب دیا؟ ؎

قم باذن اللہ جو کہہ سکتے تھے وہ رخصت ہوئے

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن! (اقبالؒ)

خط نمبر ۲۶۷

بنام برہان الدین (۱۱ بہاری = ۱۵ مئی ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ شیخ انصر کی قشون کے جوقدار، سید احمد نے کچھ رنگروٹ بھرتی کئے ہیں۔ مگر انہیں مقررہ انعام نہیں دیا ہے۔ اب تم کو چاہئے۔ کہ ان لوگوں کا مقررہ انعام انہیں دے دو۔

جوق دار سید احمد کو سید غفار کے رسالہ میں متعین کر دو۔ یہاں سے ان کے عوض، نئے بھرتی شدہ رسالہ کے لئے ایک دوسرے جوق دار کو بھیجا جا رہا ہے۔

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سید احمد نے جس رسالہ کو بھرتی کیا تھا، اس کے لوگ انعام نہ ملنے کی وجہ، سید احمد سے دل برداشتہ

ہو گئے ہونگے۔ اس لئے سلطان نے اس جوق دار کو بدل کر دوسرا جوق دار مقرر کر دیا۔

خط نمبر ۲۷

بنام میر معین الدین (۱۷ ربہاری = ۱۵ مئی ۱۷۸۶ء)

خط کے ساتھ سات سربمہر لفافے ملفوف ہیں جن میں روزانہ سفر اور فاصلہ کا تعین تحریر کیا گیا ہے۔ ان لفافوں کو ہدایت کے لئے اپنے ساتھ رکھیں۔ اور ان پر عمل کیا جائے۔ اگلے استعمال شدہ لفافے واپس کر دیں۔ اپنی ماتحت تمام سپاہ کو حکم دیں کہ ہر شخص سات دن کا راشن اپنے ساتھ رکھے اور آیندہ جو احکام ملیں۔ ان پر عمل کرنے کے لئے تیار رہیئے۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ :-

ان لفافوں کے متعلق جن کا خط میں ذکر ہے۔ سلطان کا حکم تھا۔ کہ روزانہ تاریخ وار ہر صبح کو اس تاریخ کا لفافہ کھول کر دیکھا جائے کہ کہاں تک سفر کرے اور شام کو کہاں کیمپ ڈالا جائے۔ یہ لفافے جس وقت لکھے گئے، سلطان کو بنگلور سے روانہ ہوئے آٹھ دن گذر چکے تھے اور وہ بالاپور ہوتا ہوا رائے درگ (Rayadrug) کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جس طرح خود اس کی نقل و حرکت صیغۂ راز میں تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ دوسری فوجوں کی نقل و حرکت بھی صیغۂ راز ہی میں رہے۔ اور کمانڈری

کیونکہ یہ معلوم نہ ہو۔ کہ کل کدھر جائیں گے۔ اور کہاں کیمپ ہوگا۔"

میسور کی تیسری جنگ میں بھی سلطان نے اسی قسم کی احتیاط کی تھی۔ اور جس وقت وہ انگریزی فوج پر حملہ کرنے کے لئے دیوان ہلی پہنچا۔ تو یہاں کے بے غیرت مسلمانوں نے کتوں اور سؤروں کی طرح بھونک بھونک کر قلعہ کی انگریزی فوج کو اس نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا۔ اور شہر جاپور کے مسلمانوں نے بھی انگریزی جاسوسوں کو بے حیائی سے اپنے گھروں میں جگہ دے کر یہی غداری کی۔ اور اس کا صلہ "چراغی" کے نام سے انہیں ملتا رہا۔

خط نمبر ۲۷۸

بارگیر اور سوار کچہری کے پانچ کیدانوں کے نام (۱۳ بہاری = ۱۰ مئی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنی زیر کمان فوج کو حکم دو۔ کہ ہر شخص اپنے ساتھ چھ چھ دن کا راشن رکھے۔ اور اپنے اپنے خیمے اور پال وغیرہ سامان باربرداری کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر صرف دو دو باگ ڈور اپنے ساتھ رکھیں۔

خط نمبر ۲۷۹

بنام کمانڈران جیش کچہری (۱۳ بہاری = ۱۰ مئی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنی ماتحت سپاہ کو حکم دو۔ کہ ہر شخص اپنے اپنے ساتھ چھ دن کا راشن رکھے۔ اور اپنے اپنے خیمے اور پال وغیرہ، سامان باربرداری کے

Marfat.com

ساتھ پیچھے چھوڑ کر، صرف دو دو باگ ڈور اپنے ساتھ رکھیں۔ اور بالکل ہلکے پھلکے تیار حالت میں رہیں۔

خط نمبر ۲۸۰

بنام بخشیاں، احشام کچہری (۱۳ بہاری = ۱۷ مئی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ تم اپنی ماتحت سپاہ کو حکم دو۔ کہ ہر شخص اپنے اپنے ساتھ چھ چھ دن کا راشن رکھے اور اپنے اپنے خیمے اور پال وغیرہ، سامان باربرداری کیساتھ پیچھے چھوڑ کر، صرف دو دو باگ ڈور اپنے ساتھ رکھیں۔ اور بالکل ہلکے پھلکے تیار حالت میں رہیں۔

خط نمبر ۲۸۱

بنام سید محمد خاں، بخشی اسد اللہی کچہری (۱۷ بہاری = ۲۱ مئی ۱۷۸۶ء)

عامل نثر پٹن (بلاری) کے نام حکم نامہ ملفوف ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ تمہاری پالکی تمہارے پاس بھیج دی جائے۔ حکمنامہ بھیج کر پالکی منگوا لو۔"

تبصرہ

جن افسروں کو پالکی میں سوار ہونے کی اجازت تھی۔ اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے۔ تو وہ پالکی ان سے ایک مقررہ وقت تک بطور سزا چھین لی جاتی تھی۔ یہ دستور اس وقت ہر حکومت میں تھا"

Marfat.com

خط نمبر ۲۸۲

بنام ارشد بیگ خاں۔ فوجدار کالی کٹ (۱۷ ربہاری = ۲۱ مئی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ باغی گورو کل کو مع اس کے اہل و عیال کے بہ تحدید مسلمان بنا کر انہیں سرنگا پٹم روانہ کر دیا جائے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ:۔

"سلطان کے اصل مسودہ میں لفظ بہ تجدید لکھا ہوا ہے۔ لیکن مجھے اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہاں "بہ تہدید" ہونا چاہئے تھا سلطان نے ہجہ میں غلطی کی ہے۔"

کرک پیٹرک نے یہاں عمداً دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ "تحدید" کی معنی اس کو معلوم نہیں ہوئے۔ حالانکہ تحدید ایک سیدھا سادہ لفظ ہے۔ جس کے معنی "حد شرعی جاری کرنے" کے ہیں۔ سلطان نے لکھا ہے۔ کہ اس باغی پر حدِ شرعی جاری کر کے اس کو مسلمان بنایا جائے لیکن اس لفظ سے چونکہ سلطان کی انصاف پسندی ظاہر ہوتی ہے، اس لئے اس نے اس کو بدل کر سلطان کا مفروضہ ظلم و ستم دکھانے کے لئے لکھا ہے۔ کہ یہاں "تہدید" کا لفظ ہونا چاہئے تھا۔ جس کی معنی "زبردستی" کے ہیں۔

خط نمبر ۲۸۴

بنام چشتی یار خان (۲۰ ربہاری = ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء)

مورخہ ۱۴ ربہاری کا خط ملا۔ تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ دولت خان، سنگ مثانہ کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کے لئے حضوری سے ادویات (دو دوائیں) ارسال ہیں۔ ان کو علاحدہ علاحدہ پیک کر کے مہریں لگائی گئی ہیں۔

(۱) قے کی دوائی۔ چار تولہ گرم پانی میں صبح ہی صبح پلائی جائے۔ پینے کے بعد متلی معلوم ہو۔ تو آٹھ تولے گرم پانی پیا جائے۔ جس سے قے آسانی سے ہو جائے گی جب سات آٹھ قے ہو جائیں۔ تو کچھ گھنٹے بعد چاول اور شوربہ بطور غذا دیں۔ رات کو کھانے کے بعد تھوڑے سے ٹھنڈے پانی میں نصف تولہ اسپغول، روغن بادام میں چرب کر کے پھانک لیا جائے۔ ایک یا دو قے کے بعد ہی خدا نے چاہا، تو مثانہ میں جو رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے، دور ہو جائیگی۔

(۲) دوسری نوع کے لئے علاحدہ دوا ہے۔ یہ دوا، آٹھ تولے شربت شاخ اور آب برگ تربوز میں ملا کر استعمال کی جائے۔ اس دوا کو سات دن کھائیں۔ پرہیز صرف سرخ و سیاہ مرچ اور بادی و گرم چیزوں کا ہے

غذا میں چاول اور مولی استعمال کی جائے۔ اور پینے کے لئے تخم خربوزہ۔ تخم ککڑی تخم خارخسک، ہر ایک نصف تولہ کا شیرہ پانی میں ملا کر دیا جائے۔ اس طریقہ سے اگر مثانہ میں واقعی پتھری ہو۔ تو بھی بالکل نکل جائیگی۔

Marfat.com

خط نمبر ۴۸

بنام محمد یوسف۔ کوتوال رکاب بازار، بہ حضوری (۳ ربیعفری = ۶ رجون ۱۷۸۶ء)

معلوم ہوا۔ کہ تم نے ۵۰۴۴ بیل وزن چنا اور چاول پہلے فراہم کیا تھا۔ اور اب گیارہ سو نو بورے اور بھیجے ہیں تعجب ہے۔ کہ پچاس ساٹھ ہزار بوروں کے عوض جن کی قیمت لمبانیوں کو دے دی گئی تھی تم نے صرف دو چار ہزار بورے بھیجے ہیں۔ سخت تاکید کی جاتی ہے۔ کہ ایک وقت میں دس پندرہ ہزار بورے سے کم کا چالان وصول نہ کیا جائے۔

تبصرہ

(رکاب بازار اس بازار کا نام تھا۔ جو سلطانی فوج کے ساتھ رہتا تھا۔ لمبانی (Lambani) ایک ہندو اور خانہ بدوش قوم ہے۔ جو اُن دنوں ہر قسم کا سامان بیلوں پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے لیکن اس زمانہ میں حمل و نقل کے لئے ریل جاری ہو جانے سے یہ لوگ جنگلوں میں گاؤں سے بہت دور مویشی پال کر یا زراعت وغیرہ کر کے گزارہ کرتے ہیں۔ حیدرآباد۔ جنوبی مرہٹواڑی۔ شمالی میسور۔ بلاری اور اننت پور ضلعوں میں اُن کی آبادیاں ہیں۔ یہ اب بھی گھانس پھونس کی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ اور غریب کے شہروں میں لکڑی۔ گھانس اور چونا وغیرہ لاکر فروخت کرتے ہیں۔)

Marfat.com

خط نمبر ۲۸۵

بنام محمد حیدر۔ دوم دیوانِ نگر۔ (۶ ربیعی جعفری۔ ۹ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ دیوان کچہری سے جو حکمنامے جاری ہوتے ہیں، ان میں صرف دیوانِ اول" زسیبا" کا نام لکھا جاتا ہے۔ تمہارا نام شامل نہیں کیا جاتا۔ تم کو جب اس کام پر بھیجا گیا تھا۔ تو تمہیں سربمہر احکام بھی دیئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے ان کا مطالعہ نہیں کیا۔ اب ان کا مطالعہ کرو۔ اگر ان میں تمہارے نام کی شمولیت کا حکم موجود ہے۔ تو تمہارا نام شامل ہوگا، ورنہ نہیں۔ زسیا، دیوانِ نگر کو بھی ان احکام کی نقل بھیج دی گئی تھی۔

خط نمبر ۲۸۶

بنام سید محمد خاں۔ سوم دیوانِ نگر (۶ ربیعی جعفری = ۹ جون ۱۷۸۶ء)

نوٹ:۔ اس خط میں بھی وہی مضمون ہے۔ جو اوپر کے خط میں درج ہے۔

خط نمبر ۲۸۷

بنام برہان الدین (۷ ربیعی جعفری = ۱۰ جون ۱۷۸۶ء)

چونکہ اب تمہارا کیمپ مصری کوٹ میں ہے اس لئے تم کو چاہیئے۔ کہ جنگلوں کی پناہ لے کر موقع ملتے ہی دشمن پر ضرب کاری لگاؤ۔

خط نمبر ۲۸۸

بنام بدرالزماں خاں۔ (۱۷ رجعفری = ۱۰ ارجون ۱۷۸۶ء)

اطلاع ملی۔ کہ آں حشمت پناہ شنگاہ میں کیمپ ڈالے پڑے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جلد جلد بدلتے ہوئے، دشمن کی خاطر خواہ سرزنش کریں۔

خط نمبر ۲۸۹

بنام علی راجہ بی بی کنانور (۸ رجعفری = ۱۱ ارجون ۱۷۸۶ء)

آں عفت مآب کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنی فوج لے کر ارشد بیگ خاں فوجدار کالی کٹ کے ساتھ مل کر باغی نائروں کی سرکوبی کریں۔

خط نمبر ۲۹۰

بنام بدرالزماں خاں (۱۰ رجعفری = ۱۳ ارجون ۱۷۸۶ء)

آپ نے لکھا ہے۔ کہ کٹور کو رسد لے جانے والی فوج نے خواہش ظاہر کی ہے کہ واپسی پر اس کو حضوری میں بھیج دیا جائے۔ تاکہ وہ بھی جنگ میں حصّہ لے سکے لیکن آپ کا ارادہ ہے۔ کہ اس فوج کو ہریال اور انوگی (Anoki) کے قلعوں پر مامور کریں۔ خط سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ابھی آپ شنگاہ ہی میں مقیم ہیں۔

جو تحریری احکام آپ کو پہلے بھیجے گئے تھے۔ ان میں صاف لکھا گیا تھا۔ کہ آپ

Marfat.com

سب کو ایک ہی جگہ رہنا چاہیئے۔ تاکہ بیک وقت آپ کے ماتحت دس سے پندرہ ہزار سپاہی رہیں۔ ان احکام کے مدِ نظر، آپ کو چاہیئے۔ کہ اپنی سپاہ کو منتشر نہ کریں بلکہ ہریال (Harriaal) اور ارکنی (Arkanni) وغیرہ میں کیمپ ڈالیں۔ کیونکہ یہ بارش کا موسم ہے ——————— کوڑیال بندر سے رسالہ جیش کو بھی بلا لیا جائے۔ مزید احکام بعد میں بھیجے جائیں گے۔

خط نمبر ۲۹۱

بنام عبدالکریم۔ سپہ دار جیش کچہری (۱۰ ہجری = ۱۳ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ باغی گورو کل نے مع اپنے اہل وعیال کے آگ میں جل کر خودکشی کر لی ہے۔ اس علاقہ کے جو موپلے اس کے خوف سے فرار ہو گئے تھے، اب انہیں واپس آنے کی ترغیب دو۔

تم کو چاہیئے۔ کہ اپنی ماتحت سپاہ سے روزانہ ڈرل کراتے رہو۔

خط نمبر ۲۹۲

بنام راجہ رامچندر دیوان بنگلور (۱۰ ہجری = ۱۳ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ خان خان ہلی کے بندوق سازی کے کارخانہ میں اسّی لوہاروں کی ضرورت ہے۔ لیکن جب تم نے عاملوں کو لکھا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ "اس وقت زمین کی جوتائی ہو رہی ہے۔ لوہار نہیں مل سکتے"۔ تم عاملوں کو لکھو۔ کہ زمین کی جوتائی سے لوہاروں کو کیا نسبت ہے۔ اہلوں کو بھیج کر لوہاروں کو پکڑ بلواؤ۔

Marfat.com

تبصرہ

دگرگ پیرمگ اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ "ہندوستان میں حکومتیں عام طور پر ضرورت کے وقت کسانوں کو بہ جبر فوج میں بھرتی کر لیتی تھیں۔ لیکن ٹیپو سلطان نے فوج میں کبھی کسانوں کو بھرتی نہیں کیا۔"

خط نمبر ۲۹۳

بنام غلام حسین۔ بخشور دوم۔ بنگلور (۱۱ر جعفری = ۱۴ر جون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ جیش میں جو لڑکے داخل ہوئے ہیں۔ وہ بھی ماہانہ نو روپیہ تنخواہ مانگتے ہیں۔ کیونکہ ان کی تنخواہ پانچ اور چھ روپیہ مقرر کی گئی ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ ان میں جو بالکل کم عمر لڑکے ہیں۔ انہیں یہی تنخواہ دی جائے۔ لیکن جو جوان ہو گئے ہیں۔ انہیں نو روپے دیئے جائیں۔

اگر باروا اور بارود کے پیپے، ہمارے احکام کے مطابق بروقت تیار نہ ملیں تو اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

خط نمبر ۲۹۴

بنام برہان الدین (۱۱ر جعفری = ۱۴ر جون ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے۔ کہ کیمپ میں اناج کی قلت محسوس ہو رہی ہے نگر تمہارے بالکل قریب ہے۔ جس قدر چاہو، منگا لو۔ تم کو جلد جلد نقل و حرکت کرتے ہوئے

دشمن پر ضربات لگانی چاہئیں۔ سپہ داروں کے نام علیحدہ احکام ملفوف ہیں۔

اطلاع ملی ہے۔ کہ نانا فرنویس (مرہٹہ وزیر) پونا واپس چلا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ مرہٹہ فوج بھی واپس ہو جائے۔ حاکم شاہنور، حکیم خاں کے فرزند سے سالہ کی کمان واپس لے کر اس کو نظر بند رکھو

تبصرہ

(اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ :۔ حاکم شاہنور اور سلطان کے درمیان اس وقت سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ اور وہ اس وقت مرہٹوں کا ساتھ دے رہا تھا۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ مرہٹے اور نظام کی کثیر فوج آجانے کی وجہ سے حکیم خان کو ان کی فتح کا یقین ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے سلطان سے غداری کی۔

خط نمبر ۲۹۵

بنام محمد غیاث و نور محمد خاں (۱۱ ربیعفری = ۱۴ ر جون ۱۷۸۶ء)

آپ کو فخر یاب حصار (چتل درگ) میں آئے ہوئے پندرہ دن ہو گئے۔ اور آپ ابھی تک وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح سرکاری خزانہ پر آپ کے خدم و حشم کا بار پڑ رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ دشمن کے ہرکاروں کو آپ نے اپنے ساتھ کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ کیا آپ کو اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں کا خوف نہیں ؟ یہ ٹھیک نہیں انہیں فوراً واپس بھیجدیں۔ اور آپ خود حضوری میں جلد آئیں۔

Marfat.com

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پونا سے سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے تھے۔ اور مرہٹوں نے ان سفیروں کو واپسی کی اجازت دے دی تھی۔ نشانِ حیدری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے اس کے بعد محمد غیاث کو حیدرآباد بھیجا۔ کہ نظام علی خاں کو سلطان سے اتحاد کرنے پر راضی کرے۔ اس سلسلہ میں مکاتیب نمبر ۳۰۲ و ۳۶۳ دیکھے جائیں۔

خط نمبر ۲۹۶

بنام رجب علی۔ قلعہ دار گجندر گڑھ (۱۵ر جعفری = ۱۸ر جون ۱۷۸۶ء)

خدا نے چاہا۔ تو ادھونی کا قلعہ عنقریب فتح ہو جائیگا۔ انشاء اللہ یہاں کے معاملات طے ہونے کے بعد ہم تمہاری طرف آئیں گے۔ اس عرصہ میں تم کو چاہیے کہ قلعہ کی حفاظت مستعدی سے کرو۔

تبصرہ

۱۵ر اور ۱۷ر مئی کے خطوط سے سلطان کی نقل و حرکت کا پتہ چلتا ہے وہ رائے درگ پہنچ گیا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے آگے بڑھ کر ادھونی کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے اپنی اور اپنے سپہ سالاروں کی نقل و حرکت کو اس لئے مخفی رکھا تھا۔ کہ دشمن کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا ارادہ ادھونی پر چڑھائی کرنے کا ہے۔

Marfat.com

خط نمبر ۲۹۷

بنام راجہ رام چندر۔ وکیلانِ بنگلور (از ادھونی) (۱۵ / جعفری = ۱۰ / جون ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ کرایہ کے بیلوں پر پانچ ہزار ۱۲ سیر وزنی گولے اور اتنے ہی نو سیر وزنی گولے بھیجے جائیں۔

خط نمبر ۲۹۸

بنام محمد شفیع۔ داروغۂ توپ خانہ (از ادھونی) (۱۵ / جعفری = ۱۰ / جون ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ بارہ[12] اور نو انچ دہانہ کی توپیں جو تمہارے پاس ہیں، لے کر جلد آؤ۔

خط نمبر ۲۹۹

بنام اسد علی خاں۔ حاکم ادھونی (۱۵ / جعفری = ۱۰ / جون ۱۷۸۶ء)

از جانب بالمکن داس و علی رضا۔ وکیلانِ سلطنتِ خداداد۔

ہم نے آپ کی خدمت میں چار شرطیں بھیجی تھیں۔ بتایا جائے۔ کہ آپ ان میں سے کس شرط پر قلعہ حوالہ کرنا چاہتے ہیں۔ جلد اطلاع دیں۔ تاکہ معاملہ ختم کیا جائے قلعہ کے اندر بے شمار خلق خدا کے ساتھ وہ ناموسِ زنانہ بھی مقیم ہے جن کی حفاظت و عزت ہم پر واجب ہے۔ کیا آپ دیدہ و دانستہ ان کی تباہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی مآل اندیشی سے یہ امر نہایت بعید ہے۔ آپ کو ان بیگمات کی

آبرو کا خیال رکھنا چاہئے۔

معاملہ کو غیر ضروری طول دینے سے انسانی جانوں کی تباہی اور اتلاف کا خوف ہے۔ دریا میں پانی چڑھ گیا ہے۔ اس لئے آپ کی مدد کے تمام راستے مسدود ہو گئے ہیں۔ ان حالات میں آپ کے لئے انسب یہی ہے۔ کہ خود ہی معاملہ کو فوراً سلجھائیں تاکہ خلقِ خدا کو آرام مل سکے۔

تبصرہ

(خط نمبر ۲۹۹ کے بعد کرک پیٹرک نے خط نمبر ۳۰۰ اور خط نمبر ۳۰۱ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:۔

"یہ دونوں بھی قریب اسی مضمون کے تھے۔ جو مذکورہ بالا خط میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی سلطان کے نام سے اس کے وکیلوں نے اسد علی خاں کو لکھے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قلعہ کی حوالگی میں یہ شخص ڈھیل دے رہا تھا۔ اس کو امید تھی۔ کہ حیدرآباد سے ضرور کمک آجائیگی۔"

خط نمبر ۳۰۲

بنام اسد علی خاں۔ حاکم ادھونی (۱۸ جعفری = ۲۱ رجب ۱۲۰۱ھ) ۱۷۸۶ء

(چہارشنبہ۔ وقت شب)

"از جانب بال کشن داس و علی رضا۔ وکیلانِ سلطنت خداداد"

جنابِ والا کے استقبال کے لئے ہم ہمہ تن تیار ہیں۔ اس موقع پر جناب والا

اپنے مشیروں کے ساتھ تشریف لے آئیں، تاکہ ہم سب مل کر حضورِ سلطانی میں جائیں۔

تبصرہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کمک سے ناامید ہو کر اسد علی خاں، شرائطِ صلح طے کرنے کے لئے سلطانی کیمپ میں آنا چاہتا تھا اور اس نے خط بھی لکھ دیا تھا؛ جس کا جواب اوپر دیا گیا ہے لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے چار دن اور ٹال مٹول کر کے آخر ۲۶ جون کو نظام کی بیگمات کو ساتھ لے کر فرار ہو گیا۔

کرک پیٹرک اسد علی خاں کے نام خطوط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"ان خطوں سے یہ ظاہر ہے۔ کہ سلطان جنگ کے لئے روانہ ہو چکا تھا اور اس کا مقصد ادھونی کی تسخیر تھا۔ اس وقت حیدرآباد کی جانب سے اسد علی خاں یہاں کا حاکم تھا۔ محاصرہ کی سختی دیکھ کر اس نے ایک طرف تو ٹیپو سلطان کو امید دلا رکھی تھی کہ قلعہ جلد حوالہ کر دیا جائیگا۔ اور دوسری طرف نظام الملک کو سیف الملک یا مشیر الملک کے ماتحت کمک بھیجنے کے لئے لکھ رکھا تھا۔ شاید اس کا مقصد یہ تھا کہ مہابت جنگ کے خاندان کو بہ حفاظت ادھونی سے نکال لیا جائے۔

"قلعہ اور قلعہ والوں کی حالت قابلِ رحم تھی سلطان اگر چاہتا۔ تو

Marfat.com

اس پر حملہ کر کے فوراً قبضہ کر لیتا۔ لیکن نہیں معلوم کہ سلطان نے اس معاملہ میں کیوں ڈھیل دی" چنانچہ کرک پیٹرک حیرت سے لکھتا ہے:-

"سلطان نے یہاں جو رویہ اختیار کیا، اس سے خود اس کے سپہ سالاروں اور سوانح نگاروں میں تعجب پیدا ہو گیا۔ اس لئے کہ قلعہ قریب الفتح تھا۔ کونٹ لالی (فرانسیسی افسر جو سلطانی ملازمت میں تھا) نے بھی سلطان کو توجہ دلائی کہ حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ کیونکہ اندر جو لوگ ہیں، بالکل خائف ہیں۔ اور مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے لیکن سلطان نے کچھ اور ہی کارروائی کی۔"

سلطان کی اس کارروائی سے نتیجہ نکالتے ہوئے کرنل میکنزی نے سلطان کے حالات میں لکھا ہے:-

"معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ وہ نوفی پر قابض ہو جائے۔ محاصرہ سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ نظام اپنے حرم کی حفاظت کے خیال سے مرہٹوں کا ساتھ چھوڑ کر اس کے (مسلمانوں) ساتھ مل جائے"

کرک پیٹرک کی رائے بھی یہی ہے۔ اس کے بعد کرک پیٹرک نے سلطانی یادداشتوں سے اس محاصرہ کے متعلق سلطان کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے الفاظ کا اقتباس اس طرح دیا ہے:-

واقعات سنہ لبسد سنہ محمدی ۱۲۱۴

میں نے ان تمام انتظامات کو، جو ایک سلطنت کے قیام کے لئے

ضروری ہیں، ختم ہی کیا تھا کہ خبر ملی کہ نظام اور مرہٹے متحد ہو کر، ہمارے گذشتہ احسانات کو فراموش کرتے ہوئے، میری سلطنت پر حملہ کی نیت سے فوج جمع کر رہے ہیں۔ اس وقت میرے سرداروں نے مشورہ دیا کہ "قلعوں کی حفاظت کا سامان کرتے ہوئے میں خود ان پر حملہ کروں" میں نے ان سے کہا کہ:۔

چھ ماہ پیشتر ہی جبکہ یہ دونوں (نظام اور مرہٹے) میرے سفیروں کو برخاست کرنے کی تجویزیں کر رہے تھے تو میں نے ان دونوں حکومتوں کے سفیروں کو جو میرے دربار میں متعین تھے، مخاطب بنا کر کہا تھا، ہم سن رہے ہیں۔ کہ آپ کے آقاؤں نے (نظام اور مرہٹے) ہمارے گذشتہ احسانات کا بدلہ اس طرح (جنگ) سے دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ حرکت صرف سفلہ مزاج انسانوں کی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔ خدا سے ڈریں۔ اور جانیں کہ نیکی کا بدلہ، بدی نہیں۔ اس قسم کی کارروائی سے بارگاہ خداوندی سے انتقام لیا جائیگا" ہماری سرکار اسد الٰہی نے آپ لوگوں سے جو نیکیاں کی ہیں۔ وہ خلق اللہ پر روشن اور واضح ہیں۔ آپ کے آقا کی کمسنی اور اس کی عاجزانہ درخواستوں پر ہم نے عمداً اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر، اس کی جان اور اس کے خاندان کو تباہی سے بچایا۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ہمارا فرزند کہا تھا۔ یہ حالات روز روشن سے زیادہ واضح ہیں کہ اس طرح ہم نے اس خاندان کو بحال رکھا۔ باوجود ان کی شرارت کے جو تمام دنیا پر ظاہر ہو چکی ہے

میں نے خیال کیا تھا کہ معاملات آشتی سے سلجھ جائیں گے لیکن پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اور ان لوگوں نے میرے ملک میں گھس کر لوٹ کے ذریعہ دس بیس لاکھ کا نقصان پہنچایا ہے۔ اور ہمارے ایک دو قلعوں کا بھی محاصرہ کر لیا ہے۔ ہم اب بھی انہیں مہلت دینے کے لئے تیار ہیں کہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیں۔ اور عہدناموں کے پابند رہیں۔"

لیکن ان نصیحتوں کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ یہ لوگ جب میرے ملک کے اندر در آئیں۔ تو میں بھی مدافعت کے لئے نکلوں۔"

چنانچہ دو ماہ کے بعد جب ان اتحادیوں (جن پر خدا کی لعنت ہو) فوجوں نے قلعہ بادامی کا محاصرہ کرتے ہوئے، دریائے کرشنا اور دریائے تنگ بھدرا کے درمیانی ملک میں لوٹ مار کر کے، دس پندرہ لاکھ روپیوں کا نقصان پہنچایا۔ تو میں بھی یہاں سے نکل کر بنگلور پہنچا۔ اور یہاں دس بارہ دن کے قیام کے بعد، دو معاملہ فہم افسروں کو نمائندہ بنا کر رادھوجی بھوسلے، حاکم ناگپور کے پاس ایک خط دے کر بھیجا۔ اس خط کا مضمون یہ ہے :-

اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ مرہٹوں نے ہمارے گزشتہ احسانات کو بھلا کر بادر بخطاؤں کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ خدا سے ڈریں۔ ورنہ اپنی بدکرداری کی سزا اس کے دربار سے ملے گی۔"

Marfat.com

میں نے اسی مضمون کا خط ہری پنڈت پھڑکیہ اور راؤ راستا کو بھی جو مرہٹوں کی فوج کے سردار ہیں، لکھے۔ اس کے بعد میں نے اپنے سپہ سالاروں سے اس جنگ کے متعلق طریقے دریافت کئے۔ تو انہوں نے مختلف رائیں دیں۔ جو مجھے پسند نہ آئیں میں نے اس موقع پر اپنے خدائے برتر و توانا سے دعا کی۔ اور مدد چاہی۔ کہ اے خدا! میرا ارادہ ہے کہ میں ادھونی پر حملہ کروں۔ یہ جگہ اگرچہ میری سرحد سے دور ہے لیکن ایک مضبوط قلعہ ہے، جہاں نظام کی ناموس مقیم ہے۔ اس کی تسخیر کے بعد، یقینی ہے۔ کہ نظام اور مرہٹے اس کو چھڑانے کے لئے آئیں گے اور میں ان دونوں کی طاقت دیکھنا چاہتا ہوں "۔

میری اس رائے کو میرے افسروں نے بظاہر پسند کیا لیکن باطن کا حال خدا ہی جانتا ہے۔

اس کے بعد بنگلور سے نکل کر جلد جلد کوچ کرتا ہوا ادھونی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ میں نے قلعہ کی تسخیر میں عمداً ڈھیل دی تاکہ قلعہ کا محاصرہ، بسالت جنگ کے فرزند کی اور اپنے حرم کی حالت سن کر نظام اور مرہٹوں کی فوج، قلعہ والوں کی کمک پر آئے مہینہ کے آخر پر، میں توپیں چڑھا کر فصیل قلعہ پر گولے مارنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ خبر ملی کہ مغل خاں (برادر نظام علی خاں) سہراب جنگ سیف الملک (شمس الامرا) تہور جنگ گنیش پنڈت۔ اپا بلونت اور دوسرے افسر دریائے تنگ بھدرا کے اُس کنارے پر پہنچ

گئے ہیں۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ ان کو روکنے کے لئے کوئی مناسب مقام نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ سرکار اسد اللہی کی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس لئے میں نے اپنا کیمپ اٹھا کر یہاں سے آدھے کوس کے فاصلہ پر ڈالا ہے۔ یہ جگہ ان کے راستے سے ہٹ کر تھی میری اس نقل و حرکت سے دشمنوں میں سخت خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ اور اسی حالت میں وہ افغان وغیرہ ان پہاڑیوں کی پناہ لیتے ہوئے اس قلعہ پر پہنچے اور تین دن تک ٹھہرے رہے۔ چوتھے دن انھوں نے اہل قلعہ کو باہر نکال دیا۔ اور اس وقت یہ اس قدر خوفزدہ اور ہراساں تھے۔ کہ عورتوں کے پہننے کے کپڑے تک قلعہ میں چھوڑ دئے۔ اس عریاں حالت میں آدھی رات کے وقت انھوں نے شرمناک راہ فرار اختیار کی۔

ان کے فرار کی خبر ملتے ہی، میں نے اپنی فوج کو اکٹھا اور مسلح کر کے فوراً ہی تعاقب میں نکلا لیکن بارش کی وجہ اور راستوں کی خرابی سے میری فوج طلایہ کے سپاہی، ان کی خبر باقاعدہ نہ لے سکے۔ اور اسی وجہ کی بنا پر میرا توپ خانہ بھی آہستہ آہستہ پہنچا۔ جس کی وجہ سے دشمن کی یہ فوجیں دریائے تنگ بھدرا پار کر کے اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئیں۔ اور اس عالم پریشانی میں انھوں نے ایک ہاتھی اور کئی پالکیاں پیچھے چھوڑ دیں۔

اس وقت اس خدا نے جو اپنی حکمت خود ہی جانتا ہے۔

ان کی سلامتی کے لئے اپنی قدرت کو اس طرح ظاہر کیا یعنی جب یہ بھگوڑی فوج دریا پار کر رہی تھی۔ تو پانی کمر تک تھا لیکن چھ گھنٹے بعد جب فوج اسد الٰہی پہنچی تو دریا اپنے کناروں تک بھر آیا تھا۔ اس طرح یہ شکار اس جال سے جو اس کے لئے بچھایا گیا تھا، بچ نکلا۔ اللہ جل جلالہ

دشمن کو اس طرح بھگا کر میری فوج ادہونی کو واپس ہوئی۔ یہاں میں نے پانچ دن تک قیام کر کے حکم دیا۔ کہ ادہونی کے قلعہ کو بالکل مسمار کر دیا جائے۔ اس کے بعد میں نے ادہونی کا علاقہ، بارکچہری کے بخشی قطب الدین خاں کے ماتحت دیتے ہوئے، نوبت، ذلقار اور پانچ ہاتھی اور ایک لاکھ روپیہ نقد دیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اس علاقہ کا مستحکم انتظام کرنے کے بعد، دو ہزار سواروں کو یہاں متعین کریں۔ اور حفاظت کا پورا سامان کرنے کے بعد حضوری میں آجائیں قطب الدین خاں کو یہاں کا فوجدار یعنی گورنر بنایا گیا۔

خط نمبر ۳۳

بنام برہان الدین (۱۷ رجب ہجری ۱۲۰۰ / ۲۰ جون ۱۷۸۶ء)

تم کو دشمن کے کیمپ سے دس یا بارہ کوس کے فاصلہ پر رہ کر، دشمن کو ہر طرح سے پریشان کرتے رہنا چاہئے۔ یہ لکھ دیا گیا تھا کہ نگر سے اناج منگا کر فوج میں تقسیم کیا جائے۔

Marfat.com

خط نمبر ۳۰۴

سرکلر بنام جملہ سپہ دارانِ عسکر

زین العابدین	شیخ امام
محمد حلیم	امام خاں
میراں حسین	احمد بیگ
رجب علی بیگ	غلام محی الدین
حسین خاں پونی	شیخ عمر

تمہاری ماتحت فوج میں صرف ان جوان اور مستعد عورتوں کو ٹھہرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ جو کوچ کے وقت سپاہیوں کا ساتھ دے سکیں۔ باقی عورتوں کو جو بوڑھی اور معذور ہیں، دوسرے وزنی سامان بار برداری کے ساتھ قلعہ فیض حصار (گوتی) میں بھیجدیں۔

اس اناج کے علاوہ جو فوج کے لئے تمہارے پاس ہے تم کو چاہیئے۔ کہ کچھ اناج دس دن کے لئے "رزرو" (ذخیرہ محفوظ) میں رکھیں۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے "سلطان عورتوں کی عزت نہیں کرتا تھا۔ اس لئے انھیں سامان بار برداری کے ساتھ بھیج دینے کے لئے لکھا" یہ اعتراض جس قدر مضحکہ خیز ہے، ظاہر ہے تعصب اور حسد، انسان کو واقعی اندھا بنا دیتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد گرگ پیٹرک خط کے مضمون پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تسخیر داوفی کے بعد، سلطان کسی اور جگہ چڑھائی کرنا چاہتا تھا، کیونکہ معین الدین کو بھی اسی تاریخ میں اطلاع دی گئی۔ کہ وہ بہت جلد آکر مل جائے۔"

خط نمبر ۳۰۵

بنام بدر الزمان خان (۱۲ر جعفری ۔ ۲۴ر جنوری ۱۷۸۶ء)

اگلے حکمنامے کے مطابق آپ کی فوج میں دس ہزار آدمی (جیش۔ سوار اور پیادے) ہونے چاہئیں۔ تمام سرحدی چوکیوں اور پھیلی ہوئی ٹکڑیوں کو بلا کر ایک جگہ جمع کرتے ہوئے، برہان الدین سے جا کر مل جائیں۔ جو دشمن کی سرکوبی میں مصروف ہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ نے مدار بیگ کو ہنڈسے انت پور کی قلعہ داری پر مامور کیا ہے۔ اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ آپ اس قلعہ دار کو سوار فوج کی بھرتی کی ہدایت کریں۔

خط نمبر ۳۰۶

بنام برہان الدین (۲۱ر جعفری ۔ ۲۴ر جنوری ۱۷۸۶ء)

تمہارے دونوں خط ملاحظۂ خاص سے گزرے۔ بدر الزمان خان کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ اپنی فوج کے ساتھ تم سے آکر مل جائیں۔ خان مذکور بہت جلد آ جائیں گے۔

Marfat.com

چونکہ انہیں میدانِ جنگ کا بہت بڑا اور عملی تجربہ ہے۔ اس لئے اُمید ہے۔ کہ تم ان سے ضرور مشورہ کرو گے۔ تم کو چاہیئے۔ کہ دشمن کی فوج سے دو تین کوس کے فاصلہ پر رہو تاکہ اس قرب کی وجہ سے تم اس کے سواروں کو چارہ حاصل کرنے سے باز رکھ سکو

ہم نے حکم دیا تھا۔ کہ دشمن کے عقب سے ہو کر ہمارے ساتھ آکر مل جاؤ۔ اس کی اب ضرورت نہیں ہی۔ تم اپنی ہی جگہ یعنی کٹھرہ۔ دہارواڑ اور شاہنور کے علاقہ ہی میں رہو۔ اگر خدا نے چاہا۔ تو ہم یہاں کے معاملات سے فارغ ہو کر دشمن کو سخت سزا دیتے ہوئے، ہرپن ہلی کے راستہ، تنگ بھدرا پار ہو کر تم سے آکر مل جائیں گے۔

تم نے غوث محمد خاں اور شیر خاں عملدار و دوسروں کی جو تعریف کی ہے اس کی بابت علم ہوا۔ ہم نے نرسیا اور محمد حمید تعلقداران نگر کو حکم دیا ہے کہ دو جوڑی سونے کے کڑے وزنی ایک ایک سیر اور تیس چاندی کے طوق اسی وزن کے بنا کر تمہارے پاس بھیج دیں۔ تم کو چاہیئے کہ سونے کے کڑے غوث محمد خاں اور شیر خاں کو اور چاندی کے طوق دوسرے افسروں کو ہماری خوشنودی کے طور پر انعام دیں۔

تمہارے پاس جو مزدور ہیں۔ ان میں سے ضرورت کے مطابق تعداد اپنے پاس رکھ کر باقی مزدوروں کو دوسرے چار قشونوں میں تقسیم کر دو، تاکہ یہ مزدور زخمی سپاہیوں کو جلد از جلد قریبی قلعوں میں علاج کے لئے پہنچا سکیں۔

تم نے یہ بھی اطلاع دی ہے۔ کہ آپ کا ارادہ دشمن پر شبخون مارنے کا ہے۔ تم دشمن سے تین چار کوس کے فاصلہ پر نقل و حرکت کرتے رہو۔ ممکن ہے۔ کہ شبخون مارنے کے لئے کوئی نہ کوئی موقع مل ہی جائے گا۔"

Marfat.com

خط نمبر ۳۰۷

بنام میر تراب علی (۲۲ر شعبان = ۲۸ر جون ۱۷۸۶ء)

نوٹ:۔ کرک پیٹرک نے اس خط کا مضمون دینے کی بجائے، اس کا مفہوم یہ لکھا ہے:۔

"سلطان نے اس خط میں میر تراب علی کو لکھا تھا کہ اگر آپ ہماری ملازمت میں آجائیں تو آپ کے لئے مناسب عہدہ اور اعزاز دیا جائے گا"

معلوم ہوتا ہے کہ میر تراب علی کے ایک ہندو ایجنٹ لالہ ولبھ داس نے سلطان سے گفتگو کر کے اس خط کے لکھنے پر آمادہ کیا تھا۔

خط نمبر ۳۰۸

بنام سپہ دار محمد علی (۲۷ر جعفری = ۳۰ر جون ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ تمہاری قشونوں کے ساتھ جو داروغۂ اجناس ہے اُس نے بغیر تمہارے علم اور حکم کے توپخانہ کے بیلوں کو چرنے بھیج دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ان بیلوں کو پکڑ کر لے گئے۔ تم کو چاہیئے کہ داروغۂ مذکور کو ڈیوٹی سے معطل کر دو۔ اور یہ بھی تم نے اطلاع دی ہے کہ رسالدار ببر علی بیگ اپنے ماتحت جوقدار وں اور سواروں پر نہایت سختی کرتے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ رسالدار مذکور کو سخت حکم دو۔ کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔

خط نمبر ۳۰۹

بنام برہان الدین (۲۷ جعفری = ۳۰ جون ۱۷۸۶ء)

تم نے اطلاع دی ہے۔ کہ قریبی تعلقوں کے چند قلعہ دار اور باشندوں نے غداری کرتے ہوئے، دشمن کو اطلاعات دینے کے علاوہ سامان رسد بھی دیا ہے۔ ان غداروں کو پکڑ کر سزا دو۔ اور سرغنوں کو سولی دی جائے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

خط نمبر ۳۱۰

بنام زین العابدین بخشی، احشام فرخ یاب حصار چتل درگ (۲۷ جعفری = ۳۰ جون ۱۷۸۶ء)

تمہارا خط مع اس خط کے ملا۔ جو کپل کے قلعہ دار نے تم کو بھیجا تھا۔ اس میں تم نے لکھا ہے۔ کہ کپل کی حفاظت کے لئے ہزار یا پانچ سو سپاہی بھیجنے کی تم نے درخواست کی تھی۔ لیکن حضوری سے اس کا جواب تم کو نہیں ملا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ہم نے تمہارے خطوں کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اس جگہ قابلِ اعتبار آدمی بھیجے جائیں۔ اب اطلاع دیجاتی ہے کہ وہاں کے لئے ایک دستہ بھیجا جا رہا ہے۔

خط نمبر ۳۱۱

بنام برہان الدین (۲ دارائی = ۵ جولائی ۱۷۸۶ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا۔ کہ دشمن کی فوج ہبلی (ہوبلی)[1] (Hubli)

---

[1] ممکن ہے۔ کہ یہ اور کوئی گاؤں ہو۔

سے فرار ہوگئی ہے۔ اور آں نورِ چشم آجکل ہنگی کے قریب کیمپ ڈالے ہوئے ہیں، جو ایک مضبوط اور محفوظ مقام ہے۔ چونکہ وہاں بارشیں بہت زور کی ہوتی ہیں، اس لئے تم کو چاہئے۔ کہ ایک ایسے مقام پر کیمپ ڈالو۔ جہاں بارش کے پانی سے سپاہیو کو تکلیف نہ ہو۔ اور گھوڑے تلف نہ ہو جائیں۔

تم نے لکھا ہے۔ کہ حکیم خاں (عالم شاہنور) کے بیٹے عبد الصمد خاں کو نظر بند کرنے کا ارادہ ہے۔ مگر اس کی سفارش چونکہ دلیر دل خاں نے کی تھی۔ اس لئے تم حضوری سے ایک اور حکمنامہ چاہتے ہو۔ مکرر حکم دیا جاتا ہے کہ اُس کو قید کر کے نگر بھیج دیا جائے۔

تمہاری خواہش کے مطابق نگر کے تعلقداروں عاملوں کو اناج کی فراہمی کے لئے احکام بھیج دیئے گئے ہیں۔

خط نمبر ۳۱۲

بنام راجہ رامچندر۔ دیوانِ بنگلور۔ (۲۴ ردریائی = ۷ رجولائی ۱۷۸۶ء)

تم نے لکھا ہے کہ بنگلور کے قلعہ دار سید پیر نے توپ کے گولے، اس بنا پر بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔ کہ حضوری سے انہیں کوئی حکم نامہ نہیں ملا۔ معلوم ہو کہ اس وقت ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "سلطان کے منضبط قوانین کی رو سے قلعہ داروں کو حکم تھا کہ بغیر سلطان کے

Marfat.com

حکم کے سامانِ حرب قلعہ سے باہر نہ بھیجا جائے چونکہ سید پیر اس معاملہ میں حق بجانب تھا، لہذا سلطان نے گولے نہ بھیجنے پر کوئی ناراضگی ظاہر نہیں کی۔"

خط نمبر ۳۱۳

بنام رن مست خاں۔ حاکم کرنول۔ (۴ ہم رویائی = ۷ رجولائی ۱۷۸۶ء)

آپ کی خیریت معلوم ہوئے عرصہ گزر گیا ہے۔ اصولِ دوستی سے یہ امر بعید ہے۔ آپ کو چاہئے کہ جلد جلد اپنی خیریت سے مطلع فرمائیں۔

چونکہ آجکل ہمارا کیمپ آپ کے علاقہ کے بالکل نزدیک ہے۔ اس لئے دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اور ہم ملاقات کرکے باہمی خوشی کا موجب بنیں۔ تاکہ جو دوستی ہمارے درمیان ہے۔ وہ اور زیادہ مستحکم و پائدار ہو۔ اور اس ہم نشینی سے بہت سے امور جو حل طلب ہیں۔ طے ہو جائیں گے۔

تبصرہ

سلطانی کیمپ اس وقت ادھونی میں تھا۔ جو کرنول سے ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ (کرکپیٹرک)

خط نمبر ۳۱۴

بنام راجہ رامچندر۔ دیوانِ بنگلور۔ (۴ ہم رویائی = ۷ رجولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ بنگلور کے قلعہ دار سید پیر کے رسالہ کو مرسلہ شرح کے مطابق تنخواہ دی جائے۔ اور سید پیر کو حکم دو کہ وہ رسالہ میں عمدہ گھوڑوں اور اچھے ڈھول کو بھرتی

نہ کرے۔ اور جو بھی چیزیں اس نئے رسالہ کے لئے دی جائیں، ان کی باضابطہ رسید، سیدھی پیر سے حاصل کی جائے۔

خط نمبر ۳۱۵

بنام خواجہ عباد خاں"۔ خواجہ عظیم اللہ خاں"۔ (۶ ر دریائی = ۹ رجولائی ۱۷۸۶ء)

"محمد قلی خاں"۔ اسماعیل بیگ اصفہانی"۔

کو چاہئے کہ کامل طمانیت قلب کے ساتھ یہاں تشریف لائیں اور آتے وقت جس قدر سوار مل سکتے ہوں، انہیں ساتھ لائیں۔ ان سب کے لئے ان کے حسب حیثیت اور سرکار خداداد کے قانون کے مطابق ملازمت دی جائے گی"

خط نمبر ۳۱۶

بنام میر محمد صادق۔ دیوان حضوری۔ (۶ ر دریائی = ۹ رجولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ سرنگاپٹم کی مردم شماری مع اجناس وسامان کے کی جائے اور اس کی اطلاع حضوری میں ہو۔

تبصرہ

(اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے۔

سلطان کا مقصد غالباً یہ معلوم کرنا تھا۔ کہ لوگوں کے پاس کس قدر مال و دولت ہے۔ تاکہ کوئی بہانہ نکال کر اپنا خزانہ بھرلے"

مگر پھر نیچے حاشیہ میں یہی کرک پیٹرک لکھتا ہے ۔

Marfat.com

اس حکمنامہ میں واضح طور پر لفظ زر یا روپیہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اس حکم سے سلطان کا مقصد کیا تھا۔

سلطان نے جس مقصد سے مردم شماری کا حکم دیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس خط میں اس کی تفصیل ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کرک پیٹرک نے اس کو عمداً نظر انداز کر دیا ہے۔ قاضیوں کے نام جو حکمنامہ ہے (اور جو اسی کتاب میں کسی اور جگہ دیا گیا ہے) اس میں مردم شماری کا مقصد بالکل واضح ہے۔

میر صادق کو دیوانِ حضوری لکھا گیا ہے۔ اس وقت یہ شخص اسی عہدہ پر تھا۔ یعنی حضور سیکرٹری۔ اس کو بعد میں آصف بنا دیا گیا۔

خط نمبر ۳۱۷

بنام برہان الدین (۹ روریائی = ۱۲ جولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ شیخ انصر کے بھائی شیخ بڈھن کے ماتحت ایک رسالہ دے کر انہیں دہاڑ واڑ میں تعینات کر دیں۔ اور یہ بھی حکم دیا جاتا ہے۔ کہ کٹور کے واسائی اور دوسرے یرغمالوں کو بہ حفاظت چتل درگ بھیج دیا جائے۔

خط نمبر ۳۱۸

بنام شمس الدین خاں و غلام حیدر (۱۴ روریائی = ۱۷ جولائی ۱۷۸۶ء)

داروغہ توشک خانہ سرنگاپٹم۔

کتاب فخر الشیوخ کی ایک جلد بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے حکم دیا جاتا ہے کہ

Marfat.com

کاتبوں سے اس کتاب کی چالیس نقلیں نہایت خوشخط کرائی جائیں۔ اور پھر آگے اور پیچھے پندرہ پندرہ سادہ ورق لگا کر جلد بندی کرائی جائے۔ تاکید ہے کہ یہ کام جلد کرا کہ نقلیں یہاں حضوری میں بھیجدیں۔ اور اپنے محکمہ کے رجسٹر میں اس امر کا اندراج کر لیا جائے۔

چند دن پہلے تم کو یہاں سے کتابیں اور ایک فہرست بھیجی گئی تھی۔ فہرست کے مطابق جائزہ لے کر، انہیں ہمارے کتب خانہ میں داخل کریں۔ اور اس محکمہ کے رجسٹر میں ان کے نام درج کئے جائیں۔ ان کتابوں میں سے سات کتابیں ہمارے پاس ہیں۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

غالباً یہ کتابیں سلطان کو ادھونی کے کتب خانہ سے ملی ہونگی۔ جو بسالت جنگ کا تھا۔ "کتاب فخر المشیوخ" کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ "اس میں ایک متقی مسلمان کے فرائض کیا ہونے چاہئیں" لکھا ہوا تھا اور چونکہ یہ سلطان کا پسندیدہ مضمون تھا۔ اس نے تقسیم کی غرض سے اس قدر نقلیں تیار کرائیں۔

میجر اسٹوارٹ نے سلطانی کتب خانہ کی جو فہرست تیار کی تھی۔ اس کے صفحہ ۷۵ پر اس کتاب کا ذکر ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب میں جہاد کے متعلق احکام ہیں۔ اسی لئے کرک پیٹرک نے اس کو سلطان کا پسندیدہ مضمون لکھا ہے۔ ہٹسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ سلطانی

Marfat.com

کتب خانہ میں ہر علم و فن کی دو ہزار کتابیں تھیں۔

خط نمبر ۳۱۹

نام رن مست خاں۔ حاکم کرنول (۱۲ر رمضان المبارک ۔ ۹ر جولائی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ آپ کے وکیل دھرم داس کو رخصتی پروانہ دے دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ وہاں پہنچکر آپ کو حالاتِ موجودہ سے واقف کرے۔ اور دونوں دوستوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات ہیں۔ ان کو اور زیادہ ترقی دے۔

خط نمبر ۳۲۰

بنام برہان الدین (از کیمپ کرگور) (۱۴ر دریائی ۔ ۱۷ر جولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اگلے حکم نامہ کے مطابق شیخ بڈھن کے رسالہ کو کٹور سے بدل کر دہارواڑ میں تعینات کریں۔ نیز وہاں کے عامل ونکٹ رنگیا کو تمہارے پاس بلاکر حفاظت سے رکھیں۔ اور شیر خاں کو جو عاملِ کٹور ہیں، ان کو دہارواڑ کی عملداری میں بھیجا جائے۔ اور ساتھ ہی محمد غوث خاں کو بھی دہارواڑ بھیج دیں۔

یہ بھی اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہم عنقریب، گنگ کرک ناتھ کے قریب دریا (تنگ بھدرا) کو عبور کر کے تم سے آکر جلد مل جائیں گے۔ تم دشمن پہ حملہ کرنے میں عجلت نہ کرو۔ اس وقت ہمارا شاہی کیمپ کرگور (Kargoor) میں ہے۔

کٹور کا قلعہ مسمار کر کے وہاں کے دستے کو اپنے پاس بلالیں۔

Marfat.com

خط نمبر ۳۲۱

بنام سپہ دار محمد علی (۲۴ اردریائی = ۱۷ر جولائی ۱۷۸۶ء

تمہارے دونوں خط ملے۔ جن میں تم نے لکھا ہے۔ کہ اُس داروغۂ اجناس کو جس نے تمہارے علم و حکم کے بغیر بیلوں کو چرنے بھیج دیا تھا۔ اور دشمن انہیں پکڑ کے لے گیا، جب تم نے نظر بند کر دیا۔ تو محمد کاظم نے برہان الدین سے سفارش کر کے اس کو رہا کرا لیا۔

ہم نے پہلے بھی حکم دیا تھا۔ اور اب پھر حکم دیا جاتا ہے۔ کہ داروغۂ مذکور کو ہماری ملازمت سے نکال دیا جائے۔ اور دوسرے آدمی کو اس کی جگہ بھرتی کیا جائے۔

ہمارا شاہی کیمپ اس وقت دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ہے۔ ا
بہت جلد تمہاری جانب آئے گا۔"

خط نمبر ۳۲۲

بنام غلام حسین خاں، منشور دوم۔ بنگلور (۱۸ اردریائی = ۲۱ر جولائی ۱۷۸۶ء

حکم دیا جاتا ہے۔ کہ کاماٹیون (مزدوروں) کو ملازم رکھ کر احمدی فوج کے مکانات (بارکس) تعمیر کرائیں۔ اور اس جگہ سامان رسد کی فراہمی کا انتظام بھی کیا جا
چونکہ اس وقت قلعہ میں کام ہو رہا ہے۔ اس لئے تم کو چاہئے۔ کہ قلعہ دار کے ساتھ مل کر ہر چیز کا بغور معائنہ کرو۔ اور اپنی رپورٹ قلعہ دار کے ساتھ مل کر

Marfat.com

ار کرو - اور باقی تمام کام اُن تحریری احکام کے مطابق کئے جائیں - جو تم کو
ے دیئے گئے تھے -

خط نمبر ۳۲۳

م قطب الملک - فوجدار ادہونی (۱۸ اردریائی = ۲۱ ر جولائی ۱۷۸۶ء)

حکم دیا جاتا ہے - کہ مرسلہ" احکام - دلائل وافادیت واحوال" اس علاقہ
ہونی) میں مسلمان باشندوں میں تقسیم کریں - اور حیدر آباد اور اورنگ آباد کے
قوں میں بھیج کر تقسیم کرائیں -

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے -" احکام -
دلائل وافادیت واحوال" سے مراد اعلانِ جہاد ہے - نہ صرف
اعلان جہاد بلکہ کتاب فتح المجاہدین کے پہلے تین باب ہزاروں کی تعداد
میں نقل کرا کے سلطان نے تقسیم کروئے تھے - چنانچہ یہ نقلیں بالعموم
ہر جگہ مل جاتی ہیں -" (محمود) لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا - کہ اس اعلان جہاد
کے تقسیم کرنے کے باوجود بھی ہندستان کے مسلمانوں نے اس پر کوئی
توجہ کی ہو یا نہیں - اور یہ کہ سلطنتِ خداداد میں اگر وہ لوگ آباد ہوئے
یا نہیں - شاید اس کی وجہ یہ ہے - کہ اس وقت مرہٹہ طاقت سیندھیا
کے ماتحت تھی - اور ہندوستان میں از سرِ نو چھا رہی تھی - اور مسلمان
اس کی مدافعت میں لگے ہوئے تھے - اور یہ بھی ممکن ہے - کہ ارکاٹ

حیدر آباد اور پونا کی حکومتیں جو سلطنت خداداد کی سرحدوں پر تھیں انہوں نے ان مسلمانوں کو جو جانا چاہتے تھے۔ انہیں روک دیا ہوگا۔ یا ان کے خوف سے مسلمان خود نہ آئے ہوں گے'' (کرک پیٹرک صفحہ ۳۵۳)

کرک پیٹرک کا یہ نوٹ خود بھی تشریح طلب ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ ''مرہٹہ طاقت ہندوستان میں از سر نو چھا رہی تھی'' اس سے مطلب یہ ہے۔ کہ ''۱۷۶۱ء میں جب مرہٹہ طاقت پورے ہندوستان پر چھا چکی تھی'' تو احمد شاہ ابدالی نے میدان پانی پت میں اس طاقت کو توڑ دیا تھا۔ لیکن اس کے واپس چلے جانے کے بعد مرہٹوں کے پیشوا مادھو راؤ کی قیادت میں نشاۃ ثانیہ مل گئی۔ لیکن جب ۱۷۷۲ء میں اس کی وفات ہوئی۔ تو پونا میں پیشوائی کے لئے خانہ جنگی شروع ہوئی۔ تو مرہٹہ سردار اپنی اپنی جگہ آزاد ہونا شروع ہو گئے۔ ان میں سیندھیا والئے گوالیار کی طاقت سب سے زبردست تھی۔ اس نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اور برائے نام شہنشاہ شاہ عالم الہ آباد سے انگریزوں کی سرپرستی سے نکل کر اس کی سرپرستی میں آ گیا لیکن شمالی ہند کے مسلمان سردار سیندھیا سے ناراض تھے۔ اور ہر جگہ سیندھیا اور مسلمانوں میں لڑائیاں ہو رہی تھیں مسلمان چونکہ متحد نہ تھے انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کی وہ طاقت جو دکن میں تھی جس کو حیدر آباد کہا جاتا ہے۔ اس کو شمالی ہند کے واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اس

کی ساری توجہ بجائے شمال کے جنوب میں اسلامی سلطنت خداداد کے مٹانے پر لگی ہوئی تھی۔ اور اس مقصد کے لئے وہ پونا کی مرہٹہ طاقت سے ملی ہوئی تھی۔ ان حالات میں شمالی ہند ہو یا دکن کے مسلمان سلطنت خداداد میں کس طرح آسکتے تھے!۔ اب رہا ارکاٹ اور اس کا نواب والاجاہ محمد علی، یہ انگریزوں کی سرپرستی میں تھا۔ اور پورا کرناٹک انگریزوں کے ماتحت تھا۔ اس کے بعد وہ علمائے وقت، سجادہ نشین اور پیر و مشائخ تھے۔ جو مسلمانوں کو (خود سلطنت خداداد کے اندر اور باہر) جہاد پر آمادہ کر سکتے تھے لیکن انہیں اپنے گوشۂ عافیت سے نذرانوں کو چھوڑ کر نکلنا گوارا نہ تھا۔ اس کے متعلق اسی کتاب میں کسی اور جگہ مفصل لکھا گیا ہے۔ محمود)

خطاب "قطب الملک" کے متعلق کرک پیٹرک لکھتا ہے سلطان نے اپنی حکومت میں کبھی کسی کو کوئی خطاب نہیں دیا۔ ہاں وہ خطابات جو پہلے سے چند خاندانوں میں چلے آتے تھے۔ باقی رہ گئے۔ ممکن ہے کہ قطب الملک کا خطاب بھی اسی طرح قدیم ہو اور ممکن ہے۔ کہ رامچندر دیوان بنگلور کا خطاب بھی قدیم سے چلا آتا ہو۔ سلطنت مغلیہ جب تک طاقتور تھی یعنی شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب تک تو خطابات نہایت احتیاط اور دیکھ بھال کر شخصیتوں کی لیاقت، قابلیت اور حسن خدمت کے عوض دیئے جاتے تھے۔ لیکن اس سلطنت کے دور انحطاط میں یہ تمیز باقی نہ رہی۔ اور خطابات ہر کس و ناکس کو دیئے

جلنے لگے، یہاں تک کہ سلطنت مغلیہ کے صوبہ داروں نے بھی اپنی جانب سے خطابات دینے شروع کر دیئے۔ جس کی مثال حیدر آباد سے مل سکتی ہے۔ یہاں تک کہ "الامرا" کا خطاب جو صرف شہنشاہ ہندوستان دے سکتا تھا۔ حیدر آباد میں دیئے جانے لگا جیسے اعظم الامرا اور شمس الامراء وغیرہ۔

عام طور پہ یہ خطابات بہادر سے شروع ہو کر جنگ۔ الدولہ و الملک پر ختم ہوتے ہیں اور خان کا خطاب عرف بہادری کا وصف نمایاں کرنے کے لئے دیا جاتا تھا۔"

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ٹیپو سلطان نے اپنے دورانِ حکومت میں باوجود ایک مطلق العنان شہنشاہ ہونے کے کسی کو کوئی خطاب نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی مملکت میں جاگیرداری اور زمینداری[1] کے سسٹم کو ہی اڑا دیا تھا۔ البتہ بہت سے ناموں کے ساتھ "خان" لکھا جاتا تھا۔ جیسے غلام علی خان۔ بدر الزمان خان۔ میر قمر الدین خان

---

[1] غریب کاشتکار جو نامعلوم عرصہ سے زمینداروں کے ظلم و ستم کو سہہ رہے تھے سلطان کی ان اصلاحات سے میسور میں پہلی دفعہ آزاد ہوئے۔ اور زمین پر ان کی ملکیت تسلیم کی گئی (دیتھک سوسائٹی جرنل اکتوبر ۱۹۱۶ء) سلطان نے زمینداری سسٹم ختم کرنے کا جو بیج بویا تھا۔ وہ آج ابھی ڈیڑھ سو سال بعد بار آور ہو رہا ہے۔ ملک میں آج تحریک ہو رہی ہے کہ زمینداری سسٹم جو ملک کیلئے ایک عذاب ہے۔ اس کو ختم کر دیا جائے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس تحریک کا بانی بھی ٹیپو سلطان شہید ہی ہے۔ (محمود)

Marfat.com

وغیرہ جن سے صرف ان کی اعلیٰ قابلیت اور میدانِ جنگ میں ان کی بہادری کا اقرار تھا لیکن یہ لفظ "خان" بھی صرف چند ناموں کے ساتھ اور وہ بھی بالکل محدود طور پر رائج تھا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ سلطنت خداداد میں کسی کے نام کے ساتھ بہادر کا خطاب بھی استعمال نہیں ہوا۔ شاید اُس کی وجہ یہ ہو۔ کہ حیدر علی کو لوگ عام طور پر بہادر۔ بہادر صاحب یا نواب بہادر کہتے تھے۔ اور حیدر علی نے جو فرامین، احکام اور سندات جاری کیں، ان میں نام کے ساتھ "نواب" اور "خان بہادر" لکھا جاتا تھا۔ جیسے نواب حیدر علی خان بہادر، اور یہ وہ خطابات تھے۔ جو حیدر آباد کے صوبہ دار بسالت جنگ نے سفارش کر کے شہنشاہِ ہند سے دلائے تھے۔

لیکن زمانہ کے اُلٹ پھیر نے ان خطابات یعنی خان اور بہادر کو جس عزت و توقیر کا حامل بنا دیا ہے۔ وہ محتاجِ تشریح نہیں۔

خط نمبر ۳۲۴

بنام محمود علی خاں (۲۰ دریائی = ۲۳ جولائی ۱۷۸۶ء)

ہم نے پہلے بھی حکم دیا تھا۔ اور اب پھر لکھا جاتا ہے۔ کہ ہم نے خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ جو جہاز اب زیرِ تعمیر ہے، اس پر تانبے کی چادریں چڑھائی جائیں، تاکہ وہ مضبوط اور دیرپا ہو جائے۔ لیکن اس سے پہلے تم کو تحقیق کر لینا چاہئے۔ کہ تانبے کی چادر چڑھانے سے جہاز مضبوط ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تانبا کھا رے

Marfat.com

پانی میں ردِّ عمل کرکے جہاز کو کمزور کردے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ چادر چڑھانے سے جہاز مضبوط ہو سکتا ہے۔ تو چادر چڑھائیں۔ ورنہ چادر نہ چڑھائیں۔"

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک لکھتا ہے:۔

"جس جہاز کا سلطان نے ذکر کیا ہے، وہ شاید وہی جہاز ہوگا۔ جو سلطان خاص برما کی تجارت کے لئے بنا رہا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ سلطان نے بہت سے جہازات صرف ساگوان کی لکڑی کے بنائے تھے۔ اور یہ حیرت ناک طور پر نہایت مضبوط اور دیرپا ثابت ہوئے ہیں۔"

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت خداداد کے بہت سے جہازات بھی ۱۷۹۲ء کی جنگ اور آخری جنگ (۱۷۹۹ء) کے بعد انگریزوں کے ہاتھ لگے تھے۔

خط نمبر ۳۲۵

بنام برہان الدین (۲۳ دریائی ۲۶ = ۲ جولائی ۱۷۸۶ء)

چند دن کے بعد، جبکہ راستے سفر کے قابل ہو جائیں، شیخ بڈھن کے رسالہ کو جس پر اعتماد ہے، دھارواڑ بھیج دو۔ اور اس کی جگہ شیخ حمید کے رسالہ کو وہاں سے بلالو۔ اور اسی کے ساتھ دھارواڑ کے قلعہ دار کو حکم دو کہ شیخ حمید کے رسالہ کی نگرانی میں ہیگٹ رنگیا اور اس کے بارہ دوسرے ساتھیوں کو بھی تمہارے

Marfat.com

پاس بھیجدیا جائے۔ ان لوگوں کی سخت حفاظت کریں۔ تم کو چاہئے کہ کیمپ ایسے مقام پر ڈالو۔ جہاں بارش کے پانی سے تکلیف نہ ہو۔ ہمارا خاص جلوہ گرکس ناتھ سے بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جائیگا۔

خط نمبر ۳۲۶

بنام قطب الملک، قطب الدین علی خان بہادر (۲۵ وریانی = ۲۸ جولائی ۱۷۸۶ء)

بالفعل سرکارِ عالی میں ایک چھوٹا سا کام ہو رہا ہے۔ تھوڑے عرصہ کے لئے وہاں سے ایک مہر کن کو بھیجئے۔

تبصرہ

کرک پیٹرک اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں مہر کنی کا کام، ادھونی میں نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ اسی لیے سلطان نے قطب الملک کو لکھا تھا۔ شمالی ہند میں یہ ایک عام رواج ہو گیا تھا۔ کہ ہر شخص جو اعلیٰ درجہ کی مہر بنانا چاہتا تھا۔ وہ صوبۂ اودھ میں فیض آباد کے مہر کنوں سے کام لیتا تھا۔ ان مہر کنوں میں محمد صالح نامی مہر کن نہایت ممتاز و مشہور تھا۔ جو خطِ نستعلیق میں سخت سے سخت پتھر پر مہر کنی کرتا تھا۔ اور اس کا ثانی ملک بھر میں کہیں نہیں تھا۔ اجرت معمولی نرم پتھر پر فی حرف ایک روپیہ اور سخت پتھر جیسے زمرد وغیرہ پر فی حرف چھ روپے لی جاتی تھی۔

خط نمبر ۳۲۷

بنام میر معین الدین۔ (۲۶ر دریائی - ۲۹ر جولائی ۱۷۸۶ء)

(پروگرام کے مطابق) کل تمہارا کیمپ مقام "داروجی" (Daroji) میں ہوگا۔ تم کو چاہیئے۔ کہ (اپنی) ماتحت فوج میں تنخواہ تقسیم کر دو۔ پرسوں تم کو ایسے مقام پر کیمپ کرنا ہوگا، جہاں جانوروں کے لئے چارہ اور پانی کثرت سے موجود ہو۔ اس کے دوسرے دن ہوس پیٹ (Hospet) میں قیام کرو۔ جہاں تم کو ہمارے احکام مل جائیں گے۔

خط نمبر ۳۲۸

بنام رن مست خاں۔ حاکم کرنول۔ (۱۶ر رمضان المبارک ۱۲۰۰ھ = ۱۳ر جولائی ۱۷۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ادھونی کی فوجداری قطب الدین خاں کو دی گئی ہے ہمارے حکم کے مطابق خانِ مذکور، اپنے یا دو معتمدوں کو قمر نگر میں سواروں کی بھرتی کے لئے متعین کریں گے۔ آن مہربان کی دوستی سے اُمید ہے۔ کہ اپنے افسروں کو تاکید کر دیں گے کہ ان معتمدوں کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں، بلکہ ہر ممکن مدد پہنچائیں

تبصرہ

(دکن کے مسلمان کرنول کو قمر نگر کہتے تھے۔ یہ نام شہنشاہِ عالمگیر اورنگ زیب کا دیا ہوا تھا۔)

Marfat.com

خط نمبر ۳۲۹

بنام قطب الدین خاں۔ فوجدار ادہونی (۲۹ وریائی = یکم اگست ۱۷۸۶ء)

آپ نے تجویز کی ہے۔ کہ خطبہ میں ہمارا نام پڑھا جائے۔ خطبہ کے متعلق قانون یہ ہے :۔

"خطبہ میں سب سے پہلے خدا کی حمد اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہو۔ اور اس کے بعد ایک ایسے بادشاہ کا نام لیا جائے۔ جس کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہو۔ کہ اسلام کی خدمت کرے۔ اور اس کی شان وشوکت بڑھانے کے لئے اپنی جان دینے کو ہمیشہ تیار رہے ایسے سلطان دین کا نام خطبہ میں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

ان فاتر العقلوں کو کیا کہا جائے۔ جو شاہ عالم کا نام خطبہ میں پڑھتے ہیں جبکہ اس کی اصل حالت یہ ہے۔ کہ وہ سندھیا مرہٹے کا غلام بن کر پندرہ ہزار روپیہ پنشن لیتا ہے۔ اور برائے نام شہنشاہ ہے۔ اور اقتدار کی حیثیت سے بالکل صفر ہے ان حالات میں جبکہ یہ دوسروں کا تابعدار ہے۔ اور آزاد نہیں ہے۔ تو عقاید اسلام کی رو سے یہ سخت گناہ ہے۔ کہ اس کا نام خطبہ میں پڑھا جائے۔ لہذا آپ کی تجویز کے مطابق اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آیندہ ہمارا نام خطبہ میں پڑھے۔

تبصرہ

اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے کرک پیٹرک نے لکھا ہے :۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان نے پہلے پہل اسی زمانہ میں خطبہ میں اپنا

نام پڑھے جانے کا حکم دیا۔ اگر اس سے پہلے پڑھا جاتا تھا تو قطب الملک کو راستے پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔"

کرک پیٹرک کو افسوس ہے کہ:-

"سلطان نے اب کھلم کھلا شہنشاہ ہند کے اقتدار کو پس پشت ڈال دیا۔ حالانکہ تمام ہندوستان میں شہنشاہ ہند کا نام ہی خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔"

اسی کتاب میں کسی اور جگہ لکھا گیا ہے۔ کہ اس وقت برائے نام شہنشاہ شاہ عالم کی حالت کیا تھی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ تمام ہندوستان میں اس وقت سلطان سے بڑھ کر اقتدار و طاقت میں کوئی رئیس نہیں تھا اس لئے خطبہ میں اپنا نام پڑھوانے میں وہ حق بجانب تھا۔ اسی غرض سے اس نے خطبات جمعہ کی ایک کتاب "مؤید المجاہدین" کے نام سے لکھوائی۔ جس میں جمعہ کے ۵۲ خطبے اور عیدین کے دو خطبے ہیں۔ اور ہر خطبہ میں مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے

خطبات جمعہ کی اس کتاب کے دیباچہ میں سلطان نے اپنی جانب سے یہ عبارت لکھی ہے:-

اس زمانہ میں کہ تیرھویں صدی ہجری ہے۔ اور اس وجہ سے کہ سلطنت تیموریہ دہلی پر خانہ زادوں اور نوکروں کی نمک حرامی کی وجہ سے تباہی آگئی ہے۔ اور ایک غیر قوم دن بدن غلبہ پاتی ہوئی ملک پر مسلط ہوتی جارہی ہے۔ اور خطہ ہند کے باشندے کسب و کمال

Marfat.com

اور رسوم و تمدیں اور احکامِ مذہب سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اس لئے بحکم سلطانی ان خطبات کی فارسی زبان میں ترویج کی جاتی ہے اب تک خطبات عربی زبان میں مروج تھے۔ لیکن اکثریت اس زبان سے نا آشنا ہو گئی ہے۔ اس لئے فارسی کو موزوں سمجھا گیا۔"

بہر طور سلطان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرح مکاری سے کوئی کام نہیں لیا۔ جو بظاہر تو شہنشاہِ ہند کی تابعدار تھی۔ اور باطن میں اس کی سلطنت کی جڑیں اس کے ہی صوبہ داروں کے ذریعہ کھوکھلی کر رہی تھی۔ بلکہ خود اس کی توہین کر رہی تھی۔ تو دوسری طرف اس ملک کے صوبہ داروں کا عزل و نصب جس کا اختیار صرف شہنشاہ کو حاصل تھا، اپنے ہاتھ میں بغیر اس کی مرضی کے لے چکی تھی۔ سراج الدولہ، میر جعفر اور میر قاسم سے جو کچھ سلوک کیا گیا۔ تاریخ کے صفحات ابھی تک اس کی گواہی دے رہے ہیں۔

ادھر ٹیپو کو الزام دیا جاتا ہے۔ کہ اس نے شہنشاہ ہند کے نام کے عوض اپنا نام خطبہ میں پڑھوایا لیکن اسی زمانہ میں بلکہ اس سے چند ماہ پیشتر ہی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسی شہنشاہ ہند کا نائب کہلاتے ہوئے، اس کو جو سالانہ خراج دینا قبول کیا تھا، وہ بھی بے رحمی سے بند کر دیتی ہے[1]

---

[1] ایڈمنڈ برک نے ۴ اپریل ۱۷۸۵ء کو پارلیمنٹ میں جو تقریر کی تھی۔ اس میں کمپنی کی اس بے رحمی کو واضح کیا ہے۔ (صفحہ ۱۵۶۔ ایمپائر اِن ایشیا از میجر ٹارنس)

ایک تو وہ زمانہ تھا کہ خطبہ میں صرف مردانِ حُر کا نام پڑھنا سزاوار سمجھا جاتا تھا۔ اور ایک زمانہ یہ ہے۔ کہ مسلمان محکوم والیان ریاست کو بھی "خلیفۃ المسلمین" کا خطاب دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

خط نمبر ۳۳

بنام بدر الزمان خان (۲۹ دریائی۔ یکم اگست ۱۸۸۶ء)

اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہمارا خاص جلوگنگ کرک ناتھ کے قریب دریا پار کر کے جلد وہاں پہنچے گا۔ اب بارش کا موسم ہے۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ فوج کو مجتمع رکھتے ہوئے دشمن کی سرزنش میں لگے رہیں۔ ہم نے سداسیوگڑھ اور سونڈہ کے ناظم ڈاک کو معطل کر دیا ہے۔ نیا ناظم ڈاک جلد بھیجدیا جائیگا۔

کراچی پاکستان
ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں ملک مبارک علی نے چھپوا کر گوشہ ادب لاہور سے شائع کیا

Marfat.com